عمران سیریز
ہارڈ کرائم
مظہر کلیم ایم اے
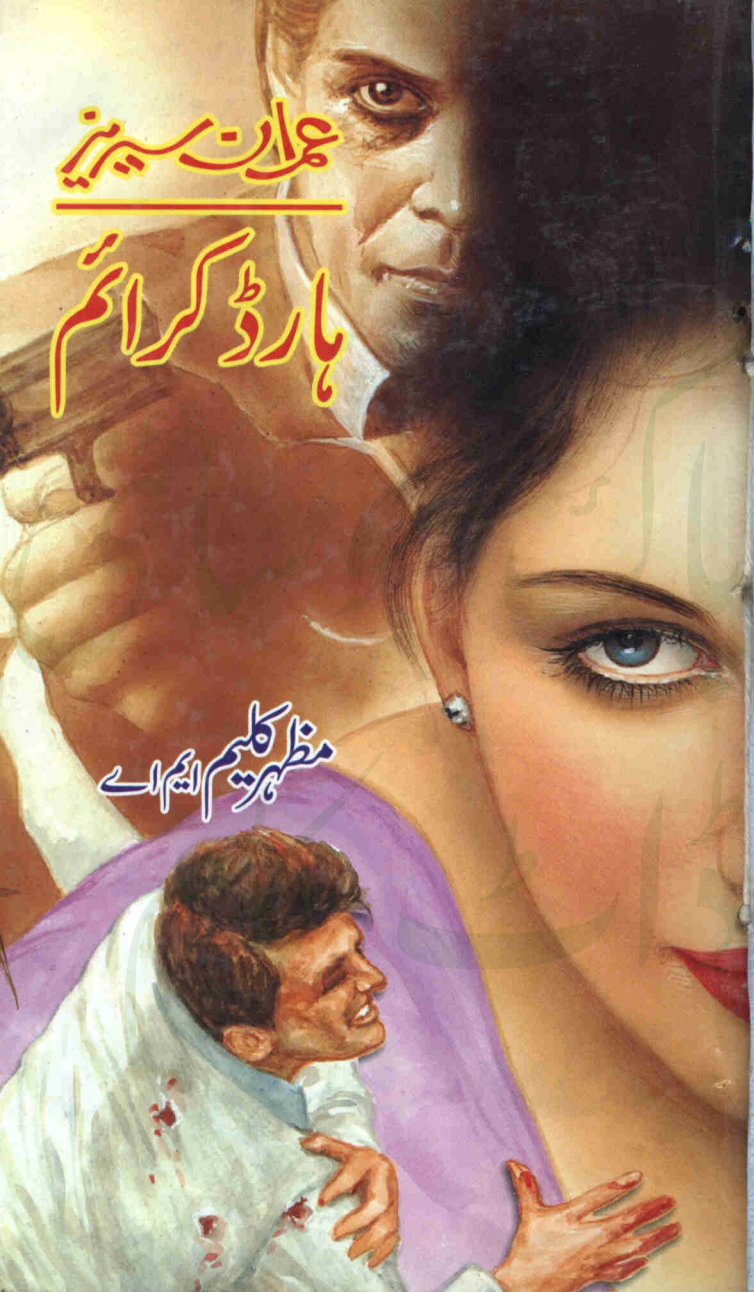
چند باتیں

محترم قارئین۔ سلام مسنون۔ نیا ناول ''ہارڈ کرائم'' آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اس ناول میں ایک ایسے سماجی جرم پر سے پردہ اٹھایا جا رہا ہے جو انسانیت کے نقطۂ نظر سے کمینگی کی حد تک پست اور سنگین ہے۔ یہ ایسا سنگین اور ہارڈ جرم ہے کہ اس کی سنگینی کا اندازہ ہوتے ہی انسان بے اختیار لرز اٹھتا ہے۔ شیر خوار بچوں کو اغوا کر کے ان کی آنکھوں کے قرینے نکال کر انہیں بین الاقوامی طور پر فروخت کرنے اور ان بچوں کو ہلاک کر کے خاموشی سے دفن کر دینے والے مجرم سماجی طور پر بلند مرتبے کے حامل تھے لیکن درپردہ وہ انسانیت سوز جرم میں نہ صرف پوری طرح ملوث تھے بلکہ انہیں اس کا احساس تک نہ تھا کہ وہ کس قدر ذلیل اور سنگین جرم کے مرتکب ہو رہے ہیں۔

یہ بنیادی طور پر فور سٹارز کا مشن تھا لیکن اس میں عمران نے بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ہے اور عمران جیسے حساس انسان کے سامنے جب اس جرم کی تفصیلات آئیں تو وہ ان مجرموں اور ان کے ساتھیوں کے لئے ایسا جلاد بن گیا جس کے اندر ایسے مجرموں کے لئے رحم کی رمق تک موجود نہ تھی۔ مجھے یقین ہے کہ یہ ناول بھی ہر لحاظ سے آپ کے معیار پر پورا اترے گا۔ البتہ آپ سے

درخواست ہے کہ اپنی آراء سے بذریعہ خطوط یا ای میل ضرور آگاہ کریں اور ناول کے مطالعے سے پہلے اپنے چند خطوط، ای میل اور ان کے جواب بھی ملاحظہ کر لیں کیونکہ دلچسپی کے لحاظ سے یہ بھی کسی طرح کم نہیں ہیں۔

گوجرانوالہ سے ای میل کے ذریعے انبساط حسین لکھتے ہیں۔ ''آپ نے ای میل ایڈریس دے کر بہت اچھا کیا ہے۔ اس طرح نوجوانوں کا رابطہ آپ سے زیادہ اور مسلسل رہے گا۔ میں آپ کے ناول باقاعدگی سے پڑھتا چلا آ رہا ہوں اور مجھے خوشی ہے کہ اس قدر تعداد میں منفرد اور دلچسپ ناول لکھنے کے باوجود آج بھی آپ کے قلم میں وہی انفرادیت اور کشش موجود ہے جو پڑھنے والے کو اپنے سحر میں جکڑ لیتی ہے اور آپ کا ناول ایک بار شروع کرنے کے بعد ختم کئے بغیر انسان نہیں رہ سکتا۔ آپ کے خیر و شر پر مبنی ناول خصوصاً بے حد پسند آتے ہیں۔ امید ہے آپ اس سلسلے کو جاری رکھیں گے۔''

محترم انبساط حسین صاحب۔ ای میل بھیجنے اور ناول پسند کرنے کا بے حد شکریہ۔ یہ اللہ تعالیٰ کا خصوصی کرم ہے کہ ساڑھے سات سو ناول لکھنے کے باوجود آج بھی آپ کو میرے ناول پسند آتے ہیں۔ خیر و شر پر مبنی ناول انشاء اللہ جلد ہی پیش کروں گا۔ امید ہے آپ آئندہ بھی رابطہ رکھیں گے۔

واں بھچراں ضلع میانوالی سے خالد رؤف نے ای میل ارسال کیا ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ ''آپ اب ٹائیگر کے کردار کو بہت زیادہ اجاگر کر رہے ہیں اور ٹائیگر کو جس انداز میں آگے لایا جا رہا ہے اس سے تو یوں لگتا ہے کہ جیسے آپ عنقریب عمران سیریز کی بجائے ٹائیگر سیریز لکھنا شروع کر دیں گے۔ ویسے ٹائیگر کام بھی اچھا کر رہا ہے۔ خاص طور پر اس کی سعادت مندی ہمیں بے حد پسند آتی ہے اور یقیناً اس کی ترقی کی وجہ بھی اس کی یہی سعادت مندی ہے۔ روزی راسکل کا کردار بھی اچھا ہے لیکن برائے کرم اسے ٹائیگر سے دور رکھیں ورنہ کسی بھی وقت ٹائیگر اسے ہلاک بھی کر سکتا ہے۔''

محترم خالد رؤف صاحب۔ ای میل بھیجنے کا شکریہ۔ ٹائیگر واقعی جان توڑ محنت کر رہا ہے اس لئے اس کی صلاحیتیں بھی روز بروز نکھرتی جا رہی ہیں اور پھر جسے استاد عمران جیسا مل جائے اس کی صلاحیتیں تو بہرحال نکھرنی ہی ہیں۔ روزی راسکل، ٹائیگر سے بھی زیادہ سمجھ دار ہے اس لئے آپ بے فکر رہیں۔ وہ خود ہی ٹائیگر سے فاصلے پر رہتی ہے۔ امید ہے آپ آئندہ بھی رابطہ رکھیں گے۔

ہارون آباد سے محمد ظفر نے بذریعہ ای میل رابطہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ''مجھے آپ کے ناول بے حد پسند ہیں۔ خاص طور پر آپ جس خوبصورت انداز میں منظر کشی کرتے ہیں تو ہمیں یوں محسوس ہوتا ہے جیسے یہ سب کچھ ہماری آنکھوں کے سامنے ہو رہا

ہے۔ البتہ مجھے آپ سے ایک شکایت بھی ہے کہ آپ نے بڑے طویل عرصے سے کرنل فریدی پر قلم نہیں اٹھایا۔ مجھے یقین ہے کہ آپ ہماری درخواست پر جلد ہی کرنل فریدی پر ایک خاص نمبر لکھیں گے۔"

محترم محمد ظفر صاحب۔ ای میل ارسال کرنے اور ناول پسند کرنے کا بے حد شکریہ۔ ہر لکھنے والے کا ایک منفرد انداز ہوتا ہے اور اس انداز کی بناء پر ہی وہ قارئین کے حلقے میں اپنی جگہ بناتا ہے۔ میرا جو بھی انداز ہے اسے میں اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کی دی ہوئی توفیق سمجھتا ہوں۔ البتہ میری ہمیشہ یہی کوشش رہی ہے کہ میں اپنے قارئین کے معیار پر پورا اتروں۔ جہاں تک کرنل فریدی پر خاص نمبر لکھنے کی بات ہے تو میں کوشش کروں گا کہ جلد از جلد آپ کی یہ فرمائش پوری کرسکوں۔ امید ہے آپ آئندہ بھی رابطہ رکھیں گے۔

اب اجازت دیجئے۔

والسلام

مظہر کلیم ایم اے

E.Mail.Address
mazharkaleem.ma@gmail.com

دور دور تک پھیلے ہوئے کھیتوں کے درمیان بل کھاتی ہوئی پختہ سڑک پر عمران کی کار خاصی تیز رفتاری سے آگے بڑھی چلی جا رہی تھی۔ یہ علاقہ نور پور کہلاتا تھا اور دارالحکومت سے تقریباً دو سو کلومیٹر کے فاصلے پر تھا۔ یہ سڑک مین روڈ سے نکل کر نور پور جاتی تھی اور عمران نور پور میں رہنے والے ایک ریٹائرڈ سائنس دان ڈاکٹر امجد علی سے ملنے جا رہا تھا۔ ڈاکٹر امجد علی کا تعلق سرداور کی لیبارٹری سے رہا تھا لیکن گزشتہ کئی سالوں سے وہ ریٹائرڈ ہو کر اپنے آبائی شہر نور پور میں ہی سیٹل ہو گئے تھے۔ ان کی اولاد دارالحکومت میں ہی سیٹل تھی لیکن ڈاکٹر امجد اکیلے ہی نور پور میں واقع اپنے آبائی مکان میں چند ملازموں کے ساتھ رہتے تھے۔ ان کی بیگم وفات پا چکی تھیں اس لئے وہاں صرف ملازم ہی تھے۔ ڈاکٹر امجد سے عمران کی سرداور کے توسط سے کئی بار ملاقات ہو چکی تھی۔ ڈاکٹر امجد خاصے کھلے دل کے

آدمی تھے اور بوڑھے ہونے کے باوجود زندہ دل کے مالک تھے اس لئے عمران سے ان کی خوب بنتی تھی۔ آج صبح ڈاکٹر امجد کی فون کال آئی اور انہوں نے عمران سے کہا کہ وہ انتہائی اہم مسئلے پر اس سے بات کرنا چاہتے ہیں اس لئے یا تو وہ خود اس کے فلیٹ پر آ جاتے ہیں یا عمران ان کے پاس آ جائے اور عمران کے پاس چونکہ ان دنوں کوئی کام نہیں تھا اس لئے اس نے خود نور پور آنے کی حامی بھر لی اور پھر ناشتے کے بعد اس نے کار نکالی اور نور پور کے لئے چل پڑا۔ اب نور پور تقریباً چھ میل کے فاصلے پر رہ گیا تھا۔ گو عمران نے فون پر ڈاکٹر امجد سے اس اہم مسئلے کے بارے میں پوچھنے کی کوشش کی تھی لیکن ڈاکٹر امجد نے یہ کہہ کر بات ختم کر دی کہ وہ فون پر اس بارے میں کچھ نہیں کہنا چاہتے اس لئے عمران کار چلانے اور ارد گرد کی فضاء کے خوشگوار اثرات محسوس کرتا ہوا یہی سوچ رہا تھا کہ آخر ڈاکٹر امجد اس سے کس اہم مسئلے پر بات کرنا چاہتے ہیں لیکن ظاہر ہے اب جب تک ڈاکٹر امجد سے ملاقات نہ ہو جائے اس وقت تک اس بارے میں اسے کوئی جواب نہ مل سکتا تھا۔ تھوڑی دیر بعد کار نور پور شہر میں داخل ہو گئی۔ عمران چونکہ ایک بار پہلے بھی یہاں آ چکا تھا اس لئے اسے ڈاکٹر امجد کی رہائش گاہ کا علم تھا۔ چند لمحوں کے بعد اس کی کار ان کی رہائش گاہ کے کھلے پھاٹک سے اندر داخل ہوئی اور پھر عمران نے کار ایک سائیڈ پر روک دی۔ یہاں ایک پرانے ماڈل کی کار موجود تھی۔ پھر جیسے ہی عمران کار سے اترا ایک طرف

سے ایک آدمی تیزی سے عمران کی طرف بڑھا۔ عمران جانتا تھا کہ یہ ڈاکٹر امجد کا خاص ملازم عبدالرشید ہے اور چونکہ وہ ایک بار پہلے بھی یہاں آ چکا ہے اس لئے عبدالرشید اسے پہچانتا تھا۔

''آیئے صاحب۔ ڈاکٹر صاحب آپ کے شدت سے منتظر ہیں''...... رسمی سلام دعا کے بعد عبدالرشید نے کہا۔

''تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ وہ شدت سے میرے منتظر ہیں''۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''وہ آپ کے انتظار میں سٹنگ روم میں مسلسل ٹہل رہے ہیں''۔ عبدالرشید نے مسکراتے ہوئے جواب دیا تو عمران ہنس پڑا۔

''واقعی تمہارا اندازہ درست ہے''...... عمران نے کہا اور پھر وہ سٹنگ روم میں داخل ہوا تو واقعی عمر رسیدہ ڈاکٹر امجد وہاں ٹہل رہے تھے۔

''میں تمہارا شدت سے انتظار کر رہا تھا''...... رسمی سلام دعا کے بعد ڈاکٹر امجد نے کہا۔

''مجھے عبدالرشید نے بتا دیا ہے اور وہ پیمانہ بھی بتا دیا ہے جس سے شدت ناپی جاتی ہے''...... عمران نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا تو ڈاکٹر امجد چونک پڑے۔

''کیا مطلب۔ کیسا پیمانہ''...... ڈاکٹر امجد نے حیرت بھرے لہجے میں کہا تو عمران نے عبدالرشید کا جواب دوہرا دیا اور ڈاکٹر امجد بے اختیار ہنس پڑے۔

''ہاں۔ اس کی بات درست ہے''...... ڈاکٹر امجد نے جواب دیا اور اسی لمحے عبدالرشید سٹنگ روم میں داخل ہوا۔ اس کے ہاتھ میں ٹرے تھی جس پر مشروب کے دو گلاس رکھے ہوئے تھے۔ اس نے مؤدبانہ انداز میں ایک گلاس عمران کے سامنے اور دوسرا ڈاکٹر امجد کے سامنے رکھا اور خالی ٹرے اٹھائے وہ واپس چلا گیا۔

''لو پیو''...... ڈاکٹر امجد نے اپنے سامنے موجود گلاس اٹھاتے ہوئے کہا۔

''اس کا مطلب ہے کہ معاملے کی اہمیت میں اتنی گنجائش ہے کہ مشروب پیا جا سکتا ہے''...... عمران نے کہا تو ڈاکٹر امجد ایک بار پھر ہنس پڑے۔

''ہاں۔ اب تمہارے آ جانے کے بعد مجھے خاصا اطمینان ہو گیا ہے کیونکہ سرداور نے مجھے تمہارے بارے میں جو کچھ بتایا ہوا ہے اس سے مجھے یقین ہے کہ جب معاملات تمہارے نوٹس میں آ جائیں گے تو پھر یقیناً وہ حل بھی ہو جائیں گے''...... ڈاکٹر امجد نے کہا۔

''آپ کا بھی اور سرداور کا بھی شکریہ ورنہ میں تو حقیر فقیر پر تقصیر قسم کا آدمی ہوں''...... عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا تو ڈاکٹر امجد بے اختیار ہنس پڑے۔

''عمران بیٹے۔ میں نے تمہیں یہاں آنے کی تکلیف اس لئے دی ہے کہ یہاں نور پور میں میرے نوٹس میں ایک ایسا واقعہ آیا ہے

جس نے میری روح تک کو زخمی کر دیا ہے۔ کیا تم یقین کر سکتے ہو کہ نوزائیدہ اور شیر خوار بچوں کو اغوا کر کے ان کی آنکھیں نکال لی جاتی ہیں اور پھر ان بچوں کو ہلاک کر کے زمین میں دبا دیا جاتا ہے اور یہ کام بہت بڑے پیمانے پر ہو رہا ہے''...... ڈاکٹر امجد نے کہا تو عمران بے اختیار اچھل پڑا۔ اس کے چہرے پر انتہائی حیرت کے تاثرات ابھر آئے تھے۔

''کیا۔ کیا کہہ رہے ہیں آپ۔ یہ کیسے ممکن ہے اور اس کا فائدہ''...... عمران نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''عمران بیٹے۔ جب مجھے اس کا علم ہوا تو مجھے بھی اس بات پر یقین نہ آیا تھا لیکن جب مجھے اس کی وجہ معلوم ہوئی تو یقین جانو میرا انسانیت پر سے ایمان ہی اٹھ گیا۔ کیا انسان اس قدر ظالم اور لالچی ہو سکتا ہے''...... ڈاکٹر امجد نے کہا۔

''آپ مجھے تفصیل بتائیں''...... عمران نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔ اسے واقعی ڈاکٹر امجد کی بات پر یقین نہیں آ رہا تھا۔

''عمران بیٹے۔ میں صبح کی سیر کرنے کے لئے اکثر کھیتوں میں نکل جاتا ہوں۔ دو روز پہلے میں کھیتوں میں سے گزر رہا تھا کہ ایک جگہ میں نے چند کتوں کو اکٹھے دیکھا۔ وہ ایک دوسرے پر جھپٹ رہے تھے اور غرا رہے تھے اور ان کے منہ میں انسانی ہڈیاں تھیں۔ میں نے قریب جا کر دیکھا تو میں لرز اٹھا کیونکہ کھیتوں کے درمیان ایک جگہ کتوں نے پنجے مار کر زمین کھود ڈالی تھی اور وہاں دس بارہ

بچوں کی لاشیں موجود تھیں جنہیں کتے بھنبھوڑ رہے تھے۔ میں نے لاٹھی کی مدد سے کتوں کو بھگایا اور پھر اپنے موبائل فون پر جو میں ایمرجنسی کے لئے ساتھ رکھتا ہوں، عبدالرشید کو یہاں رہائش گاہ پر فون کر کے وہاں پہنچنے کا کہا اور پھر جب عبدالرشید وہاں پہنچا تو میں نے اسے دکھایا تو وہ بے حد پریشان ہوا۔ میں نے اس کے ذریعے تھانے میں اطلاع کرائی اور کچھ دیر بعد پولیس وہاں پہنچ گئی۔ انہوں نے لاشیں اپنے قبضہ میں لے لیں اور میں واپس آ گیا۔ اگر ایک بچے کی لاش ہوتی تو میں سمجھتا کہ شاید کسی عورت نے گناہ کر کے اس کا ثمر یہاں دبایا ہوا ہو گا لیکن یہ کم از کم دس بارہ بچوں کی لاشیں تھیں اور ان میں سے جو لاشیں صحیح تھیں ان سب کی آنکھیں باقاعدہ نکالی گئی تھیں۔ پہلے تو میں سمجھا کہ شاید کتوں نے یہ کام کیا ہو گا لیکن آج عبدالرشید نے مجھے بتایا کہ پولیس نے ایک آدمی جس کا نام سجاول ہے، کو گرفتار کیا ہے۔ اس سجاول کے گھر کے صحن سے بھی دس بچوں کی لاشیں برآمد ہوئی ہیں اور اس سجاول نے پولیس کو بتایا ہے کہ اس کا دارالحکومت کے ایک ایسے گروہ سے تعلق ہے جو ہسپتالوں اور گھروں سے نوزائیدہ اور شیرخوار بچوں کو اغوا کرتا ہے اور پھر یہاں لا کر ان کی آنکھیں نکال لی جاتی ہیں اور انہیں ہلاک کر کے زمین میں دبا دیا جاتا ہے اور ان بچوں کی آنکھیں مخصوص ڈبوں میں جن میں کوئی محلول ہوتا ہے رکھ کر دارالحکومت لے جائی جاتی ہیں۔ پھر اس سے پہلے کہ سجاول سے مزید تفصیل

معلوم ہوتی چار مسلح افراد تھانے میں داخل ہوئے اور انہوں نے تھانے میں موجود چار پولیس والوں اور اس سجاول کو گولیاں مار کر ہلاک کر دیا اور پھر فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے۔ یہ بات بھی ایک زخمی سپاہی نے بتائی ہے۔ بعد میں وہ بھی ہلاک ہو گیا۔ مجھے جب پتہ چلا تو میری روح ہی گھائل ہو گئی۔ مجھے یقین ہے کہ اتنے بڑے پیمانے پر اس قدر گھناؤنا جرم کرنے والے افراد عام پولیس کے بس کا روگ نہیں ہیں۔ میں نے سرداور سے بات کی تو انہوں نے تمہارے بارے میں بتایا کہ تمہیں یہ اطلاع دے دی جائے تو تم ان سفاک اور خطرناک مجرموں کو پاتال سے بھی نکال لاؤ گے اس لئے میں نے تمہیں فون کیا ہے''...... ڈاکٹر امجد نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

''اوہ۔ اوہ۔ وری بیڈ۔ ایک بار پہلے بھی ایسے مجرموں سے میرا واسطہ پڑا تھا جو نوجوانوں کو اغوا کر کے ان کی آنکھوں کے قرنیئے نکال کر انہیں غیر ممالک میں فروخت کرتے تھے لیکن وہ تو انتہائی محدود پیمانے پر یہ کام ہوتا تھا لیکن آپ تو بتا رہے ہیں کہ یہاں بڑے پیمانے پر یہ کام ہو رہا ہے اور وہ بھی نوزائیدہ اور شیرخوار بچوں کا۔ یہ تو واقعی ایسا جرم ہے جس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا''۔ عمران نے کہا۔

''عمران بیٹے۔ یہ روح کو گھائل کر دینے والا جرم ہے۔ یہ بھیانک پن کی انتہاء ہے۔ یہ درندگی سے بھی بڑھ کر بات ہے۔ تم

اس سلسلے میں ضرور کام کرو۔ یہاں نور پور میں اگر ایک گھر میں ایسا کام ہو رہا ہے تو نجانے پورے ملک میں کہاں کہاں یہ کام ہو رہا ہو گا۔ نجانے کتنے خاندانوں کو ان ظالموں نے تباہ کیا ہو گا''...... ڈاکٹر امجد نے کہا۔

''آپ بے فکر رہیں ڈاکٹر صاحب۔ میں ان مجرموں کو واقعی پاتال سے بھی نکال لاؤں گا۔ آپ عبدالرشید کو بلائیں تاکہ میں اس سے تفصیل معلوم کر سکوں''...... عمران نے کہا تو ڈاکٹر امجد نے میز پر رکھے ہوئے انٹرکام کا رسیور اٹھایا اور دو نمبر پریس کر دیئے۔

''یس سر''...... دوسری طرف سے ایک مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

''عبدالرشید یہاں سٹنگ روم میں آ جاؤ''...... ڈاکٹر امجد نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔ تھوڑی دیر بعد عبدالرشید سٹنگ روم میں داخل ہوا۔

''یہاں بیٹھو عبدالرشید اور مجھے بتاؤ کہ یہ سجاول کون تھا۔ کب سے یہاں رہتا تھا اور کیا کام کرتا تھا اور پولیس نے اس کو کیسے پکڑا''...... عمران نے عبدالرشید سے مخاطب ہو کر کہا۔

''جناب۔ سجاول کو میں اچھی طرح جانتا ہوں۔ وہ دارالحکومت کا رہنے والا تھا اور گزشتہ دو سالوں سے یہاں اس کی رہائش تھی۔ نور پور کے شمال میں کھیتوں کے قریب ایک مکان اس نے باقاعدہ خرید رکھا تھا۔ اس کے پاس کار تھی اور وہ کار میں دارالحکومت آتا جاتا تھا۔ ایک ملازم اس کے ساتھ رہتا تھا اور بظاہر وہ کوئی کام نہیں کرتا تھا۔ اس کا کہنا تھا کہ وہ دارالحکومت میں کوئی بزنس کرتا ہے اور اس

نے یہاں مکان آب و ہوا کی وجہ سے خریدا ہے کیونکہ دارالحکومت کا ماحول آلودہ ہو چکا ہے۔ جہاں تک میں نے معلوم کیا ہے پولیس کو اس کی مخبری اس کے ملازم نے کی اور پولیس کے سپاہیوں نے سجاول کے ساتھ اس کے ملازم کو بھی گرفتار کر لیا۔ پھر ملازم کے بارے میں بتایا گیا کہ اسے پولیس نے غائب کر دیا ہے۔ البتہ سجاول موجود تھا۔ پھر اچانک اجنبی افراد نے تھانے پر حملہ کر دیا اور سجاول بھی مارا گیا اور پولیس والے بھی۔ جو کچھ بتایا گیا ہے یہ بھی ایک پولیس والے نے زخمی حالت میں بتایا تھا اور پھر وہ بھی ہلاک ہو گیا۔ البتہ بعد میں دارالحکومت سے جو پولیس آئی اس نے مزید تفتیش کی لیکن مزید کچھ معلوم نہ ہو سکا''...... عبدالرشید نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

''سجاول کا سامان تو اس کے مکان میں موجود ہو گا''...... عمران نے کہا۔

''اوہ ہاں جناب۔ موجود ہے''...... عبدالرشید نے کہا۔

''کیا سجاول کا مکان کھلا ہوا ہے یا لاکڈ ہے''...... عمران نے پوچھا۔

''پولیس نے اسے سیل کیا ہوا ہے''...... عبدالرشید نے کہا۔

''کیا اس کے اندر جانے کا کوئی ذریعہ ہے''...... عمران نے کہا۔

''نہیں جناب۔ اس کی چاردیواری بہت اونچی ہے۔ پھلانگی نہیں جا سکتی''...... عبدالرشید نے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ پھر پولیس سے بات کرنا پڑے گی۔ آؤ میرے ساتھ۔ مجھے تھانے لے چلو''...... عمران نے کہا۔

''میں بھی تمہارے ساتھ چلوں''...... ڈاکٹر امجد نے کہا۔

''اوہ نہیں۔ بلکہ آپ میرا مشورہ مانیں کہ جب تک یہ معاملہ پوری طرح ختم نہ ہو جائے آپ دارالحکومت میں رہیں کیونکہ یہ سلسلہ آپ کی وجہ سے شروع ہوا ہے اور جیسے ہی انہیں آپ کے بارے میں معلوم ہوگا یہ سفاک مجرم آپ کو بھی انتقامی طور پر ہلاک کر دیں گے''...... عمران نے کہا۔

''تم ٹھیک کہتے ہو۔ میں آج ہی دارالحکومت چلا جاؤں گا''۔ ڈاکٹر امجد نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا اور پھر عمران ان سے اجازت لے کر اور عبدالرشید کو ساتھ لے کر اپنی کار میں بیٹھا اور حویلی سے نکل کر باہر آ گیا اور پھر تھوڑی دیر بعد وہ ایک چھوٹی سی عمارت کے سامنے پہنچ گیا جس کے باہر تھانے کا بورڈ موجود تھا۔

''بس ٹھیک ہے۔ اب تم واپس جا سکتے ہو''...... عمران نے عبدالرشید سے مخاطب ہو کر کہا تو وہ سلام کر کے واپس چلا گیا اور عمران تھانے میں داخل ہو گیا۔

''جی صاحب''...... ایک سپاہی نے آگے بڑھ کر اس سے پوچھا۔

''میرا تعلق سپیشل پولیس سے ہے۔ یہاں مجھے کچھ کام تھا۔ تم بتاؤ ایس ایچ او کون ہے''...... عمران نے کہا۔

''اوہ جناب۔ ایس ایچ او سلطان خان ہیں۔ آیئے میرے ساتھ''...... سپاہی نے کہا۔ وہ شاید باہر عمران کی کار دیکھ چکا تھا اور عمران کی شخصیت اور لباس کے ساتھ ساتھ سپیشل پولیس کا حوالہ اس کے لئے کافی تھا۔ سپاہی عمران کو ساتھ لے کر ایک کمرے میں داخل ہوا تو یہاں کرسیوں پر چار پانچ دیہاتی لوگ موجود تھے۔ ایک میز بھی وہاں موجود تھی جس کے پیچھے کرسی پر ایک لمبے قد اور بھاری جسم کا پولیس آفیسر یونیفارم میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس کی بڑی بڑی مونچھیں تھیں اور اس کا چہرہ خاصا سخت اور کرخت دکھائی دے رہا تھا۔

''یہ دارالحکومت سے آئے ہیں جناب۔ ان کا کہنا ہے کہ ان کا تعلق سپیشل پولیس سے ہے''...... سپاہی نے اندر داخل ہو کر ایس ایچ او سے کہا تو ایس ایچ او بے اختیار اٹھ کھڑا ہوا۔

''اوہ۔ اوہ۔ آیئے جناب۔ آیئے۔ میرا نام سلطان خان ہے اور میں یہاں ایس ایچ او ہوں''...... سلطان خان نے کہا۔

''میرا نام علی عمران ہے''...... عمران نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا تو دیہاتی بھی ایس ایچ او کے اٹھتے ہی اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ انہوں نے ایس ایچ او کو سلام کیا اور کمرے سے باہر چلے گئے۔

''سلطان خان صاحب۔ سپیشل پولیس کو اطلاع ملی ہے کہ یہاں انتہائی گھناؤنی واردات ہوئی ہے۔ بچوں کی ہلاکت کی۔ پھر تھانے پر

حملہ ہوا اور پولیس اہلکاروں کے ساتھ ساتھ مجرم بھی ہلاک ہو گیا۔ مجھے سپیشل پولیس کے آئی جی صاحب نے فوری ساری تفصیل معلوم کرنے کے لئے بھیجا ہے''...... عمران نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

''جی صاحب''...... سلطان خان نے کہا اور پھر اس نے وہ ساری تفصیل بتا دی جو اس سے پہلے عمران عبدالرشید سے سن چکا تھا۔

''ان مجرموں کے بارے میں معلومات ملی ہیں جنہوں نے سجاول اور پولیس والوں کو ہلاک کیا تھا''...... عمران نے پوچھا۔

''نہیں جناب۔ باوجود کوشش کے ان کے بارے میں کچھ معلوم نہیں ہو سکا۔ صرف اتنا معلوم ہوا ہے کہ حملہ آور ایک کار میں آئے اور پھر اسی کار میں واپس دارالحکومت چلے گئے''...... سلطان خان نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''سجاول کے بارے میں اس کے ملازم نے مخبری کی تھی۔ وہ ملازم کہاں ہے''...... عمران نے پوچھا۔

''نہیں جناب۔ سجاول کو یہاں اس وقت کے ایس ایچ او لطیف علی نے اپنے طور پر پکڑا تھا۔ پھر لطیف علی شہید ہو گیا اس لئے یہ معاملہ بھی وہیں رک گیا''...... سلطان خان نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

''اس کا مطلب ہے کہ آپ نے اس سلسلے میں مزید کوئی پیش رفت نہیں کی''...... عمران نے تلخ لہجے میں کہا۔

''جناب۔ جو کچھ ہم سے یہاں دیہات میں ہو سکتا ہے وہ کر رہے ہیں اور کیا کریں''...... سلطان خان نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ تم ایک سپاہی کو میرے ساتھ بھیجو میں سجاول کا مکان دیکھنا چاہتا ہوں''...... عمران نے کہا۔

''میں خود آپ کے ساتھ چلتا ہوں جناب''...... سلطان خان نے اٹھتے ہوئے کہا۔

''نہیں۔ میں وہاں سے سیدھا واپس دارالحکومت چلا جاؤں گا۔ تم سپاہی کو بھیج دو''...... عمران نے کہا تو سلطان خان دوبارہ کرسی پر بیٹھ گیا اور پھر اس نے آواز دے کر ایک سپاہی کو بلایا۔

''احمد علی۔ صاحب کے ساتھ جاؤ۔ محرر سے چابی لے لو اور سجاول کا مکان کھول کر انہیں معائنہ کراؤ''...... سلطان خان نے احمد علی سے مخاطب ہو کر کہا۔

''یس سر۔ آیئے جناب''...... سپاہی نے کہا تو عمران سلطان خان سے مصافحہ کر کے اس کمرے سے باہر آ گیا۔ تھوڑی دیر بعد عمران سپاہی کو ساتھ لئے کھیتوں کے کنارے پر ایک احاطہ نما مکان کے سامنے پہنچ گیا۔ اس مکان کی دیواریں واقعی کافی اونچی تھیں۔ سپاہی نے تالا کھولا اور پھر عمران اندر داخل ہو گیا۔ ایک طرف ایک شیڈ کے نیچے ایک درمیانے ماڈل کی بڑی سی کار موجود تھی۔ عمران نے اس کار کی تلاشی لی لیکن کار میں ایسی کوئی چیز موجود نہیں تھی جس

سے اسے کوئی کلیو ملتا۔ البتہ ڈرائیونگ سیٹ کے کشن کے درمیان ایک کاغذ اڑسا ہوا موجود تھا۔ عمران نے وہ کاغذ باہر نکالا تو اس پر فون نمبر اور اس کے ساتھ ایک نام رجب لکھا ہوا تھا۔ عمران نے کاغذ کو جیب میں ڈالا اور مکان کے دو کمروں کی بھی اس نے پوری تفصیل سے تلاشی لیکن وہاں سے بھی اسے کوئی چیز نہ ملی۔ البتہ ان میں سے بڑے کمرے کا فرش کھودا گیا تھا اور اس میں گہرے گڑھے پڑے نظر آ رہے تھے۔

''یہ فرش کیوں کھودا گیا ہے''...... عمران نے احمد علی سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

''جناب۔ انہی گڑھوں سے نوزائیدہ بچوں کی لاشیں دستیاب ہوئی ہیں''...... احمد علی نے کہا۔

''کتنی لاشیں ملی ہیں''...... عمران نے ہونٹ چباتے ہوئے پوچھا۔ اس کے دل پر جیسے گھونسا سا لگا تھا۔ اس کے ذہن میں یہ سوچ کر ہی بھونچال آیا ہوا تھا کہ اتنی تعداد میں شیر خوار جیتے جاگتے بچوں کو ہلاک کیا جا رہا تھا لیکن کسی کو کانوں کان خبر تک نہ تھی۔

''پچیس لاشیں اور ان کے ٹکڑے برآمد ہوئے ہیں''...... احمد علی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''کیا یہ سارا کام اکیلا سجاول ہی کرتا رہا تھا''...... عمران نے پوچھا۔

''مجھے تو معلوم نہیں جناب۔ مجھے تو یہاں آئے ہوئے صرف دو

دن ہوئے ہیں۔ مجھے بھی یہ باتیں تھانے میں موجود دوسرے سپاہیوں سے معلوم ہوئی ہیں''...... احمد علی نے جواب دیتے ہوئے کہا تو عمران نے بے اختیار ایک طویل سانس لیا اور واپس مڑ گیا۔ تھوڑی دیر بعد اس کی کار خاصی تیز رفتاری سے دارالحکومت کی طرف اڑی چلی جا رہی تھی لیکن آتے وقت اس نے کار میں موجود ڈیک کو آن رکھا تھا لیکن اب واپس جاتے وقت کار میں گہری خاموشی طاری تھی۔ عمران کا چہرہ قدرے بگڑا ہوا سا دکھائی دے رہا تھا۔ اس کے چہرے پر کھلنے والی مخصوص مسکراہٹ کا کہیں دور دور تک نام و نشان تک نہیں تھا۔ اس کی نظروں کے سامنے معصوم شیر خوار بچے کسی فلمی مناظر کی طرح بار بار آ رہے تھے اور اس کے ساتھ ساتھ وہ ان کے والدین اور ان کے عزیز و اقارب کے بارے میں سوچ رہا تھا جن کے لخت جگر اس طرح ان سے جبراً چھین لئے جاتے تھے۔ عمران کے ہونٹ بھینچے ہوئے تھے اور چہرے پر پتھریلی سنجیدگی نمایاں تھی۔

کمرے کا دروازہ کھلا تو کمرے میں صوفے پر نیم دراز ایک گنجے سر اور بھینسے جیسے جسم کے مالک آدمی نے چونک کر دروازے کی طرف دیکھا۔ اس کے ہاتھ میں شراب کی بوتل موجود تھی۔ وہ آدمی اپنے چہرے مہرے سے ہی کوئی غنڈہ اور بدمعاش دکھائی دے رہا تھا۔ کمرے میں ایک لمبے قد لیکن چھریرے جسم کا آدمی داخل ہوا اور اس نے بڑے مؤدبانہ انداز میں اس گنجے سر والے آدمی کو سلام کیا۔

''کیا ہوا ٹونی''...... اس گنجے سر والے آدمی نے غراتے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

''حکم کی تعمیل کر دی گئی ہے بادشاہ''...... آنے والے نے سر جھکاتے ہوئے انتہائی مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

''کیا ہوا۔ پوری تفصیل بتاؤ''...... بادشاہ نے ہاتھ میں پکڑی

ہوئی شراب کی بوتل منہ سے لگاتے ہوئے کہا۔

''میں اپنے ساتھیوں سمیت نور پور پہنچا۔ ہم براہ راست تھانے میں داخل ہوئے اور پھر ہم نے وہاں موجود ہر شخص کو گولیوں سے اڑا دیا۔ ان میں سجاول بھی شامل تھا۔ پولیس والے بھی اور جتنے اور لوگ تھے سب ہلاک ہو گئے۔ اس کے بعد ہم وہاں سے نکل کر ایک مکان میں گئے۔ وہاں بھی چار پولیس والے سفید کپڑوں میں موجود تھے اور سجاول کا ملازم بھی وہاں بیڑیوں میں جکڑا ہوا موجود تھا۔ ہم نے اس ملازم کو اور وہاں موجود سب سپاہیوں کو گولیوں سے چھلنی کر دیا اور پھر ہم واپس آ گئے۔ ہمارا کسی نے تعاقب نہیں کیا''...... ٹونی نے انتہائی مؤدبانہ لہجے میں تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

''کوئی سراغ تو نہیں چھوڑا تم نے اپنا''...... بادشاہ نے پوچھا۔

''نہیں جناب''...... ٹونی نے جواب دیا۔

''ٹھیک ہے۔ جاؤ اور اپنا انعام جیرک سے لے لو''...... بادشاہ نے اطمینان بھرے لہجے میں کہا تو ٹونی سلام کر کے واپس مڑا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔ بادشاہ کچھ دیر تک بیٹھا شراب پیتا رہا۔ پھر اس نے بوتل میز پر رکھی اور میز پر موجود فون کا رسیور اٹھا کر اس نے تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

''نگینہ ہوٹل''...... رابطہ قائم ہوتے ہی ایک چیختی ہوئی مردانہ آواز سنائی دی۔

''بادشاہ بول رہا ہوں''...... بادشاہ نے غراتے ہوئے لہجے میں

کہا۔

''جج۔ جج۔ جی۔ جی''...... دوسری طرف سے بولنے والے نے جو پہلے چیخ کر بول رہا تھا، بادشاہ کی آواز سنتے ہی کسی بھیڑ کے بچے کی طرح ممناتے ہوئے جواب دیا۔

''وکٹر بول رہا ہوں باس''...... چند لمحوں بعد ایک اور مردانہ آواز سنائی دی لیکن لہجہ انتہائی مؤدبانہ تھا۔

''نور پور تھانے میں سلطان خان کو بھجوا دیا ہے یا نہیں''۔ بادشاہ نے پوچھا۔

''یس باس۔ آپ کے حکم کی فوری تعمیل کی گئی ہے۔ ایس ایس پی صاحب نے میرے فون پر ہی سلطان خان کے آرڈر کر دیئے ہیں اور سلطان خان نے وہاں کا چارج بھی سنبھال لیا ہے''...... وکٹر نے اسی طرح مؤدبانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

''سلطان خان کو بتا دیا ہے کہ اس نے کیا کرنا ہے''...... بادشاہ نے کہا۔

''یس باس۔ وہ ویسے بھی ہمارا تابعدار ہے''...... وکٹر نے کہا۔

''ٹھیک ہے''...... بادشاہ نے اطمینان بھرے لہجے میں کہا اور رسیور کریڈل پر رکھ کر اس نے ایک بار پھر شراب کی بوتل اٹھا کر منہ سے لگائی لیکن ابھی اس نے ایک ہی گھونٹ لیا تھا کہ فون کی گھنٹی بج اٹھی تو اس نے بوتل کو میز پر رکھا اور ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

''یس''...... بادشاہ نے غراتے ہوئے لہجے میں کہا۔

''سیٹھ اکمل بول رہا ہوں''...... دوسری طرف سے ایک بھاری سی آواز سنائی دی لیکن لہجہ بے حد ٹھہرا ہوا سا تھا تو بادشاہ یکلخت اچھل کر سیدھا ہو گیا۔

''جی سیٹھ صاحب۔ میں بادشاہ بول رہا ہوں''...... بادشاہ کے لہجے میں پہلی بار مؤدبانہ پن شامل ہوا تھا۔

''نور پور میں کیا ہوا ہے۔ تم نے مجھے رپورٹ نہیں دی۔ کیوں''...... دوسری طرف سے اسی طرح ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا گیا۔

''نور پور سپلائی پوائنٹ تھا جناب۔ وہاں ہمارا خاص آدمی سجاول کام کرتا تھا۔ کام ٹھیک چل رہا تھا کہ اچانک اطلاع ملی کہ وہاں رہنے والے کسی ریٹائرڈ سائنس دان ڈاکٹر امجد نے پولیس کو اطلاع دی ہے کہ کھیتوں میں کتے زمین کھود کر بچوں کی لاشیں نوچ رہے ہیں جس پر پولیس نے لاشیں اپنے قبضے میں کر لیں۔ وہاں کوئی ایس ایچ او لطیف علی تھا۔ اسے نجانے کس طرح سجاول پر شک ہوا تو اس نے سجاول کے ملازم کو پکڑ لیا۔ ملازم نے اسے سب کچھ بتا دیا تو اس نے سجاول کو پکڑا اور اس سے سودا بازی کرنا شروع کر دی۔ ملازم کو اس نے ایک علیحدہ مکان میں بند کر دیا۔ سجاول نے اس سے سودا بازی کی اور پھر مجھے اپنے موبائل فون کے ذریعے اطلاع دی لیکن میں نے سارا معاملہ سمیٹنے کا حکم دے دیا اور ٹونی کو

حکم دیا کہ وہ فوراً اپنے آدمیوں سمیت نور پور پہنچ جائے اور سجاول، اس کے ملازم اور پولیس والوں کا خاتمہ کر دے اور اپنا کوئی نشان پیچھے نہ چھوڑے اور واپسی پر مجھے اس وقت رپورٹ دے جب اسے یقین ہو کہ اس کا پیچھا نہیں کیا گیا۔ چنانچہ ابھی تھوڑی دیر پہلے ٹونی نے آ کر مجھے رپورٹ دی ہے۔ اس نے اپنے ساتھیوں سمیت پولیس تھانے میں موجود تمام پولیس والوں کو ایس ایچ او سمیت سجاول اور اس کے ملازم کو بھی گولیاں مار کر ہلاک کر دیا اور واپس آ گیا۔ ان کا کوئی تعاقب نہیں کیا گیا۔ ادھر میں نے اپنے آدمی وکٹر کو جس کے پولیس کے ساتھ روابط ہیں پہلے ہی یہ حکم دے دیا تھا کہ وہ نور پور میں ہمارے خاص آدمی سلطان خان کو ایس ایچ او تعینات کرا دے تاکہ اس معاملے کو آئندہ بھی مکمل طور پر بچایا جا سکے اور اس کے ساتھ ساتھ اخبارات میں بھی یہ خبر نہیں آنے دی گئی۔ صرف اتنی خبر آئی کہ نامعلوم حملہ آوروں نے پولیس تھانہ نور پور پر حملہ کر کے چند آدمیوں کو ہلاک کر دیا ہے اور پولیس کے اعلیٰ حکام تک بھی یہ بات پہنچا دی گئی کہ وہ اس سلسلے میں صرف رسمی کارروائی تک ہی محدود رہیں۔ اس لئے جناب یہ معاملہ تو مکمل طور پر ختم کر دیا گیا ہے''...... بادشاہ نے مؤدبانہ لہجے میں مسلسل بولتے ہوئے پوری تفصیل بتا دی۔

''انٹیلی جنس وغیرہ تو اس سلسلے میں کام نہیں کر رہی''...... سیٹھ اکمل نے پوچھا۔

''نہیں جناب۔ ویسے اگر کرے گی بھی تو انٹیلی جنس میں بھی ہمارے خاص آدمی موجود ہیں''...... بادشاہ نے جواب دیا۔

''اس ڈاکٹر امجد کا کیا ہوا جس کی اطلاع پر یہ سارا کام شروع ہوا ہے''...... سیٹھ اکمل نے پوچھا۔

''وہ۔ وہ تو جناب غیر متعلق آدمی ہے۔ ویسے بھی سرکاری آدمی ہے۔ اگر اسے ہلاک کیا گیا تو ہو سکتا ہے کہ کہیں اعلیٰ سطح پر کام نہ شروع ہو جائے''...... بادشاہ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''اس کی موت کو حادثاتی انداز میں سامنے لے آؤ نانسنس۔ اسے زندہ نہیں رہنا چاہئے''...... سیٹھ اکمل نے کہا۔

''حکم کی تعمیل ہو گی جناب''...... بادشاہ نے کہا تو دوسری طرف سے رابطہ ختم کر دیا گیا تو بادشاہ نے ہاتھ بڑھا کر کریڈل دبایا اور پھر ٹون آنے پر اس نے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

''نگینہ ہوٹل''...... ایک بار پھر چیختی ہوئی مردانہ آواز سنائی دی۔

''بادشاہ بول رہا ہوں''...... بادشاہ نے انتہائی کرخت لہجے میں کہا۔

''ج۔ جج۔ جی۔ جی''...... دوسری طرف سے پہلے کی طرح منمناتے ہوئے لہجے میں کہا گیا۔

''وکٹر بول رہا ہوں سر''...... چند لمحوں بعد وکٹر کی مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

''سیٹھ صاحب نے حکم دیا ہے کہ نور پور کے ڈاکٹر امجد جس

نے پولیس کو اطلاع دی تھی اسے اس طرح ہلاک کر دیا جائے کہ اس کی موت سو فیصد حادثاتی معلوم ہو اور یہ کام فوری ہونا چاہئے"۔ بادشاہ نے کہا۔

"حکم کی تعمیل ہو گی جناب"...... دوسری طرف سے کہا گیا تو بادشاہ نے مزید کچھ کہے بغیر رسیور رکھ دیا اور ایک بار پھر شراب کی بوتل اٹھا لی۔

عمران اپنے فلیٹ میں بیٹھا ایک سائنسی رسالے کے مطالعے میں مصروف تھا کہ پاس پڑے ہوئے فون کی گھنٹی بج اٹھی تو اس نے رسالے سے نظریں ہٹائے بغیر ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھایا اور کان سے لگا لیا۔

"علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) بول رہا ہوں"۔ عمران نے اپنے مخصوص لہجے میں کہا لیکن اس کی نظریں بدستور رسالے پر جمی ہوئی تھیں۔

"داور بول رہا ہوں"...... دوسری طرف سے سرداور کی آواز سنائی دی تو عمران بے اختیار چونک پڑا۔ اس کے چہرے پر حیرت کے تاثرات ابھر آئے تھے کیونکہ سرداور شاذونادر ہی فلیٹ پر فون کرتے تھے۔

"کیا آپ واقعی بول رہے ہیں"...... عمران نے کہا۔

’’کیا مطلب۔ یہ کیا بات ہوئی‘‘...... سرداور نے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

’’جناب۔ بغیر سر کے کیسے بولا جا سکتا ہے۔ چلیں اگر آپ یہ کہنے کی بجائے کہ داور بول رہا ہوں، یہ کہہ دیتے کہ سر بول رہا ہوں تو اور بات تھی‘‘...... عمران نے وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

’’فضول باتیں مت کرو۔ کیا تم نور پور جا کر ڈاکٹر امجد سے ملے تھے‘‘...... دوسری طرف سے سرداور نے کہا تو عمران ایک بار پھر چونک پڑا۔

’’جی ہاں۔ کیوں‘‘...... عمران نے پوچھا۔

’’ڈاکٹر امجد آج روڈ ایکسیڈنٹ میں ہلاک ہو گئے ہیں۔ وہ نور پور سے دارالحکومت آ رہے تھے کہ ان کی کار پوری رفتار سے ایک درخت سے ٹکرا گئی اور وہ موقع پر ہی ہلاک ہو گئے‘‘...... سرداور نے کہا۔

’’آپ کو کس نے اطلاع دی ہے‘‘...... عمران نے ہونٹ چباتے ہوئے پوچھا۔

’’ڈاکٹر امجد کے بیٹے نے‘‘...... سرداور نے کہا۔

’’کیا یہ واقعی روڈ ایکسیڈنٹ تھا‘‘...... عمران نے پوچھا۔

’’مجھے ڈاکٹر امجد نے جو تفصیل بتائی تھی اور جو تصاویر میں دیکھی تھیں۔ تمہارا ریفرنس بھی دیا گیا تھا وہ میرے ذہن میں موجود تھا اس لئے میں نے بھی ان کے بیٹے سے یہی سوال کیا تو اس نے

بتایا کہ یہ واقعی روڈ ایکسیڈنٹ تھا۔ سڑک پر موبل آئل گرا ہوا تھا جس کی وجہ سے تیز رفتار کار سلپ ہو کر درخت سے جا ٹکرائی‘‘۔ سرداور نے کہا۔

’’اوہ۔ پھر تو واقعی افسوس ہی کیا جا سکتا ہے‘‘...... عمران نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے دکھ بھرے لہجے میں کہا۔

’’جس مسئلے پر ڈاکٹر امجد نے تم سے بات کی تھی اس بارے میں تم نے کچھ کیا ہے یا نہیں‘‘...... سرداور نے پوچھا۔

’’میرے آدمی اس پر مسلسل کام کر رہے ہیں لیکن ابھی تک کوئی آدمی سامنے نہیں آیا اس لئے خاموشی ہے۔ بہرحال میں ان سفاک ترین مجرموں کو پاتال سے بھی نکال لاؤں گا‘‘...... عمران نے کہا۔

’’اوہ۔ ٹھیک ہے۔ مجھے جب ڈاکٹر امجد نے تفصیل بتائی تو میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے تھے۔ یقین کرو آج اس بات کو چار پانچ روز گزر چکے ہیں لیکن مجھ سے ابھی تک کھانا نہیں کھایا جا رہا۔ میری نظروں کے سامنے معصوم بچے آ جاتے ہیں‘‘...... سرداور نے دکھ بھرے لہجے میں کہا۔

’’آپ درست کہہ رہیں سرداور۔ یہ سفاکی کی انتہاء ہے۔ آپ بے فکر رہیں۔ یہ لوگ اپنے عبرتناک انجام تک ضرور پہنچیں گے‘‘۔ عمران نے کہا تو دوسری طرف سے اللہ حافظ کہہ کر رسیور رکھ دیا گیا تو عمران نے ہاتھ بڑھا کر رسیور کریڈل پر رکھا اور ساتھ پڑے ہوئے ٹرانسمیٹر کو اٹھا کر اس نے اس پر ٹائیگر کی فریکونسی ایڈجسٹ

کی اور پھر اس کا بٹن آن کر دیا۔

''ہیلو۔ ہیلو۔ علی عمران کالنگ۔ اوور''...... عمران نے بار بار کال دیتے ہوئے کہا۔

''یس باس۔ ٹائیگر اٹنڈنگ یو۔ اوور''...... چند لمحوں بعد ٹائیگر کی آواز سنائی دی۔

''تم نے کوئی رپورٹ نہیں دی اب تک حالانکہ دو تین دن گزر چکے ہیں۔ اوور''...... عمران نے انتہائی تلخ لہجے میں کہا۔

''باس۔ اس سجاول کے بارے میں یہاں کوئی نہیں جانتا۔ میں نور پور بھی گیا تھا۔ وہاں میں نے کوشش کی کہ تھانے پر حملہ آوروں کے بارے میں کوئی خاص بات معلوم ہو سکے لیکن ایسا بھی نہیں ہو سکا۔ ان لوگوں نے چہروں پر رومال باندھے ہوئے تھے اور ان کی کار کے بارے میں بھی کوئی کچھ نہیں بتا سکا اور نہ ہی یہاں زیر زمین دنیا میں کوئی رجب نام کا آدمی ہے۔ اوور''...... ٹائیگر نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

''تم نے بچوں کے اغوا کے سلسلے میں معلومات حاصل کی ہیں۔ اوور''...... عمران نے پوچھا۔

''یس باس۔ میں نے ایس ایس پی آفس سے معلومات حاصل کی ہیں لیکن ایسی کوئی رپورٹ ہی کسی تھانے میں درج نہیں کرائی گئی۔ میں نے سرکاری ہسپتالوں سے بھی معلومات حاصل کی ہیں۔ وہاں سے یہ معلوم ہوا ہے کہ کبھی کبھار ایک دو بچے اغوا کر لئے

جاتے ہیں لیکن ایسا کبھی کبھار ہوتا ہے۔ اوور''...... ٹائیگر نے جواب دیا۔

''تم کب نور پور گئے تھے۔ اوور''...... عمران نے پوچھا۔

''کل باس۔ اوور''...... ٹائیگر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''ابھی ابھی اطلاع ملی ہے کہ آج ڈاکٹر امجد جنہوں نے اس واردات کا سراغ لگایا تھا، نور پور سے کار میں دارالحکومت جا رہے تھے کہ ان کی کار ایک درخت سے ٹکرا کر پچک گئی اور وہ موقع پر ہی ہلاک ہو گئے اور اس کی وجہ یہ بتائی گئی ہے کہ سڑک پر موبل آئل گرا ہوا تھا جس کی وجہ سے کار سلپ ہو گئی۔ اکثر ایسا ہو تو جاتا ہے لیکن میں جہاں تک ذاتی طور پر سمجھتا ہوں ڈاکٹر امجد عمر رسیدہ آدمی تھے۔ وہ تیز رفتاری سے کار چلا ہی نہیں سکتے تھے اس لئے ہو سکتا ہے کہ یہ مجرموں کی واردات ہو۔ تم وہاں جا کر معلومات حاصل کرو۔ اگر کوئی مشکوک بات سامنے آ جائے تو پھر اس پر کام کرو۔ ممکن ہے کوئی کلیو سامنے آ جائے۔ اوور''...... عمران نے کہا۔

''یس باس۔ میں ابھی چلا جاتا ہوں۔ اوور''...... ٹائیگر نے کہا تو عمران نے اوور اینڈ آل کہہ کر ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔ عمران نے نور پور سے واپس آ کر سجاول کی کار کے بارے میں رجسٹریشن آفس سے معلومات حاصل کیں تو اسے بتایا گیا کہ کار واقعی سجاول کے نام پر ہی رجسٹرڈ تھی اور کاغذات پر اس کا پتہ گوپی محلے کا لکھا ہوا تھا۔ عمران نے اس ایڈریس پر معلومات حاصل کیں تو اسے پتہ چلا کہ یہ

غلط تھا۔ وہاں اس نام کا کوئی آدمی نہیں رہتا تھا اور سجاول کے بارے میں باوجود کوشش کے کہیں سے بھی کچھ معلوم نہ ہو سکا تھا۔ اس طرح سجاول کی کار سے کاغذ کا جو ٹکڑا ملا تھا وہ بھی بے کار ثابت ہوا تھا۔ اس پر جو نمبر درج تھا وہ نہ ہی کوئی فون نمبر تھا اور نہ ہی کسی بینک لاکر کا نمبر تھا اور ابھی ٹائیگر نے رپورٹ دی تھی کہ رجب نام کا بھی کوئی آدمی زیر زمین دنیا میں موجود نہیں ہے۔ اس لئے معاملہ وہیں رکا ہوا تھا لیکن عمران بہرحال حیران تھا کہ اتنے وسیع پیمانے پر وارداتیں ہو رہی ہیں لیکن کسی کو اس بارے میں کچھ معلوم ہی نہیں ہے لیکن ظاہر ہے جب تک کوئی کلیو نہ ملتا اس وقت تک وہ کیسے آگے بڑھ سکتا تھا اس لئے اس نے ایک طویل سانس لیا اور ایک بار پھر رسالہ اٹھا لیا۔

صدیقی اپنے فلیٹ سے باہر آ کر اسے تالا لگا رہا تھا کہ اس کے کانوں میں کسی عورت کے رونے کی آواز سنائی دی تو وہ بے اختیار چونک پڑا۔ یہ ایک پرانی بلڈنگ تھی جس میں صرف رہائشی فلیٹ ہی تھے اور صدیقی کو یہاں آئے ہوئے ابھی چند روز ہی ہوئے تھے۔ اصول کے مطابق انہیں زیادہ سے زیادہ چھ ماہ کے بعد ہر صورت میں رہائش گاہ بدلنا پڑتی تھی اس لئے سیکرٹ سروس کے سب ارکان مسلسل اپنی رہائش گاہیں بدلتے رہتے تھے اور ضروری نہیں تھا کہ وہ انتہائی مہنگے اور لگژری فلیٹس میں ہی رہیں بلکہ بعض اوقات وہ جان بوجھ کر قدیم علاقوں میں جا کر رہتے تھے تا کہ اگر ان کی کسی بھی انداز میں نگرانی ہو رہی ہو تو نگرانی کرنے والے ان کی طرف سے مطمئن ہو جائیں۔ صدیقی نے بھی ایک ہفتہ پہلے یہ فلیٹ حاصل کیا تھا اس لئے یہاں اس کی ابھی کسی سے واقفیت نہیں تھی اس لئے

عورت کے رونے کی آواز سن کر وہ چونک پڑا تھا۔ رونے کی آوازیں ساتھ والے فلیٹ سے آ رہی تھیں۔ کوئی عورت واقعی بلک بلک کر رو رہی تھی۔ صدیقی آگے بڑھا اور اس نے فلیٹ کے دروازے پر دستک دی تو اندر سے رونے کی آواز یکلخت بند ہو گئی۔ چند لمحوں بعد دروازہ کھلا اور ایک ادھیڑ عمر آدمی باہر آ گیا۔ وہ اپنے لباس اور انداز سے کسی سرکاری محکمے کا ملازم لگتا تھا۔

''جی صاحب''...... اس آدمی نے حیرت بھری نظروں سے صدیقی کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''میرا نام صدیقی ہے اور میں آپ کے ساتھ والے فلیٹ میں رہتا ہوں۔ میں ابھی باہر جانے کے لئے اپنا فلیٹ لاک کر رہا تھا کہ میں نے آپ کے فلیٹ سے کسی خاتون کے رونے کی آواز سنی ہے اور بطور ہمسایہ میرا یہ فرض بنتا ہے کہ اگر میری کسی مدد کی ضرورت ہو تو میں حاضر ہوں''...... صدیقی نے بڑے نرم لہجے میں کہا۔

''آپ کیا مدد کریں گے جناب۔ اب یہ تو ہمارا عمر بھر کا رونا ہے۔ آپ کی مہربانی۔ آپ اپنا وقت ضائع نہ کریں''...... اس آدمی نے طویل سانس لیتے ہوئے انتہائی افسردہ سے لہجے میں کہا۔

''محترم۔ آپ پریشان نہ ہوں۔ جو بھی بات ہے مجھے بتا دیں میں انتہائی حساس آدمی ہوں ورنہ مجھے تو نیند ہی نہیں آئے گی''۔ صدیقی نے کہا۔

''آیئے اندر آ جایئے''...... اس آدمی نے چند لمحے سوچنے کے بعد کہا اور اندر داخل ہو کر ایک طرف ہٹ گیا تو صدیقی اندر داخل ہوا۔ چونکہ تمام فلیٹس ایک ہی طرز کے بنے ہوئے تھے اس لئے صدیقی کو معلوم تھا کہ دروازے کے بعد چھوٹی سی راہداری ہے جس کا اختتام سٹنگ روم میں ہوتا ہے اور پھر وہاں سے بیڈ روم اور کچن کو راستہ جاتا ہے اس لئے وہ سٹنگ روم میں پہنچ گئے۔

''تشریف رکھیں''...... اس آدمی نے کمرے میں موجود ایک کرسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا اور پھر وہ خود بھی ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔

''میرا نام الطاف حسین ہے اور میں محکمہ ریلوے میں آفس سپرنٹنڈنٹ ہوں۔ میری شادی کو اٹھارہ سال ہو گئے ہیں لیکن میں اولاد کی نعمت سے محروم تھا۔ میں نے اور میری بیوی نے اس سلسلے میں کیا کچھ نہیں کیا اور کہاں کہاں سے علاج نہیں کرایا۔ بہرحال اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہو گیا اور شادی کے سترہ سال بعد میری بیوی امید سے ہو گئی۔ ہم سب بے حد خوش تھے اور آپریشن سے میری بیوی کے ہاں لڑکا پیدا ہوا جو بے حد صحت مند اور ہر طرح سے نارمل تھا۔ ڈلیوری ایک پرائیویٹ ہسپتال میں ہوئی اور تیسرے روز ہم بچے کو لے کر اپنے آبائی گاؤں عالم پور چلے گئے۔ لیکن ابھی وہاں پہنچے ہمیں چار روز ہی ہوئے تھے کہ اچانک دو مسلح افراد رات کو گھر میں داخل ہوئے اور ہم سب کو انہوں نے یرغمال بنا کر ایک کمرے میں

بند کر دیا۔ ہم سمجھے کہ وہ ڈاکو ہیں لیکن وہ میری بیوی سے جو علیحدہ
کمرے میں بچے سمیت سوئی ہوئی تھی بچہ زبردستی چھین کر چلے
گئے۔ میری بیوی کو انہوں نے سر پر ضرب لگا کر بے ہوش کر دیا
تھا۔ بہرحال جب ہم اس کمرے کی کنڈی توڑ کر باہر آئے تو میری
بیوی کمرے میں بے ہوش پڑی ہوئی تھی اور بچہ غائب تھا جبکہ گھر
میں کسی چیز کو نہ چھیڑا گیا تھا۔ اس کے بعد ہم نے اپنی لاکھ کوششیں
کر لیں لیکن نہ ان لوگوں کا پتہ چل سکا اور نہ ہی بچہ واپس مل سکا۔
ہم نے وہاں پولیس میں رپورٹ درج کرائی لیکن پولیس نے بھی
سب کوششیں کر لیں لیکن نجانے ان لوگوں کو زمین کھا گئی یا آسمان
نگل گیا۔ آج چھ ماہ سے زیادہ عرصہ ہو گیا ہے بچے کو اغوا ہوئے
لیکن آج تک اس کا کوئی پتہ نہ چل سکا۔ اب ویسے بھی میری بیوی
کی گود ہری نہیں ہو سکتی اور میری عمر بھی آپ کے سامنے ہے۔ اب
مزید کسی بچے کی کوئی امید نہیں ہے۔ بس میری بیوی کا کام اب
صرف رونا رہ گیا ہے۔ وہ بیٹھے بیٹھے اکثر بلک بلک کر رونا شروع
کر دیتی ہے۔ آپ بتائیں کہ میں کیا کر سکتا ہوں اور میرا دل جانتا
ہے کہ میری اپنی کیا حالت ہے۔ لیکن اب کیا کیا جائے''......
الطاف حسین نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا لیکن اس کا لہجہ بہت ہی
افسردہ تھا۔

''اوہ۔ اوہ۔ ویری سیڈ۔ یہ تو بہت بڑی ٹریجڈی ہے۔ یہ تو
انتہائی خوفناک واردات ہے۔ بچے کو ملنا چاہئے یا کم از کم مجرموں کو

گرفتار ہونا چاہئے''...... صدیقی نے افسوس بھرے لہجے میں کہا۔

''آپ کا کیا خیال ہے۔ کیا میں نے کوئی کمی چھوڑی ہو گی۔
ہمارے جگر کا ٹکڑا غائب کر دیا گیا۔ میں نے ہر وہ دروازہ کھٹکھٹا کر
دیکھ لیا ہے جہاں سے کام ہو سکتا تھا لیکن''...... الطاف حسین نے کہا
اور پھر ایک طویل سانس لے کر خاموش ہو گیا۔

''آپ کو وہ تاریخ تو یاد ہو گی جب آپ کا بچہ اغوا ہوا تھا۔
درست اور صحیح تاریخ''...... صدیقی نے پوچھا۔

''جی ہاں۔ جولائی کی سولہ تاریخ تھی۔ رات کو دس بجے کے
قریب واردات ہوئی تھی''...... الطاف حسین نے جواب دیتے ہوئے
کہا۔

''قصبہ عالم پور بتایا ہے نا آپ نے''...... صدیقی نے کہا۔

''جی ہاں''...... الطاف حسین نے کہا۔

''اس مکان کا ایڈریس بتا دیں جہاں یہ واردات ہوئی تھی''۔
صدیقی نے کہا۔

''آپ کیا کریں گے''...... الطاف حسین نے چونک کر کہا۔

''میں بھی اپنے طور پر کوشش کروں گا۔ پولیس کے اعلیٰ ترین
حکام میں میرے بھی چند دوست موجود ہیں''...... صدیقی نے کہا۔

''عالم پور کے معروف علاقے گولڑہ والا محلہ میں سرخ اینٹوں
سے بنا ہوا مکان ہے۔ میرے بڑے بھائی اپنے بچوں سمیت وہاں
رہتے ہیں۔ میرے بھائی کا نام ریاض حسین ہے۔ وہ وہاں زمیندارہ

کرتے ہیں'' ...... الطاف حسین نے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ آپ خاتون کو تسلی دیں۔ اللہ تعالیٰ اپنا فضل کرے گا۔ اب مجھے اجازت'' ...... صدیقی نے اٹھتے ہوئے کہا۔

''ارے بیٹھیں۔ میں نے آپ سے کچھ پینے کے لئے بھی نہیں پوچھا اور نہ آپ نے اپنے بارے میں کچھ بتایا ہے'' ...... الطاف حسین نے بھی اٹھتے ہوئے کہا۔

''میرا نام صدیقی ہے اور میرا امپورٹ ایکسپورٹ کا بزنس ہے لیکن چل پھر کر یہ کام ہوتا ہے تاکہ ٹیکسز سے بچا جا سکے۔ پینے والی کوئی بات نہیں۔ مجھے امید ہے کہ آپ سے بچے کے ملنے کی مٹھائی کھاؤں گا'' ...... صدیقی نے کہا۔

''اللہ تعالیٰ آپ کی زبان مبارک کرے۔ ہم میاں بیوی تو دوبارہ زندہ ہو جائیں گے'' ...... الطاف حسین نے کہا اور پھر وہ صدیقی کو دروازے تک چھوڑنے آیا۔ صدیقی اجازت لے کر سیڑھیاں اترتا چلا گیا۔ اس کے ذہن میں بھونچال سا آیا ہوا تھا۔ اسے یہ سب واقعہ سن کر واقعی دلی طور پر افسوس ہوا تھا۔ پہلے وہ لنچ کرنے جا رہا تھا لیکن اب اس نے لنچ کا ارادہ بدل دیا اور کار لے کر وہ نعمانی کے فلیٹ کی طرف بڑھ گیا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ نعمانی کو ساتھ لے کر عالم پور خود جائے اور وہاں جا کر اس بارے میں معلومات حاصل کرے۔ اسے یقین تھا کہ یہ واردات کرنے والے عالم پور کے ہی لوگ ہوں گے ورنہ کسی بڑے شہر سے صرف ایک

نوزائیدہ بچہ اغوا کرنے کوئی مجرم عالم پور نہیں جا سکتا۔ صرف اسے ایک بات بار بار کھٹک رہی تھی کہ بچے کے اغوا کو چھ ماہ گزر چکے تھے اور یہی سب سے بڑا مسئلہ تھا۔ بہرحال اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ اس سلسلے میں اپنے طور پر کوشش ضرور کرے گا چاہے اس کا کوئی نتیجہ نکلے یا نہ نکلے۔ یہ سب باتیں سوچتا ہوا صدیقی، نعمانی کے فلیٹ پر پہنچ گیا اور جب نعمانی کو اس نے الطاف حسین اور اس کے بچے کے بارے میں تفصیل بتائی تو اسے بھی بے حد افسوس ہوا۔

''ایک منٹ۔ مجھے سوچنے دو'' ...... اچانک نعمانی نے چونکتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ صدیقی حیرت سے اسے دیکھنے لگا کیونکہ اسے نعمانی کے چونکنے کی وجہ سمجھ میں نہ آ رہی تھی۔

''اوہ ہاں۔ مجھے یاد آ گیا۔ چار روز پہلے کی بات ہے میں ہوٹل شالیمار میں لنچ کر رہا تھا کہ ایک ویٹر نے مجھ سے پوچھا کہ کیا میں کسی قصبے عالم پور کے بارے میں جانتا ہوں۔ میں نے اس سے پوچھا کہ وہ کیوں پوچھ رہا ہے۔ اور پھر خاص طور اس نے مجھ سے کیوں پوچھا ہے تو اس نے مجھے بتایا کہ اس کے سسرالی رشتہ دار عالم پور میں رہتے ہیں اور ابھی اسے گھر سے اطلاع آئی ہے کہ عالم پور میں ان سسرالی رشتہ داروں کے ایک نوزائیدہ بچے کو جبراً اغوا کر لیا گیا ہے اس لئے مجھے چھٹی لے کر خود عالم پور جانا ہو گا جبکہ وہ جانتا نہ تھا کہ یہ عالم پور کہاں ہے اور اس نے مجھ سے یہ

بات اس لئے پوچھی تھی کہ اس کے خیال کے مطابق میں سفری بزنس مین ہوں اس لئے میں پاکیشیا کے تمام چھوٹے بڑے علاقوں کو جانتا ہوں گا''...... نعمانی نے کہا۔

''اس کا مطلب ہے کہ عالم پور ایسی وارداتوں کا گڑھ ہے۔ میں اس لئے پریشان تھا کہ اس واقعہ کو چھ ماہ گزر چکے ہیں اس لئے اب وہاں سے مشکل سے ہی کوئی سراغ ملے گا لیکن چار روز پہلے کے واقعہ کے بعد تو وہاں کام ہوسکتا ہے''...... صدیقی نے کہا۔

''ہاں۔ تو پھر چیف سے بات کر لو تاکہ ہم فوراً وہاں کے لئے روانہ ہو جائیں''...... نعمانی نے کہا۔

''چیف سے کیوں''...... صدیقی نے چونک کر کہا۔

''ظاہر ہے عالم پور یہاں سے چار پانچ سو کلومیٹر دور ہے۔ وہاں ہم چند گھنٹوں میں تو آ جا نہیں سکتے اور ہوسکتا ہے کہ ہمیں وہاں چند روز رہنا بھی پڑے''...... نعمانی نے کہا۔

''لیکن چیف نے پوری تفصیل پوچھنی ہے۔ کیوں نہ جولیا سے بات کر لی جائے''...... صدیقی نے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ جولیا سے بات کر لو''...... نعمانی نے کہا تو صدیقی نے رسیور اٹھایا اور نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

''جولیا بول رہی ہوں''...... رابطہ قائم ہوتے ہی جولیا کی آواز سنائی دی۔

''صدیقی بول رہا ہوں مس جولیا''...... صدیقی نے کہا۔

''اوہ تم۔ آج کیسے فون کیا ہے۔ کیا کوئی خاص بات ہے''۔ جولیا نے مسکراتے ہوئے لہجے میں کہا تو صدیقی نے اسے ساری تفصیل بتا دی۔

''اوہ۔ ویری بیڈ صدیقی۔ ہمارا معاشرہ کیا اس حد تک گراوٹ کا شکار ہو گیا ہے کہ نوزائیدہ بچوں کو جبراً اغوا کیا جا رہا ہے اور کوئی پوچھنے والا ہی نہیں۔ تم اور نعمانی فوراً جاؤ اگر کوئی بات ہوئی تو میں سنبھال لوں گی''...... جولیا نے کہا۔

''تھینک یو مس جولیا''...... صدیقی نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔ تھوڑی دیر بعد صدیقی اپنی کار میں سوار عالم پور کی طرف بڑھا چلا جا رہا تھا جبکہ نعمانی سائیڈ سیٹ پر اس کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ پھر تقریباً آٹھ گھنٹوں کے مسلسل اور خاصے تیز رفتار سفر کے بعد وہ عالم پور پہنچ گئے۔ انہیں وہاں پہنچتے پہنچتے رات پڑ گئی تھی۔ عالم پور خاصا بڑا قصبہ نما شہر تھا اور یہاں چند ہوٹل بھی تھے۔ ایک قدرے معقول ہوٹل میں انہوں نے دو کمرے لئے اور پھر وہ دونوں ایک ہی کمرے میں اکٹھے ہوئے۔ یہ کمرہ صدیقی کے نام بک تھا۔ صدیقی نے فون کر کے کھانا وہیں منگوا لیا تھا اس لئے اب وہ کھانے کے انتظار میں بیٹھے ہوئے تھے۔ تھوڑی دیر بعد دروازے پر دستک ہوئی۔

''یس کم ان''...... صدیقی نے کہا اور اس کے ساتھ ہی دروازہ کھلا اور ویٹر ٹرالی دھکیلتا ہوا اندر داخل ہوا۔ اس نے ان کی درمیانی

میز پر کھانے کے برتن لگانے شروع کر دیئے۔

''کیا نام ہے تمہارا''...... صدیقی نے ویٹر سے مخاطب ہو کر کہا۔

''جناب میرا نام شمس ہے''...... ویٹر نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

''کیا تم یہیں کے رہنے والے ہو''...... صدیقی نے پوچھا۔

''جی ہاں جناب۔ میرے آباؤ اجداد یہیں کے رہنے والے ہیں''...... ویٹر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''ہم دارالحکومت سے آئے ہیں اور ہمارا تعلق سپیشل پولیس سے ہے۔ ہمارے محکمے کو رپورٹیں ملی ہیں کہ یہاں عالم پور میں نوزائیدہ بچوں کو اغوا کرنے کی وارداتیں ہو رہی ہیں۔ چھ ماہ پہلے ایک گھر میں باقاعدہ واردات کر کے نوزائیدہ بچے کو اغوا کر لیا گیا۔ اسی طرح ایک ویٹر کے عزیزوں کا نوزائیدہ بچہ چار پانچ روز پہلے اغوا کر لیا گیا۔ کیا تم کوئی ایسا کلیو بتا سکتے ہو جس پر کام کیا جا سکے۔ یہ تمہارا انسانیت پر احسان ہو گا کیونکہ یہ وارداتیں انتہائی ننگ انسانیت ہیں اور ایسے مجرم معمولی سی رعایت کے بھی مستحق نہیں ہیں''...... صدیقی نے مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

''جناب۔ مجھے تو اس بارے میں کچھ معلوم نہیں ہے''...... ویٹر نے جواب دیا۔

''ٹھیک ہے۔ مت بتاؤ تمہاری مرضی''...... صدیقی نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

''جناب۔ آپ ناراض نہ ہوں۔ جو مجرم یہ ننگ انسانیت کام کر

سکتے ہیں وہ مجھ جیسے غریب کو تو میرے پورے خاندان سمیت تباہ و برباد کر کے رکھ دیں گے''...... ویٹر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''تم اس بات کی فکر مت کرو۔ یہ ہمیں بھی معلوم ہے۔ ہم تمہیں حلف دیتے ہیں کہ تمہارا نام کبھی سامنے نہیں آئے گا''...... صدیقی نے کہا۔

''مجھے آپ پر اعتماد ہے جناب۔ یہاں ایک محلہ ہے جسے کالا بازار کہا جاتا ہے۔ وہاں ایک ہوٹل ہے جسے لالو کا ہوٹل کہا جاتا ہے۔ اس کا مالک بہت بڑا غنڈہ اور بدمعاش ہے۔ چار روز پہلے جو بچہ اغوا کیا گیا وہ لالو نے ہی کرایا تھا''...... ویٹر نے آہستہ سے کہا۔

''تمہیں کیسے معلوم ہوا''...... صدیقی نے پوچھا۔

''جناب۔ میرا اپنا مکان اس کالے بازار میں ہے اور میں لالو بدمعاش کے آدمیوں کو بھی پہچانتا ہوں۔ میں نے ایک آدمی جس کا نام تاجو ہے، کے پاس سفید کپڑے میں لپٹا ہوا بچہ دیکھا تھا۔ وہ ہوٹل میں داخل ہو رہا تھا۔ میں حیران تھا کہ یہ بدمعاش کیوں بچہ اٹھائے ہوٹل میں جا رہا ہے لیکن چونکہ وہ لوگ بڑے خطرناک بدمعاش ہیں اس لئے میں خاموش ہو گیا لیکن پھر مجھے پتہ چلا کہ کوئی بچہ اغوا کیا گیا ہے لیکن میں اپنی اور اپنے بچوں کی جان کے خوف سے خاموش ہو گیا۔ آپ نے جس طرح حلف کی بات کی تھی نجانے کیوں مجھے یقین آ گیا کہ آپ جو کچھ کہہ رہے ہیں وہ درست کہہ رہے ہیں''...... ویٹر نے تفصیل سے بات کرتے ہوئے

کہا۔

''ٹھیک ہے۔ تم جاؤ اور سب کچھ بھول جاؤ''...... صدیقی نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے جیب سے ایک بڑا نوٹ نکال کر ویٹر کی طرف بڑھا دیا۔

''نہیں جناب۔ یہ واقعی ننگ انسانیت جرم ہے اور میں اس سلسلے میں رقم لے کر گنہگار نہیں ہونا چاہتا۔ آپ کی مہربانی''...... ویٹر نے کہا اور مڑ کر تیزی سے بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

''چلو کچھ تو معلوم ہوا۔ اب آگے بات چلے گی''...... نعمانی نے کہا۔

''کھانا کھا کر ابھی چلتے ہیں۔ ایسے ہوٹل رات گئے تک کھلے رہتے ہیں''...... صدیقی نے کہا۔

''تمہاری بات درست ہے لیکن یہ آسانی سے قبول نہیں کریں گے۔ ہمیں ہوٹل سے ہٹ کر کوئی ٹھکانہ تلاش کرنا پڑے گا تاکہ ان سے پوچھ گچھ کی جا سکے''...... نعمانی نے کہا۔

''اتنے لمبے چوڑے بکھیڑے میں پڑنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہمیں یہ سب کچھ تیز رفتاری سے کرنا ہو گا اور یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ اس ویٹر کے رشتہ دار بچے کو ان لوگوں نے اٹھایا ہو اور الطاف حسین کے بچے کو کسی اور نے اٹھایا ہو اس لئے ہمیں اصل سرغنہ تک پہنچنا ہو گا''...... صدیقی نے کہا اور پھر کھانا کھانے کے بعد وہ دونوں اٹھے اور ہوٹل سے باہر آ کر وہ پوچھتے پوچھتے اس کالے بازار نامی

محلے میں پہنچ گئے۔ وہاں واقعی ایک عام سا ہوٹل تھا جس کے باہر بہت سے لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ صدیقی اور نعمانی اندر داخل ہوئے تو کاؤنٹر پر ایک تیم شحیم بدمعاش آدمی کھڑا تھا۔ وہ صدیقی اور نعمانی کو دیکھ کر چونک پڑا۔ اس کے چہرے پر حیرت کے تاثرات نمایاں ہو گئے تھے۔

''جی جناب''...... اس آدمی نے صدیقی اور نعمانی کے کاؤنٹر کے قریب پہنچنے پر کہا۔

''لالو سے ملنا ہے۔ ہم دارالحکومت سے آئے ہیں''...... صدیقی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''آپ کو باس سے کیا کام ہے جناب''...... اس آدمی نے مشکوک لہجے میں کہا۔

''ہم نے اس سے چند سفید کبوتروں کا سودا کرنا ہے''۔ صدیقی نے کہا۔

''سفید کبوتر۔ کیا مطلب جناب۔ میں سمجھا نہیں''...... اس آدمی نے اور زیادہ چونکتے ہوئے کہا۔

''دارالحکومت میں سفید کبوتر نئے پیدا ہونے والے بچوں کو کہا جاتا ہے''...... صدیقی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''نوزائیدہ بچوں کو۔ یہ کیا بات ہوئی جناب''...... اس آدمی نے بری طرح چونکتے ہوئے کہا۔

''تمہارا نام کیا ہے''...... صدیقی نے پوچھا۔

”میرا نام تاجو ہے۔ میں لالو کا چھوٹا بھائی ہوں اور بھائی لالو تو دو روز سے دارالحکومت گئے ہوئے ہیں“...... تاجو نے کہا۔

”تو پھر آپ سے سودا ہو سکتا ہے۔ بولو کتنی رقم میں سودا ہو سکتا ہے“...... صدیقی نے کہا۔

”نہیں جناب۔ میں نے تو زندگی بھر ایسا کوئی کام نہیں کیا۔ اس بزنس کے بارے میں، میں تو سن ہی آپ سے رہا ہوں اور اس سے آپ کو کیا فائدہ ہو گا جناب“...... تاجو نے کہا۔

”اندر کسی کمرے میں بیٹھتے ہیں۔ وہاں تفصیل سے بات ہو گی“...... صدیقی نے کہا۔

”ہاں آؤ“...... تاجو نے کہا اور پھر اس نے ایک آدمی کو بلا کر وہاں کاؤنٹر پر کھڑے ہونے کے لئے کہا اور پھر صدیقی اور نعمانی کو ساتھ لے کر وہ سیڑھیاں چڑھ کر اوپر دوسری منزل کے ایک کمرے میں پہنچ گیا۔ یہ کمرہ آفس کے انداز میں سجایا گیا تھا۔

”آپ کا تعلق پولیس سے ہے جناب“...... اچانک تاجو نے پوچھا تو صدیقی بے اختیار ہنس پڑا۔

”پولیس والے سفید کبوتر خریدنے نہیں آیا کرتے۔ وہ تو دوسروں کو سفید کبوتر بنانے کے ماہر ہوتے ہیں۔ ہمارا تعلق دارالحکومت کے ایک گروپ سے ہے۔ ہم ان سفید کبوتروں کو بے اولاد ماں باپ کو انتہائی بھاری قیمت پر فروخت کرتے ہیں“...... صدیقی نے کہا۔

”آپ کو یہاں کس نے بھیجا ہے“...... تاجو نے پوچھا۔

”دارالحکومت کے ایک ہوٹل کے ویٹر نے ٹپ دی ہے“۔ صدیقی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”آپ کو جس نے بھی بتایا ہے غلط بتایا ہے جناب۔ ویسے آپ مہمان ہیں۔ آپ جو خدمت کہیں وہ میں کرنے کے لئے تیار ہوں“...... تاجو نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”ہمیں تو سفید کبوتر چاہئیں۔ سودا کر سکتے ہو تو بولو ورنہ ہم واپس چلے جاتے ہیں“...... صدیقی نے اٹھتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی نعمانی بھی اٹھ کھڑا ہوا۔

”آخری بار کہہ رہا ہوں کہ اب آئندہ یہ نام نہ لیں۔ جب میں نے کہہ دیا ہے کہ ہم ایسا کام نہیں کرتے تو پھر“...... تاجو کے لہجے میں یکلخت غصہ عود کر آیا تھا۔

”غصہ دکھانے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہمیں حتمی اطلاع ملی ہے کہ تم یہ کام کرتے ہو اور تمہیں خود سفید کپڑے میں ایک بچے کو لپیٹ کر اٹھائے اس ہوٹل میں داخل ہوتے دیکھا گیا ہے“...... نعمانی نے کہا۔

”چلو جاؤ اب۔ اب معاملہ میری برداشت سے باہر ہو گیا ہے۔ جاؤ“...... تاجو نے یکلخت چیختے ہوئے کہا لیکن دوسرے ہی لمحے وہ چیختا ہوا اچھلا اور ایک دھماکے سے سامنے والی دیوار سے ٹکرا کر نیچے جا گرا۔ نیچے گرتے ہی اس نے اٹھنے کی کوشش کی لیکن نعمانی کی لات حرکت میں آئی اور اس کی کنپٹی پر پڑنے والی بھرپور ضرب نے

اسے پوری طرح چیخنے بھی نہ دیا اور وہ وہیں گر کر ڈھیر ہو گیا۔

’’تم باہر کا خیال رکھو نعمانی‘‘...... صدیقی نے کہا اور پھر آگے بڑھ کر اس نے فرش پر گٹھڑی بنے ہوئے تاجو کو اٹھا کر ایک کرسی پر ڈالا۔ کھڑکی سے پردہ اتار کر اس نے اسے رسی کے انداز میں لپیٹا اور پھر اس رسی کی مدد سے اس نے تاجو کو کرسی کے ساتھ باندھ دیا۔ اس کے بعد اس نے اس کے چہرے پر پے در پے تھپڑ مارنے شروع کر دیئے۔ تیسرے یا چوتھے تھپڑ پر تاجو چیختا ہوا ہوش میں آ گیا اور ہوش میں آتے ہی اس نے ایک جھٹکے سے اٹھنے کی کوشش کی لیکن بندھے ہونے کی وجہ سے وہ صرف جھٹکا کھا کر رہ گیا۔ صدیقی چونکہ پوری طرح تیاری کر کے آیا تھا اس لئے اس نے کوٹ کی ایک مخصوص جیب سے تیز دھار خنجر نکال لیا۔

’’تم۔ تم۔ کیا مطلب۔ تم کون ہو۔ چھوڑ دو مجھے‘‘...... تاجو نے کرسی پر پہلو بدلنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا لیکن دوسرے لمحے اس کے حلق سے اس طرح چیخ نکلی جیسے نجانے کتنے عرصے سے اس کے حلق میں اٹکی ہوئی ہو۔ اس کے ساتھ ہی اس کی بائیں آنکھ کا ڈھیلا نکل کر باہر آ گرا تھا۔ اس نے چیختے ہوئے ادھر ادھر بری طرح سر مارا اور پھر اس کی گردن ایک طرف ڈھلک گئی۔ وہ تکلیف کی شدت سے بے ہوش ہو چکا تھا۔

’’اس کی چیخیں نیچے نہ پہنچ جائیں‘‘...... نعمانی نے جو دروازے کے قریب کھڑا تھا تشویش بھرے لہجے میں کہا۔

’’مشین پسٹل تو ہے تمہارے پاس۔ جو نظر آئے اڑا دو‘‘...... صدیقی نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ایک بار پھر تاجو کے چہرے پر تھپڑ مارنے شروع کر دیئے اور تاجو ایک بار پھر چیختا ہوا ہوش میں آ گیا لیکن اس کے چہرے پر شدید ترین تکلیف کے آثار نمایاں تھے۔ نعمانی نے اس کی ایک آنکھ نکال دی تھی جبکہ دوسری آنکھ کا رنگ گہرا سرخ ہو گیا تھا۔

’’اب میں تمہاری دوسری آنکھ بھی نکال دوں گا اور پھر تمہارے جسم کی تمام ہڈیاں توڑی جائیں گی۔ اس کے بعد تم اپاہج حالت میں عالم پور کے فٹ پاتھ پر پڑے نظر آؤ گے اور تمہارے جسم پر پڑنے والے زخموں پر مکھیاں بھنبھنائیں گی اور تم ایک مکھی کو اڑانے کی قوت نہ رکھتے ہو گے تب تمہیں احساس ہو گا کہ اصل زندگی کیا ہے‘‘...... صدیقی نے باقاعدہ ڈائیلاگ بولتے ہوئے کہا۔

’’مم۔ مم۔ مجھے مت مارو۔ تم ظالم ہو۔ سفاک ہو۔ مجھے مت مارو‘‘...... تاجو نے اس بار تقریباً رو دینے والے لہجے میں کہا۔ صدیقی نے جس بے دردی سے اس کی آنکھ نکال دی تھی اس سے تاجو جیسا عام سا بدمعاش انتہائی خوفزدہ ہو گیا تھا۔

’’تو پھر بتا دو کہ لالو کہاں ہے اور سفید کبوتر کہاں بھیجے جاتے ہیں اور سن لو کہ اب اگر تم نے آئیں بائیں شائیں کی یا جھوٹ بولا تو خنجر حرکت میں آ جائے گا اور تم ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اندھے ہو جاؤ گے۔ سچ بول دو۔ ہم خاموشی سے چلے جائیں گے‘‘...... صدیقی

نے کہا۔

''تم۔ تم کون ہو۔ تم کیا پوچھنا چاہتے ہو''...... تاجو نے خوف سے لرزتے ہوئے لہجے میں کہا۔

''میں سوال دوہرانے کا عادی نہیں ہوں''...... صدیقی نے یکلخت غراتے ہوئے کہا۔

''لالو۔ لالو واقعی دارالحکومت گیا ہوا ہے۔ وہ چار بچے ساتھ لے گیا ہے۔ ایک بچہ یہاں عالم پور سے چھینا گیا ہے جبکہ تین بچے دور دراز کے گاؤں سے اٹھائے گئے ہیں''...... تاجو نے کہا۔

''کس کو دیتا ہے لالو بچے''...... صدیقی نے انتہائی کرخت لہجے میں کہا۔

''استاد کالو کو۔ استاد کالو کو۔ نارنگ روڈ پر اس کا ہوٹل ہے۔ لالو استاد کالو کو بچے پہنچاتا ہے۔ ہر بچے کے دس ہزار ملتے ہیں''۔ تاجو نے جواب دیا۔

''استاد کالو کیا کرتا ہے ان بچوں کا''...... صدیقی نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

''سنا ہے کہ ان بچوں کی آنکھیں نکال لی جاتی ہیں اور انہیں ہلاک کر کے زمین میں دبا دیا جاتا ہے۔ ان بچوں کی آنکھوں کو کوئی بڑا سیٹھ خرید لیتا ہے اور استاد کالو کو لاکھوں روپے ملتے ہیں اور وہ سیٹھ انہیں یورپ اور ایکریمیا بھجوا دیتا ہے جہاں سے وہ کروڑوں ڈالر وصول کرتا ہے۔ ان آنکھوں کو وہاں امیر لوگ جو اندھے ہوں

یا جن کی آنکھیں خراب ہوں خرید لیتے ہیں اور ان کی آنکھوں میں بینائی آ جاتی ہے''...... تاجو نے مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

''کیا تمام بچے استاد کالو ہی وصول کرتا ہے یا کوئی اور بھی ایسا کرتا ہے''...... صدیقی نے پوچھا۔

''وہی کرتا ہے۔ اردگرد کے تمام علاقوں سے بچے اسی کو پہنچائے جاتے ہیں''...... تاجو نے جواب دیا۔

''کتنے بچے اب تک تم لوگ اغوا کر کے فروخت کر چکے ہو''۔ صدیقی نے پوچھا۔

''جتنے بھی آسانی سے مل جائیں۔ ویسے ہر ماہ دس بارہ بچے تو مل ہی جاتے ہیں''...... تاجو نے جواب دیا۔

''کب سے یہ کام ہو رہا ہے''...... صدیقی نے پوچھا۔

''ایک سال سے بھی زیادہ ہو گیا ہے''...... تاجو نے جواب دیا۔

''کیا پولیس اور بچوں کے والدین کوئی کارروائی نہیں کرتے''۔ صدیقی نے پوچھا۔

''پولیس باقاعدہ استاد لالو سے بھتہ لیتی ہے اور بچوں کے ماں باپ خود ہی رو دھو کر خاموش ہو جاتے ہیں''...... تاجو نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''استاد لالو کب واپس آئے گا''...... صدیقی نے پوچھا۔

''وہ کل گیا ہے۔ دو تین روز بعد واپس آئے گا''...... تاجو نے کہا تو صدیقی نے ہاتھ میں پکڑا ہوا خنجر پوری قوت سے تاجو کی شہ

رگ میں اتار دیا۔ تاجو چند لمحے اسی بندھی ہوئی حالت میں پھڑکتا رہا اور پھر ساکت ہو گیا۔ صدیقی نے خنجر باہر کھینچا اور اسے تاجو کے لباس سے صاف کر کے واپس کوٹ کی جیب میں رکھ لیا۔

"آؤ نعمانی۔ ہم نے فوراً اس استاد کالو تک پہنچنا ہے۔ شاید ان بچوں کو بچایا جا سکے"...... صدیقی نے کہا تو نعمانی نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"میرے تو تصور میں بھی نہ تھا کہ یہ لوگ اس قدر سفاکانہ کام کرتے ہوں گے۔ میں تو سمجھا تھا کہ بچے بے اولاد جوڑوں کو فروخت کئے جاتے ہوں گے"...... نعمانی نے جھرجھری سی لیتے ہوئے کہا۔

"یہ بہت بڑے پیمانے پر کام ہو رہا ہے اور اب یہ کیس فور سٹارز کا ہے۔ ہم نے اس پورے ریکٹ کو ختم کرنا ہے"...... صدیقی نے کہا اور پھر وہ دونوں سیڑھیاں اتر کر نیچے پہنچ گئے۔

"تاجو نوٹ گن رہا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ اسے ڈسٹرب نہ کیا جائے"...... صدیقی نے کاؤنٹر پر کھڑے ہوئے آدمی سے کہا تو اس نے دانت نکالتے ہوئے اثبات میں سر ہلا دیا اور پھر وہ دونوں اس ہوٹل سے باہر آ گئے۔ تھوڑی دیر بعد نعمانی اور صدیقی واپس اس ہوٹل پہنچ گئے جہاں وہ رہائش پذیر تھے اور پھر انہوں نے فوراً کمرے چھوڑے اور کار لے کر پوری رفتار سے واپس دارالحکومت کی طرف روانہ ہو گئے۔

عمران اپنے فلیٹ میں ہی موجود تھا۔ سلیمان شاپنگ کے لئے مارکیٹ گیا ہوا تھا اور اس کی واپسی تین چار گھنٹوں تک ممکن نہیں تھی اس لئے عمران اطمینان سے بیٹھا اخبارات اور رسائل کے مطالعہ میں مصروف تھا کہ کال بیل کی آواز سنائی دی۔

"ارے آنے والوں کو نجانے کیسے معلوم ہو جاتا ہے کہ اس وقت سلیمان گھر پر موجود نہیں ہے"...... عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا اور اسی لمحے دوبارہ کال بیل کی آواز سنائی دی۔

"ارے۔ ارے۔ پہنچنے تو دو دروازے تک"...... عمران نے کہا اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا وہ دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

"کون ہے"...... عمران نے اپنی عادت کے مطابق دروازہ کھولنے سے پہلے اونچی آواز میں پوچھا۔

"صدیقی ہوں عمران صاحب۔ میرے ساتھ نعمانی بھی ہے"۔

باہر سے صدیقی کی آواز سنائی دی تو عمران کے چہرے پر حیرت کے تاثرات ابھر آئے اور پھر اس نے جلدی سے دروازہ کھول دیا۔

''واہ۔ سچا بھی اور نہ ماننے والا بھی۔ کمال ہے۔ اسے کہتے ہیں حق و باطل کا اکٹھا ہونا''...... عمران نے ایک طرف ہٹتے ہوئے کہا تو صدیقی اور نعمانی دونوں بے اختیار ہنس پڑے۔

''سلیمان موجود نہیں ہے فلیٹ میں''...... صدیقی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''اسے معلوم ہے کہ کس وقت فلیٹ سے غائب ہونا چاہئے''۔ عمران نے دروازہ بند کرتے ہوئے کہا تو صدیقی اور نعمانی ایک بار پھر ہنس پڑے۔

''بیٹھو۔ میں دیکھتا ہوں شاید کچن میں چائے کے دو چار قطرے کسی کیتلی میں پڑے نظر آ جائیں''...... عمران نے کہا۔

''ارے نہیں عمران صاحب۔ ہم ابھی ناشتہ کر کے آ رہے ہیں۔ آپ بیٹھیں۔ ہم ایک انتہائی سنگدلانہ واردات کے سلسلے میں آپ سے بات کرنے آئے ہیں''...... صدیقی نے کہا۔

''سنگدلانہ۔ کیا مطلب۔ سنگ دانہ اور بہیدانہ تو سنا ہوا ہے۔ سنگ دانہ پرندے کے پوٹے کو کہتے ہیں اور بہیدانہ ایک جڑی بوٹی ہے لیکن یہ سنگدلانہ کیا ہوا''...... عمران نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

''عمران صاحب۔ کیا آپ سوچ سکتے ہیں کہ نوزائیدہ یا شیر خوار بچوں کو اغوا کر کے ان کی آنکھیں نکال لی جائیں اور پھر انہیں

ہلاک کر دیا جائے۔ کیا اس سے زیادہ سنگدلانہ جرم بھی ہو سکتا ہے''...... صدیقی نے کہا تو عمران بے اختیار اچھل پڑا اور اس کے چہرے پر حیرت کے تاثرات ابھر آئے تھے۔

''اس کا مطلب ہے کہ تم بھی سجاول کے پیچھے کام کر رہے ہو''۔ عمران نے کہا تو صدیقی اور نعمانی دونوں چونک پڑے۔

''سجاول۔ وہ کون ہے۔ کیا مطلب''...... صدیقی نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

''تم نے ابھی جس سنگدلانہ جرم کی بات کی ہے اس سلسلے میں ہی بات کر رہا ہوں''...... عمران نے اس بار سنجیدہ لہجے میں کہا۔

''کیا۔ کیا مطلب۔ کیا آپ بھی اس سلسلے میں کام کر رہے ہیں۔ آپ کو کیسے اطلاع ملی''...... صدیقی نے حیرت بھرے لہجے میں کہا تو عمران نے اسے نور پور جانے سے لے کر آخر تک ساری بات مختصر طور پر بتا دی تو صدیقی نے بے اختیار ایک طویل سانس لیا۔

''اوہ۔ اس کا مطلب ہے کہ میرا خیال درست ثابت ہوا کہ اس بھیانک جرم کی جڑیں پورے ملک میں پھیلی ہوئی ہیں۔ ویری بیڈ''...... صدیقی نے کہا۔

''تم اپنی بات کرو۔ تم کس لئے اس پر کام کر رہے ہو''۔ عمران نے کہا تو صدیقی نے اپنے ہمسائے الطاف حسین کی بیوی کے رونے کی آواز سن کر اس کے پاس جانے اور پھر ان کے بتائے

ہوئے ایڈریس عالم پور پہنچ کر وہاں کے ایک ہوٹل کے ویٹر سے معلومات حاصل کرنے اور پھر تاجو پر تشدد اور اس سے ملنے والی معلومات کی تفصیل بتا دی۔

''پھر''...... عمران نے مختصر طور پر کہا۔

''عمران صاحب۔ ہم نے یہاں پورا دارالحکومت چھان مارا ہے۔ نہ ہی ہمیں نارنگ روڈ کا پتہ چل سکا ہے اور نہ ہی استاد کالو کے ہوٹل کا۔ ہم نے پوری رات اسی چکر میں گزاری ہے۔ آخر تھک ہار کر ہم نے ناشتہ کیا اور یہاں آپ کے پاس آ گئے۔ ہمارا خیال ہے کہ آپ ٹائیگر سے بات کریں۔ شاید اسے اس بارے میں معلوم ہو''...... صدیقی نے کہا تو عمران نے بے اختیار ایک طویل سانس لیا۔

''اب اگر یہ ہوٹل مل بھی جائے تو نہ وہاں لالو ملے گا اور نہ کالو۔ تم نے تاجو کو ہلاک کیا ہے اور کالو کو تاجو کے بارے میں اطلاع لامحالہ مل جائے گی''...... عمران نے کہا۔

''نہیں عمران صاحب۔ وہاں کسی کو معلوم نہیں کہ ہم نے سفید کبوتروں کے سلسلے میں کام کیا ہے۔ یہ لوگ ہر قسم کے جرائم کرتے ہیں اس لئے لامحالہ وہ اسے کسی بھی سلسلے کے ساتھ جوڑ سکتے ہیں''...... صدیقی نے کہا۔

''سفید کبوتر۔ کیا مطلب''...... عمران نے چونک کر کہا۔

''میں نے ویسے ہی اپنے طور پر ان اغوا ہونے والے نوزائیدہ

بچوں کے لئے ایک اصطلاح بنا لی ہے۔ معصوم بچے بھی تو کبوتروں کی مانند ہوتے ہیں۔ سفید، معصوم اور پاکیزہ''...... صدیقی نے جواب دیا تو عمران نے اس طرح اثبات میں سر ہلا دیا جیسے اسے بھی صدیقی کی یہ اصطلاح پسند آئی ہو۔ عمران اٹھا اور اس نے الماری کھول کر اس میں سے ٹرانسمیٹر اٹھایا اور الماری بند کر کے اس نے ٹرانسمیٹر پر ٹائیگر کی فریکونسی ایڈجسٹ کی اور پھر بٹن آن کر دیا۔

''ہیلو۔ ہیلو۔ عمران کالنگ۔ اوور''...... عمران نے بار بار کال دیتے ہوئے کہا۔

''یس باس۔ ٹائیگر اٹنڈنگ یو۔ اوور''...... چند لمحوں بعد ٹائیگر کی آواز سنائی دی۔

''کہاں موجود ہو تم۔ اوور''...... عمران نے سخت لہجے میں کہا۔

''یہیں دارالحکومت میں ہوں باس۔ اوور''...... ٹائیگر نے جواب دیا۔

''کیا بات ہے۔ اس بار تم سے کام نہیں ہو رہا۔ کتنے دن گزر گئے ہیں اور تم نے ایک معمولی سا کام بھی سرانجام نہیں دیا۔ اوور''۔ عمران کا لہجہ مزید سخت ہو گیا تھا۔

''باس۔ میں آپ کے حکم پر نور پور گیا تھا۔ میں نے اس جگہ کا معائنہ کیا جہاں سڑک پر موبل آئل ڈالا گیا تھا اور مجھے اندازہ ہو گیا کہ یہ کام بڑے ماہرانہ انداز میں کیا گیا ہے۔ میں نے ادھر ادھر سے معلومات حاصل کیں تو پتہ چلا کہ اس ایکسیڈنٹ سے کچھ دیر

پہلے یہاں ایک کار سڑک پر کھڑی دیکھی گئی تھی۔ اس کار کے بارے میں ایک اہم بات معلوم ہو گئی ہے کہ اس کار کا تعلق ایک بدنام کلب کے مالک جیری سے ہے۔ پھر جیری کے کلب سے معلوم ہوا کہ جیری کی یہ ذاتی کار ہے اور وہ اس کار میں دارالحکومت سے باہر گیا ہوا ہے اس لئے مجھے اس کی واپسی کا انتظار تھا۔ پھر میں آپ کو رپورٹ دیتا۔ اوور''...... ٹائیگر نے پوری تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا۔

''اس کا مطلب ہے کہ ڈاکٹر امجد کی موت حادثاتی نہیں تھی بلکہ انہیں باقاعدہ ہلاک کیا گیا ہے۔ اوور''...... عمران نے کہا۔

''یس باس۔ سڑک کے مخصوص حصوں پر اس انداز میں موبل آئل پھیلایا گیا ہے کہ ڈاکٹر صاحب کی کار چاہے کتنی ہی کم سپیڈ میں کیوں نہ ہوتی وہ پھسل کر نزدیک ہی بڑے درخت سے ٹکرا جاتی اور پھر ایسا ہی ہوا ہے۔ سڑک کے باقی حصے صاف ہیں۔ اگر موبل آئل کسی کار سے لیک ہوتا تو وہ اس طرح سڑک کے مخصوص حصوں پر نہ پھیلا ہوتا اور نہ ہی فوراً ختم ہو جاتا۔ وہ تو کافی دور تک جاتا۔ اوور''...... ٹائیگر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''اس جیری کے بارے میں معلوم کرو کہ وہ دارالحکومت سے باہر کہاں ہے۔ اگر وہ زیادہ دیر تک نہ آیا تو کیا تم اس کا انتظار کرتے رہو گے۔ اوور''...... عمران نے تیز لہجے میں کہا۔

''میں نے معلوم کر لیا ہے باس۔ وہ دو گھنٹوں بعد واپس پہنچ رہا

ہے۔ اوور''...... ٹائیگر نے کہا۔

''اوکے۔ اب بتاؤ کہ دارالحکومت میں نارنگ روڈ کہاں ہے۔ اوور''...... عمران نے پوچھا۔

''نارنگ روڈ۔ یہ نام تو میں پہلی بار سن رہا ہوں باس۔ اوور''۔ ٹائیگر نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''کسی پرانے محلے میں ہو گا۔ تم جیری کی واپسی تک اسے تلاش کرو۔ وہاں استاد کالو کا ہوٹل ہے۔ اس کے بارے میں معلوم کر کے مجھے فوراً فون کرو۔ یہ بھی وہی سفید کبوتروں کا ہی سلسلہ ہے۔ اوور''...... عمران نے کہا۔

''سفید کبوتروں کا سلسلہ۔ کیا مطلب باس۔ اوور''...... ٹائیگر کی انتہائی حیرت بھری آواز سنائی دی تو نعمانی اور صدیقی دونوں بے اختیار مسکرا دیئے۔

''یہ اصطلاح ان معصوم بچوں کے لئے صدیقی نے وضع کی ہے۔ معصوم بچے واقعی سفید کبوتروں کی مانند معصوم اور پاکیزہ ہوتے ہیں۔ اوور''...... عمران نے کہا۔

''تو کیا صدیقی صاحب بھی اس سلسلے میں کام کر رہے ہیں۔ اوور''...... ٹائیگر نے پوچھا۔

''ہاں۔ انہیں عالم پور سے اس نارنگ روڈ اور استاد کالو کی ٹپ ملی ہے لیکن ساری رات گھومنے کے باوجود وہ نارنگ روڈ کو تلاش نہیں کر سکے اس لئے وہ میرے پاس آئے ہیں کہ میرے پاس

ٹائیگر نام کا ایک انسائیکلوپیڈیا موجود ہے۔ اوور''...... عمران نے کہا۔
''میں تلاش کرلوں گا باس۔ اوور''...... دوسری طرف سے ٹائیگ
نے ہنستے ہوئے کہا تو عمران نے اوور اینڈ آل کہہ کر ٹرانسمیٹر آ
کر دا۔
''تم چیف کو بتا کر گئے تھے عالم پور''...... عمران نے ٹرانسم
آف کر کے صدیقی سے پوچھا۔
''میں نے ڈپٹی چیف کو بتا دیا تھا اور ڈپٹی چیف کی اجازت
ہی ہم وہاں گئے تھے''...... صدیقی نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔
''باضابطہ اجازت تھی یا بے ضابطہ''...... عمران نے مسکرا
ہوئے کہا تو صدیقی بے اختیار ہنس پڑا۔
''باضابطہ اجازت تو آپ کو مل سکتی ہے۔ ہم تو بے ضابطوں
شامل ہیں''...... صدیقی نے جواب دیا تو عمران بے اختیار ہنس
جبکہ نعمانی کے چہرے پر حیرت ابھر آئی تھی۔
''یہ بے ضابطہ اور باضابطہ اجازت کا کیا سلسلہ ہے کہ تمہار
جواب سے عمران صاحب بھی اس طرح کھلکھلا کر ہنس پڑے ہیں
نعمانی نے کہا۔
''مس جولیا جب عمران صاحب کو باضابطہ اجازت دیں گی
صفدر خطبہ نکاح پڑھ سکے گا''...... صدیقی نے کہا تو اس بار نعمانی
بے اختیار ہنس پڑا۔ اسے اب اس گہری بات کی سمجھ آ گئی تھی
پھر وہ ابھی ادھر ادھر کی باتیں کر ہی رہے تھے کہ سلیمان وا

گیا اور اس نے تھوڑی دیر بعد ہی چائے اور سنیکس سے بھری ٹرالی
سٹنگ روم میں پہنچا دی۔
''شکریہ سلیمان۔ تم واقعی مہمان نواز ہو''...... صدیقی نے
مسکراتے ہوئے کہا۔
''آپ صرف مہمان ہی نہیں بلکہ معزز مہمان ہیں جناب''۔
سلیمان نے مسکراتے ہوئے جواب دیا اور واپس مڑ گیا۔
''ارے۔ ارے۔ ایک منٹ۔ مہمان اور معزز مہمان میں فرق تو
بتاتے جاؤ''...... عمران نے تیز لہجے میں کہا۔
''جو معزز ہوتے ہیں انہیں معلوم ہوتا ہے۔ بتانے کی ضرورت
نہیں پڑتی''...... راہداری سے سلیمان کی آواز سنائی دی تو صدیقی
بے اختیار ہنس پڑا۔
''سلیمان واقعی آپ سے دو ہاتھ آگے ہے''...... صدیقی نے
ہنستے ہوئے کہا۔
''کاش دو ہاتھ آگے ہی ہوتا۔ ابھی تو میرے پیچھے ہے اس لئے
میرا پیچھا ہی نہیں چھوڑتا''...... عمران نے منہ بناتے ہوئے جواب دیا
تو صدیقی ایک بار پھر ہنس پڑا۔
''سلیمان نے ایسی کون سی بات کی ہے صدیقی جس پر تم اس
قدر محظوظ ہو رہے ہو''...... نعمانی نے صدیقی سے مخاطب ہو کر
پوچھا۔
''اس کا مطلب ہے کہ نصف سکوپ تو ختم ہو گیا۔ تو تم بہرحال

معزز نہیں ہو ورنہ تمہیں معلوم ہو جاتا کہ معزز مہمان کون ہوتا ہے''۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا تو صدیقی ایک بار پھر ہنس پڑا۔

''نعمانی۔ عمران صاحب نے کہا کہ معزز مہمان اور مہمان کا فرق سلیمان بتا کر جائے جبکہ سلیمان نے کہا ہے کہ جو معزز مہمان ہوتے ہیں انہیں خود معلوم ہوتا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ عمران صاحب معزز نہیں ہیں ورنہ وہ فرق نہ پوچھتے''...... صدیقی نے وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

''کمال ہے۔ بڑی گہری باتیں ہوتی ہیں اس فلیٹ میں اور تم نجانے کیسے اس قدر گہری باتیں سمجھ لیتے ہو''...... نعمانی نے قدرے شرمندہ سے لہجے میں کہا۔

''صدیقی فور سٹارز کا چیف ہے اور چیف کی جبلت میں یہ بات شامل ہوتی ہے کہ وہ گہری باتیں تو سمجھ جاتے ہیں لیکن سطحی سی بات نہیں سمجھ سکتے۔ میرا مطلب ہے کہ مالی بات۔ چیک کے بارے میں''...... عمران نے کہا تو صدیقی اور نعمانی دونوں بے اختیار ہنس پڑے۔

''عمران صاحب۔ یہ کیس فور سٹارز کا کیس بن گیا ہے کیونکہ آپ نے جو کچھ بتایا ہے اس سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ یہ نیٹ ورک پورے ملک میں پھیلا ہوا ہے''...... صدیقی نے کہا۔

''حیرت اس بات پر ہے کہ پولیس کے پاس بچوں کے اغوا کی رپورٹیں بھی درج نہیں کرائی جاتیں ورنہ جس تعداد میں بچوں کی

لاشیں نور پور سے ملی ہیں اس لحاظ سے تو پورے ملک میں طوفان برپا ہو جانا تھا لیکن کوئی رپورٹ ہی نہیں''...... عمران نے کہا۔

''الطاف حسین نے تو بتایا تھا کہ انہوں نے پولیس میں رپورٹ درج کرائی تھی''...... صدیقی نے کہا۔

''یقیناً انہوں نے ڈکیتی کی رپورٹ درج کی ہو گی۔ میرا خیال ہے کہ پولیس والے جان بوجھ کر معصوم بچوں کے اغوا کی رپورٹیں درج نہیں کرتے کیونکہ اس طرح میڈیا میں طوفان برپا ہو سکتا ہے''...... عمران نے کہا تو صدیقی اور نعمانی نے اثبات میں سر ہلا دیئے۔

''عمران صاحب۔ کیا ان معصوم شیر خوار یا نوزائیدہ بچوں کی آنکھوں میں کوئی خاص بات ہوتی ہے کہ ایسی وارداتیں کی جا رہی ہیں''...... صدیقی نے کہا۔

''پہلے ایک کیس میں ہمارا واسطہ ایسے مجرموں سے پڑ چکا ہے جو صحت مند نوجوانوں کی آنکھوں کے قرینیئے نکال کر فروخت کرتے تھے لیکن اس بار معصوم بچوں کو نشانہ بنایا جا رہا ہے اور میرا خیال ہے کہ معصوم بچوں کے قرینیئے زیادہ آسانی سے ہر آنکھ میں فٹ ہو جاتے ہوں گے اور پھر وہ انتہائی شفاف بھی ہوتے ہوں گے''۔ عمران نے کہا تو صدیقی اور نعمانی دونوں نے اثبات میں سر ہلا دیئے۔ وہ اب چائے پی چکے تھے اور سنیکس بھی لے چکے تھے۔ سلیمان واپس آیا اور برتن ٹرالی میں رکھ کر ٹرالی دھکیلتا ہوا واپس چلا

گیا۔ اسی لمحے فون کی گھنٹی بج اٹھی تو عمران نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

''علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) بول رہا ہوں بلکہ معزز مہمانوں کی موجودگی میں بول رہا ہوں''...... عمران نے جان بوجھ کر فقرہ چست کر دیا تھا تاکہ اگر فون طاہر کا ہو تو وہ سنبھل جائے۔

''ٹائیگر بول رہا ہوں باس''...... دوسری طرف سے ٹائیگر کی آواز سنائی دی۔

''ہاں۔ کیا ہوا۔ ملا وہ نارنگ روڈ''...... عمران نے پوچھا۔

''یس باس۔ میں نے معلوم کر لیا ہے۔ شہر کے شمالی حصے کے قدیم اور گنجان آباد علاقے میں ایک چھوٹے سے علاقے کا نام پرانی سبزی منڈی ہے۔ یہاں کسی دور میں سبزی منڈی رہی ہو گی۔ اسی پرانی سبزی منڈی میں ایک سڑک کا نام نارنگ روڈ ہے۔ یہاں ایک قدیم مندر ہے جسے نارنگ مندر کہا جاتا ہے''...... ٹائیگر نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

''تم نے باقاعدہ اس پر ریسرچ کر ڈالی ہے۔ ویسے تم نے کہیں خود تو اس سڑک کا نام نارنگ روڈ نہیں رکھ دیا''...... عمران نے کہا تو دوسری طرف سے ٹائیگر بے اختیار ہنس پڑا۔

''نہیں باس۔ یہ اصل ہے اور یہاں استاد کالو کا ہوٹل بھی ہے۔ انتہائی گھٹیا ٹائپ کا ہوٹل ہے۔ ویسے یہ ہوٹل مقامی غنڈوں اور

بدمعاشوں کی آماجگاہ ہے۔ استاد کالو موجود نہیں ہے۔ وہ دارالحکومت سے باہر گیا ہوا ہے''...... ٹائیگر نے کہا۔

''کب گیا ہے''...... عمران نے پوچھا۔

''میں نے معلوم کیا تھا۔ وہ پچھلی رات گیا ہے اور اس کی واپسی کا کچھ پتہ نہیں ہے''...... ٹائیگر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''اب وہاں انچارج کون ہے اور ویسے اس استاد کالو کا نمبر ٹو کون ہے''...... عمران نے پوچھا۔

''استاد کالو کا چھوٹا بھائی ہے راجو۔ وہ بھی اس علاقے کا معروف غنڈہ ہے''...... ٹائیگر نے کہا۔

''اسے اغوا کر کے رانا ہاؤس لا سکتے ہو''...... عمران نے کہا۔

''آپ جوزف اور جوانا کو بھجوا دیں۔ اکیلا آدمی وہاں کام نہیں کر سکتا''...... ٹائیگر نے کہا۔

''تو پھر تم وہیں ٹھہرو۔ میں نعمانی اور صدیقی کے ساتھ خود آ رہا ہوں''...... عمران نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔

''آؤ چلیں۔ وہیں اس سے پوچھ گچھ ہو جائے گی''...... عمران نے اٹھتے ہوئے کہا۔

''آپ تکلیف نہ کریں عمران صاحب۔ ہم ٹائیگر کے ساتھ مل کر معلومات حاصل کر لیں گے''...... صدیقی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''ارے۔ ارے۔ چلو چیک نہ دینا لیکن مجھے اس نیکی کے کام

سے تو محروم نہ کرو۔ شاید اللہ تعالیٰ کو میری یہی نیکی پسند آ جائے''...... عمران نے کہا تو صدیقی اور نعمانی دونوں بے اختیار ہنس پڑے۔ تھوڑی دیر بعد عمران اپنی کار میں اور صدیقی اور نعمانی، صدیقی کی کار میں سوار اس قدیم علاقے کی طرف بڑھے چلے جا رہے تھے۔ بڑی مشکل سے پوچھ پوچھ کر وہ نارنگ روڈ تک پہنچ گئے۔ انہوں نے کاریں ایک کھلی جگہ پر پارک کیں اور پھر وہ تینوں اتر کر استاد کالو کے ہوٹل کی طرف بڑھ ہی رہے تھے کہ ایک طرف سے ٹائیگر آتا دکھائی دیا۔

''استاد کالو یہیں ہے باس۔ ادھر گلی میں ایک خفیہ کلب ہے جہاں شراب اور منشیات فروخت ہوتی ہے اور صرف خاص خاص لوگ وہاں جاتے ہیں۔ استاد کالو اس جگہ بیٹھتا ہے۔ عام پوچھنے والوں کو بتایا جاتا ہے کہ وہ دارالحکومت سے باہر ہے''...... ٹائیگر نے قریب آ کر کہا۔

''اوہ اچھا۔ ٹھیک ہے چلو''...... عمران نے کہا اور ٹائیگر مڑ کر آگے بڑھ گیا۔

''جو نظر آئے اسے گولیوں سے اڑا دینا۔ صرف استاد کالو کو زندہ رکھنا ہے۔ یہ لوگ کسی رحم کے مستحق نہیں ہیں''...... عمران نے نعمانی اور صدیقی سے مخاطب ہو کر کہا۔

''تو پھر آپ یہیں ٹھہریں باس۔ یہ کام میں اکیلا آسانی سے کر لوں گا''...... ٹائیگر نے کہا۔

''نہیں۔ وہ فرار ہو سکتا ہے۔ تم چلو''...... عمران نے کہا اور پھر وہ ایک بند گلی میں داخل ہو گئے۔ گلی میں موجود ایک مسلح آدمی جس کی بڑی بڑی مونچھیں تھیں اور چہرے مہرے اور انداز سے ہی وہ کوئی غنڈہ نظر آ رہا تھا، انہیں دیکھ کر تیزی سے ان کی طرف بڑھا۔ اس کے کاندھے سے باقاعدہ مشین گن لٹک رہی تھی جسے اس نے کاندھے سے اتار لیا تھا۔

''کون ہو تم اور ادھر کیوں آ رہے ہو''...... اس آدمی نے انتہائی کرخت لہجے میں کہا لیکن دوسرے ہی لمحے وہ یکلخت چیختا ہوا اچھل کر گلی کی دیوار سے جا ٹکرایا جبکہ اس کے ہاتھ میں پکڑی ہوئی مشین گن اب عمران کے ہاتھ میں تھی۔ دیوار سے ٹکرا کر وہ آدمی چیختا ہوا اٹھا ہی تھا کہ صدیقی نے بجلی کی سی تیزی سے آگے بڑھ کر اس کی گردن پر ہاتھ ڈالا اور دوسرے ہی لمحے وہ بھاری بھرکم آدمی چیختا ہوا ہوا میں اچھلا اور قلابازی کھا کر گلی کی دوسری دیوار سے ایک دھماکے سے جا ٹکرایا اور پھر نیچے گر کر وہ چند لمحے تڑپا اور پھر ساکت ہو گیا۔ اس کی گردن ٹوٹ چکی تھی جبکہ اس دوران عمران مشین گن اٹھائے آگے بڑھ گیا تھا۔ گلی کے تقریباً اختتام پر ایک بڑا سا لوہے کا دروازہ تھا جو بند تھا۔ عمران نے دروازے پر لات ماری تو دروازہ ایک دھماکے سے کھل گیا اور عمران اچھل کر اندر داخل ہوا۔ یہ ایک چھوٹی سی راہداری تھی جس کے اختتام پر ایک اور دروازہ تھا جو کھلا ہوا تھا اور دوسری طرف ایک بڑا ہال نما کمرہ تھا جس میں سے

قہقہوں اور باتیں کرنے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ پھر جیسے ہی عمران اس ہال نما کمرے میں داخل ہوا اس کا چہرہ یکلخت بگڑ سا گیا کیونکہ عورتوں اور مردوں سے بھرے ہوئے اس ہال میں ایسی اخلاق سوز حرکات کھلے عام جاری تھیں کہ جن کا تصور بھی نہ کیا جا سکتا تھا۔ ہال میں عورتوں کی تعداد مردوں سے زیادہ تھی۔ ایک طرف بڑا سا کاؤنٹر تھا جس کے پیچھے دو غنڈے موجود تھے۔ جیسے ہی عمران اندر داخل ہوا وہ دونوں غنڈے بے اختیار اچھل پڑے لیکن اس سے پہلے کہ وہ سنبھلتے عمران نے مشین گن کا ٹریگر دبا دیا اور پھر تو جیسے ہال میں قیامت ٹوٹ پڑی۔ عمران اس سفاکانہ انداز میں گولیاں برسا رہا تھا کہ جیسے وہاں انسانوں کی بجائے حشرات الارض موجود ہوں۔ اسی لمحے ٹائیگر دوڑتا ہوا اندر داخل ہوا اور پھر اس کے مشین پسٹل نے بھی گولیاں برسانا شروع کر دیں۔ کاؤنٹر کے پیچھے کھڑے ہوئے دونوں غنڈے بھی گولیوں کا شکار ہو چکے تھے اور چند لمحوں بعد پورے ہال میں لاشیں، خون اور انسانی جسموں کے چیتھڑے ہر طرف بکھرے ہوئے نظر آ رہے تھے۔ عمران تیزی سے کاؤنٹر کی طرف بڑھا ہی تھا کہ کاؤنٹر کے قریب ایک راہداری میں سے کسی کے دوڑنے کی آوازیں سنائی دیں تو عمران تیزی سے سائیڈ پر ہو گیا۔

''یہ۔ یہ۔ کیا۔ کیا مطلب'' ...... یکلخت ایک لمبے قد، بھاری جسم اور چوڑے چہرے والے آدمی نے راہداری سے ہال میں آتے ہی

چیخ کر کہا۔ اس کی مونچھیں کبوتر کے پروں کی طرح پھڑپھڑا رہی تھیں اور آنکھیں پھیل کر کانوں تک پہنچ گئی تھیں اور پھر اچانک وہ لڑکھڑایا اور وہیں ڈھیر ہو گیا۔

''ادھر جا کر چیک کرو۔ یہ کہاں سے آیا ہے۔ باقی ساری عمارت بھی چیک کرو'' ...... عمران نے کہا تو ٹائیگر کے ساتھ ساتھ نعمانی اور صدیقی بھی حرکت میں آ گئے۔ تھوڑی دیر بعد وہ سب ہی واپس آ گئے۔

''یہی ایک آدمی زندہ ہے اور یہاں کوئی نہیں ہے۔ ادھر راہداری میں باقاعدہ دفتر نما کمرہ ہے'' ...... ٹائیگر، صدیقی اور نعمانی نے کہا۔

''اسے ہوش میں لے آؤ۔ یہی استاد کالو لگتا ہے'' ...... عمران نے کہا۔

''باس۔ اسے اٹھا کر رانا ہاؤس نہ لے جائیں۔ وہاں اطمینان سے پوچھ گچھ ہو سکے گی۔ یہاں تو کسی بھی لمحے کوئی بھی آ سکتا ہے'' ...... ٹائیگر نے کہا۔

''پہلے تو تم نے ایسا کرنے کے لئے جوزف اور جوانا کو بھیجنے کے لئے کہا تھا'' ...... عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

''میرے تصور میں بھی نہ تھا کہ آپ اس طرح فائر کھول دیں گے۔ آپ نے تو جوانا کو بھی پیچھے چھوڑ دیا ہے'' ...... ٹائیگر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''یہاں جو کچھ ہو رہا تھا اور جس انداز میں ہو رہا تھا وہ سب ناقابل برداشت تھا۔ یہ انسان نہیں ہیں بلکہ معاشرے کے ناسور ہیں اور اسے بھی ساتھ لے جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اسے ہوش میں لے آؤ اور صدیقی اور نعمانی باہر گلی میں پہرہ دیں گے۔ جو بھی نظر آئے اڑا دو۔ کسی سے کوئی رعایت کرنے کی ضرورت نہیں ہے''...... عمران نے کہا تو صدیقی اور نعمانی دونوں واپس مڑے اور راہداری میں غائب ہو گئے جبکہ ٹائیگر نے جھک کر بے ہوش پڑے ہوئے مونچھوں والے اس آدمی کا ناک اور منہ دونوں ہاتھوں سے بند کر دیا۔ چند لمحوں بعد جب اس کے جسم میں حرکت کے تاثرات نمودار ہونا شروع ہو گئے تو ٹائیگر نے ہاتھ ہٹائے اور سیدھا کھڑا ہو گیا۔ عمران نے اس کی گردن پر پیر رکھا اور پھر پیر کا دباؤ بڑھا کر اسے گھما دیا تو اس آدمی کے جسم نے یکلخت جھٹکے کھانے شروع کر دیئے۔

''کیا نام ہے تمہارا''...... عمران نے پیر کو واپس موڑتے ہوئے کہا۔

''کالو۔ استاد کالو''...... اس آدمی نے رک رک کر کہا تو عمران نے پیر ہٹایا اور مشین گن کی نال اس کے سینے پر رکھ کر اسے دبا دیا۔

''خبردار۔ چپ چاپ پڑے ہو ورنہ ٹریگر دبا دوں گا''...... عمران نے کہا۔ اس کا لہجہ اس قدر کرخت تھا کہ اس آدمی کا جسم یکلخت

ساکت ہو گیا۔

''تم۔ تم کون ہو۔ کون ہو تم''...... استاد کالو نے رک رک کر کہا۔

''عالم پور سے استاد لالو تمہارے پاس آیا تھا۔ کہاں ہے وہ''۔ عمران نے انتہائی سرد لہجے میں پوچھا۔

''لالو۔ وہ تو رات کو ہی واپس چلا گیا تھا۔ اسے فون آیا تھا کہ اس کے نمبر ٹو تاجو کو دو اجنبی افراد نے ہلاک کر دیا ہے''...... استاد کالو نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''وہ جو بچے لایا تھا وہ کہاں ہیں''...... عمران نے پوچھا۔

''بچے۔ کون سے بچے۔ کیا مطلب''...... استاد کالو نے کہا ہی تھا کہ عمران نے یکلخت مشین گن ہٹا کر دوبارہ پیر اس کی گردن پر رکھ کر اسے گھما دیا۔

''اب بولو۔ کہاں ہیں وہ بچے۔ بولو''...... عمران نے انتہائی سرد لہجے میں پوچھا۔

''وکٹر کے پاس بھیج دیئے ہیں۔ وکٹر کے پاس''...... استاد کالو نے رک رک کر کہا۔

''کون ہے وکٹر''...... عمران نے پوچھا۔

''ریڈ کلب کا مالک۔ بہت بڑا آدمی ہے۔ بہت بڑا''...... استاد کالو نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس کے جسم نے یکلخت زور دار جھٹکا کھایا اور اس کی آنکھیں بے نور ہو گئیں تو عمران نے جھٹکے سے

پیر ہٹا لیا۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ دباؤ اس کالو کی برداشت سے زیادہ ہو گیا تھا اس لئے اس کا سانس رک گیا اور وہ ہلاک ہو گیا۔

''کیا تم وکٹر اور ریڈ کلب کو جانتے ہو''...... عمران نے ٹائیگر کی طرف مڑتے ہوئے کہا۔

''ویسے تو انڈر گراؤنڈ دنیا میں کئی وکٹر ہیں لیکن ریڈ کلب کا نام لیا گیا ہے۔ بہرحال میں معلوم کر لوں گا''...... ٹائیگر نے جواب دیا تو عمران نے اثبات میں سر ہلا دیا اور پھر وہ واپس راہداری کی طرف مڑ گئے۔

بادشاہ اپنے مخصوص انداز میں کمرے میں بیٹھا شراب پینے میں مصروف تھا کہ میز پر پڑے ہوئے فون کی گھنٹی بج اٹھی تو اس نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

''لیں''...... بادشاہ نے پھاڑ کھانے والے لہجے میں کہا۔

''وکٹر بول رہا ہوں جناب''...... دوسری طرف سے منمناتی ہوئی آواز سنائی دی۔

''کیا بات ہے۔ کیوں کال کی ہے''...... بادشاہ نے غراتے ہوئے لہجے میں کہا۔

''باس۔ استاد کالو کو اس کے خاص اڈے میں ہلاک کر دیا گیا ہے اور باس اس پورے اڈے میں موجود چالیس افراد کو گولیوں سے بھون ڈالا گیا ہے جن میں عورتیں بھی تھیں اور مرد بھی۔ استاد کالو کی گردن پر دباؤ ڈال کر اسے ہلاک کیا گیا ہے جبکہ باقی لوگوں

کو گولیاں ماری گئی ہیں"...... وکٹر نے جواب دیا۔

"استاد کالو۔ وہ کون ہے"...... بادشاہ نے چونک کر پوچھا۔

"ہمارا خاص سپلائر تھا باس۔ کل ہی اس نے چار بچے بھجوائے تھے"...... وکٹر نے جواب دیا۔

"اوہ۔ کس نے کی ہے یہ واردات"...... بادشاہ نے چونک کر کہا۔

"وہاں کوئی آدمی زندہ ہی نہیں بچا۔ سب کو ہلاک کر دیا گیا ہے اس لئے کچھ معلوم نہیں ہو سکا کہ کس نے یہ سب کچھ کیا ہے اور کیوں"...... وکٹر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اپنے آپ تو یہ سارا کام نہیں ہو سکتا اس لئے معلوم کراؤ۔ جس نے بھی یہ کام کیا ہے اس سارے گروپ کا خاتمہ کر دو تاکہ دوسروں کو معلوم ہو سکے ہم اپنے آدمیوں کا انتقام لینا بھی جانتے ہیں"...... بادشاہ نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔

"ویسے جناب اب تک جو معلوم ہو سکا ہے اس کے مطابق ایک آدمی ٹائیگر کو وہاں دیکھا گیا ہے اور میں نے ٹائیگر کو اغوا کرانے کا حکم دے دیا ہے تاکہ اس سے پوچھ گچھ کی جا سکے"...... وکٹر نے کہا۔

"ٹائیگر۔ یہ کون ہے۔ میں تو نام ہی پہلی بار سن رہا ہوں"۔ بادشاہ نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"باس۔ یہ زیر زمین دنیا کے بڑے گروپوں میں نقل و حرکت

کرتا ہے اور یہ بھی رپورٹ ملی ہے کہ یہ نور پور میں بھی دیکھا گیا ہے اور جیری کے کلب میں بھی منڈلاتا رہا ہے اور جناب ساتھ ساتھ یہ رپورٹ بھی ملی ہے کہ استاد کالو کو عالم پور کا استاد لالو بچے دینے آیا تھا کہ عالم پور میں استاد لالو کے آدمی تاجو کو بھی ہلاک کر دیا گیا ہے"...... وکٹر نے کہا۔

"یہ سب آخر کیا ہو رہا ہے اور تم یہ الجھی الجھی سی باتیں کیوں کر رہے ہو۔ کھل کر بات کرو"...... بادشاہ نے اس بار انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔

"جناب۔ میرا جہاں تک خیال ہے کہ کوئی گروپ ہمارے بچوں والے سلسلے میں کام کر رہا ہے۔ نور پور میں بھی کارروائی ہوئی، عالم پور میں بھی ہوئی اور یہاں استاد کالو کے اڈے پر بھی کارروائی کی گئی ہے۔ یہ سب باتیں ظاہر کرتی ہیں کہ کوئی بڑا گروپ اس معاملے میں ملوث ہو چکا ہے اس لئے میری تجویز ہے جناب کہ جب تک اس گروپ کا مکمل خاتمہ نہ ہو جائے بچوں والا سلسلہ بند کر دیا جائے"...... وکٹر نے کہا۔

"احمق تو نہیں ہو گئے وکٹر تم۔ پورے ملک میں ہمارا نیٹ ورک انتہائی کامیابی سے کام کر رہا ہے۔ ساٹھ ستر بچے ہر ماہ ملتے ہیں جبکہ سیٹھ صاحب کا حکم ہے کہ یہ تعداد سینکڑوں میں ہونی چاہئے اور تم یہ بھی بند کرا دینا چاہتے ہو۔ پولیس ہمارے خلاف کام ہی نہیں کرتی۔ باقی رہا کوئی گروپ تو بجائے اس سے خوفزدہ ہو کر ہم کام

بند کر دیں ہمیں پوری قوت سے ان سے ٹکرانا چاہئے''...... بادشاہ نے انتہائی غصیلے لہجے میں کہا۔

''یس باس''...... وکٹر نے قدرے سہمے ہوئے لہجے میں کہا۔

''مجھے جلدی رپورٹ دو کہ کیا کیا ہے تم نے ورنہ مجھے اپنے گروپ مقابلے پر لانا پڑے گا اور پھر تمہارا گروپ اور تم ہمیشہ کے لئے آؤٹ ہو جاؤ گے۔ سمجھے''...... بادشاہ نے چیختے ہوئے لہجے میں کہا۔

''یس باس۔ یس باس''...... دوسری طرف سے انتہائی سہمے ہوئے لہجے میں جواب دیا گیا تو بادشاہ نے ایک جھٹکے سے رسیور کریڈل پر پٹخ دیا۔

''نانسنس۔ بڑے بدمعاش بنے پھرتے ہیں۔ نانسنس۔ چند آدمیوں کے قتل کے بعد کام بند کر دیا جائے۔ نانسنس''...... بادشاہ نے رسیور رکھ کر بڑبڑاتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے میز پر پڑی ہوئی شراب کی بوتل اٹھائی اور اسے منہ سے لگا لیا۔ اچانک اس کے ذہن میں ایک خیال بجلی کے کوندے کی طرح لپکا تو اس نے بوتل منہ سے علیحدہ کر کے میز پر رکھی اور پھر رسیور اٹھا کر اس نے تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

''اوریگا کلب''...... رابطہ قائم ہوتے ہی ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

''بلیک سے بات کراؤ۔ میں بادشاہ بول رہا ہوں''...... بادشاہ

نے غراتے ہوئے لہجے میں کہا۔

''یس سر۔ ہولڈ کریں''...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

''ہیلو۔ بلیک بول رہا ہوں''...... چند لمحوں بعد ایک مردانہ آواز سنائی دی۔ اس کے لہجے میں بے حد ٹھہراؤ تھا۔

''بادشاہ بول رہا ہوں''...... بادشاہ نے کہا۔

''اوہ آپ۔ آج آپ نے کیسے مجھے فون کر لیا۔ کیا کوئی خاص بات ہو گئی ہے''...... بلیک نے قدرے بے تکلفانہ لہجے میں کہا۔

''تم کسی ٹائیگر کو جانتے ہو جو انڈر ورلڈ کے اعلیٰ طبقوں میں کام کرتا ہے''...... بادشاہ نے کہا۔

''ہاں۔ کیوں آپ کو یہ نام کس نے بتا دیا ہے''...... بلیک نے پوچھا۔

''یہ آدمی کون ہے۔ کس گروپ سے اس کا تعلق ہے اور یہ کہاں مل سکتا ہے''...... بادشاہ نے کہا۔

''آپ یہ بتائیں کہ مسئلہ کیا ہے''...... بلیک نے پوچھا۔

''کیوں۔ کیا یہ بتانا ضروری ہے''...... بادشاہ نے غصیلے لہجے میں کہا۔

''غصہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے بادشاہ۔ یہ آدمی انتہائی خطرناک ہے اس لئے میں آپ کو اس سلسلے میں وضاحت سے بتانا چاہتا ہوں کہ آپ کا جو مسئلہ ہو وہ حل ہو سکے''...... بلیک نے جواب دیا۔

''ہمارے گروپ کا ایک آدمی ہے استاد کالو۔ اس کے اڈے پر
قتل عام کیا گیا ہے۔ استاد کالو بھی مارا گیا ہے اور اس ٹائیگر کو وہاں
منڈلاتے دیکھا گیا ہے اس لئے میں پوچھ رہا تھا کہ یہ کون ہے۔ تم
یقیناً اسے جانتے ہو گے''...... بادشاہ نے کہا۔

''کیا آپ کا آدمی استاد کالو کسی غیر ملکی کارروائی میں ملوث
تھا''...... بلیک نے پوچھا۔

''غیر ملکی۔ کیا مطلب۔ وہ بدمعاشوں کا سرغنہ تھا۔ غیر ملکی
کارروائی کہاں سے درمیان میں آ گئی''...... بادشاہ نے حیران
ہوتے ہوئے کہا۔

''اس لئے پوچھ رہا ہوں کہ ٹائیگر صرف غیر ملکی کارروائیوں میں
حصہ لیتا ہے۔ عام جرائم میں نہیں''...... بلیک نے کہا۔

''لیکن ہمارا تو کسی غیر ملکی کارروائی سے کوئی تعلق نہ رہا ہے اور
نہ ہے''...... بادشاہ نے کہا۔

''تو پھر ٹائیگر تمہارے کام کا آدمی نہیں ہے اور یہ بھی سن لو کہ
ٹائیگر انتہائی تیز رفتاری سے کام کرنے والا آدمی ہے اور وہ پاکیشیا
سیکرٹ سروس کے لئے کام کرنے والے ایک انتہائی خطرناک ایجنٹ
علی عمران کا ساتھی ہے اس لئے اگر ٹائیگر تمہارے کسی بزنس میں
داخل ہو گیا تو پھر نہ تم بچو گے نہ تمہارا گروپ''...... بلیک نے کہا اور
وہ یکلخت آپ سے تم پر اتر آیا تھا۔

''کہاں رہتا ہے یہ ٹائیگر''...... بادشاہ نے ہونٹ بھینچتے ہوئے

پوچھا۔

''ہوٹل الاسکا میں اس کی مستقل رہائش ہے''...... بلیک نے
جواب دیا۔

''ٹھیک ہے۔ اب میں خود دیکھ لوں گا''...... بادشاہ نے کہا۔

''ارے۔ ارے۔ یہ حماقت مت کرنا ورنہ تم خواہ مخواہ آ بیل
مجھے مار والے محاورے پر عمل کر بیٹھو گے۔ اس کا خیال ہی ذہن
سے نکال دو''...... بلیک نے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ تمہارا شکریہ''...... بادشاہ نے منہ بناتے ہوئے کہا
اور کریڈل دبا دیا اور پھر ٹون آنے پر اس نے ایک بار پھر نمبر پریس
کرنے شروع کر دیئے۔

''نگینہ ہوٹل''...... رابطہ قائم ہوتے ہی ایک چیختی ہوئی آواز سنائی
دی۔

''وکٹر سے بات کراؤ۔ بادشاہ بول رہا ہوں''...... بادشاہ نے
کہا۔

''یس سر۔ یس سر''...... دوسری طرف سے منمناتے ہوئے لہجے
میں کہا گیا۔

''وکٹر بول رہا ہوں باس''...... چند لمحوں بعد وکٹر کی آواز سنائی
دی۔

''اس ٹائیگر کے بارے میں کوئی رپورٹ ملی ہے تمہیں''۔ بادشاہ
نے تیز لہجے میں کہا۔

''نہیں باس۔ ابھی تک تو کوئی رپورٹ نہیں ملی''...... وکٹر نے جواب دیا۔

''تم کیا کرتے رہتے ہو۔ ایک آدمی کو تلاش نہیں کر سکتے۔ سنو۔ یہ آدمی ٹائیگر ہوٹل الاسکا میں مستقل رہائش پذیر ہے اور یہ آدمی غیر ملکی کارروائیوں میں ملوث رہتا ہے''...... بادشاہ نے بڑے فاخرانہ لہجے میں کہا۔

''اوہ۔ اوہ باس۔ حیرت انگیز۔ آپ کی صلاحیتیں واقعی حیرت انگیز ہیں۔ آپ واقعی بادشاہ ہیں''...... دوسری طرف سے وکٹر نے انتہائی خوشامدانہ لہجے میں کہا تو باشاہ کا چہرہ یکلخت کھل اٹھا۔

''اسے تلاش کر کے ختم کر دو۔ چاہو تو پورے ہوٹل الاسکا کو ہی میزائلوں سے اڑا دینا''...... بادشاہ نے کہا۔

''باس۔ کیوں نہ پہلے اسے پکڑ کر اس سے پوچھ گچھ کی جائے کہ وہ کیوں ہمارے خلاف کارروائی کر رہا ہے اور پھر اسے ہلاک کر دیا جائے''...... وکٹر نے قدرے سہمے ہوئے لہجے میں کہا۔

''ٹھیک ہے۔ جو مرضی آئے کرو لیکن مخالفوں کا مکمل خاتمہ ہونا چاہئے''...... بادشاہ نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے رسیور رکھ دیا۔

عمران دانش منزل کے آپریشن روم میں داخل ہوا تو بلیک زیرو احتراماً اٹھ کھڑا ہوا۔

''بیٹھو''...... رسمی سلام دعا کے بعد عمران نے کہا اور خود بھی اپنی مخصوص کرسی پر بیٹھ گیا۔ عمران نے رسیور اٹھایا اور تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔ بلیک زیرو خاموش بیٹھا ہوا تھا۔

''جولیا بول رہی ہوں''...... رابطہ قائم ہوتے ہی دوسری طرف سے جولیا کی آواز سنائی دی۔

''ایکسٹو''...... عمران نے ایکسٹو کے مخصوص لہجے میں کہا۔

''یس باس''...... دوسری طرف سے جولیا نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

''صدیقی اور نعمانی تمہیں اطلاع دے کر عالم پور گئے تھے۔ تم نے اس بارے میں کوئی رپورٹ نہیں دی۔ کیوں''...... عمران نے

کہا۔ اس کا لہجہ یکلخت سخت ہو گیا تھا۔

”باس۔ صدیقی کے ہمسائے کا بچہ عالم پور میں جبراً اغوا کر لیا گیا تھا۔ اس سلسلے میں صدیقی اور نعمانی دونوں عالم پور جانا چاہتے تھے اس لئے میں نے انہیں اجازت دے دی کیونکہ یہاں فوری طور پر ان کا کوئی کام نہ تھا اور سیکرٹ سروس کے کسی کام کے سلسلے میں بھی ان کی ضرورت نہ تھی۔ انہوں نے عالم پور سے واپس آ کر رپورٹ دی ہے کہ وہاں کوئی بدمعاش گروپ بچوں کو اغوا کر کے یہاں دارالحکومت میں پہنچا دیتا ہے اس لئے اب وہ دارالحکومت میں ان کے خلاف کام کر رہے ہیں جبکہ اس سارے سلسلے کا کوئی تعلق سیکرٹ سروس سے نہیں تھا اس لئے میں نے رپورٹ نہیں دی“۔ جولیا نے انتہائی معذرت بھرے لہجے میں کہا۔

”مجھے عمران نے رپورٹ دی ہے اور اس کی رپورٹ کے مطابق یہ انتہائی خوفناک سلسلہ ہے۔ معصوم اور نوزائیدہ بچوں کو اغوا کر کے ان کی آنکھیں نکال لی جاتی ہیں اور پھر بچوں کو ہلاک کر کے دفن کر دیا جاتا ہے جبکہ یہ آنکھیں غیر ممالک کو فروخت کر دی جاتی ہیں۔ عمران ایک آدمی سے ملنے نور پور گیا تو وہاں یہ واردات پہلی بار سامنے آئی۔ وہاں دس بارہ بچوں کی لاشیں ملیں اور ایک مجرم بھی پکڑا گیا لیکن اسے اور اس کے ساتھیوں کو ہلاک کر دیا گیا۔ ابھی اس سلسلے میں عمران خود کام کر رہا تھا کہ صدیقی اور نعمانی اس کے فلیٹ پر پہنچے اور انہوں نے عالم پور میں ہونے والی واردات کے

بارے میں بتایا اور پھر ان تینوں نے ٹائیگر کے ساتھ مل کر یہاں کام کیا۔ انہیں ایک آدمی وکٹر کے بارے میں بتایا گیا جو ریڈ کلب کا مالک ہے۔ بچے اس کے پاس بھیجے جاتے ہیں لیکن باوجود انتہائی کوشش کے نہ اس وکٹر کا سراغ لگ سکا ہے اور نہ ہی ریڈ کلب کا اس لئے عمران نے مجھے رپورٹ دی ہے کہ اس سلسلے میں سیکرٹ سروس کو حرکت میں لایا جائے لیکن میں نے انکار کر دیا کیونکہ یہ جرم سیکرٹ سروس کے دائرہ کار میں نہیں آتا لیکن چونکہ یہ انتہائی سنگین جرم ہے اس لئے میں نے یہ کیس فور سٹارز کو دے دیا ہے اور ساتھ ہی انہیں کہہ دیا ہے کہ ضرورت پڑنے پر وہ پاکیشیا سیکرٹ سروس کے دیگر افراد سے بھی کام لے سکتے ہیں اس لئے اگر صدیقی اس بارے میں تم سے کوئی مدد طلب کرے تو تم نے اس کے ساتھ تعاون کرنا ہے“...... عمران نے تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا۔

”یس سر“...... دوسری طرف سے کہا گیا تو عمران نے رسیور رکھ دیا۔

”یہ تو انتہائی سنگین ترین جرم ہے عمران صاحب۔ یہ سب کیا ہو رہا ہے۔ ہماری پولیس اور انٹیلی جنس آخر کیا کر رہی ہے“...... بلیک زیرو نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

”سنگین ترین سے بھی زیادہ کوئی ڈگری ہے تو یہ جرم اس سے بھی زیادہ سفاکانہ ہے۔ نجانے اخلاقی گراوٹ اور دولت کا لالچ انسان کو کس قدر ذلت میں لے جائے گا“...... عمران نے سپاٹ

لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

''ٹائیگر بھی اس وکٹر کو تلاش نہیں کر سکا''...... بلیک زیرو نے چند لمحے خاموش رہنے کے بعد کہا۔

''نہیں۔ اس نے بھی پوری کوشش کر لی ہے لیکن نہ وکٹر ملا ہے اور نہ ہی ریڈ کلب''...... عمران نے کہا۔

''ہوسکتا ہے کہ بتانے والے نے جان بوجھ کر غلط بتایا ہو''...... بلیک زیرو نے کہا تو عمران نے اسے استاد کالو کے مخصوص اڈے میں ہونے والے تمام کارروائی سے آگاہ کر دیا۔

''اب تم بتاؤ کہ اس حالت میں وہ استاد کالو جھوٹ بول سکتا ہے''...... عمران نے کہا۔

''نہیں۔ اس حالت میں وہ واقعی جھوٹ نہیں بول سکتا۔ پھر یہ آدمی وکٹر اور ریڈ کلب کیوں نہیں مل رہا''...... بلیک زیرو نے کہا۔

''اصل میں یہ لوگ انتہائی گھٹیا درجے کے بدمعاش ہوتے ہیں۔ ایسے لوگ اپنا رعب جمانے کے لئے ہر آدمی کو اپنا نام اور کام مختلف بتاتے ہیں۔ اس طرح وہ سمجھتے ہیں کہ ان کا رعب قائم رہے گا۔ یقیناً وکٹر کا نام بھی دوسرا ہوگا اور کلب کا نام بھی''...... عمران نے کہا۔

''آپ اگر اس سے فون نمبر معلوم کر لیتے تو بات کنفرم ہو جاتی''۔ بلیک زیرو نے کہا۔

''ہاں۔ لیکن حالات ایسے تھے کہ وہ اچانک زیادہ دباؤ پڑنے

سے ہلاک ہو گیا۔ بہرحال ٹائیگر اس کام میں لگا ہوا ہے۔ کہیں نہ کہیں سے وہ اسے بہرحال ڈھونڈ ہی نکالے گا''...... عمران نے جواب دیا۔

''عمران صاحب۔ اس قدر گھٹیا ٹائپ غنڈے اس انداز کی وارداتیں نہیں کر سکتے اس میں لامحالہ غیر ملکی بھی ملوث ہوں گے کیونکہ آنکھیں نکالنا، انہیں محفوظ کرنا اور پھر غیر ممالک میں فروخت کرنا یہ ان گھٹیا درجے کے بدمعاشوں کا کام نہیں ہے''...... بلیک زیرو نے کہا۔

''ہاں۔ مجھے معلوم ہے لیکن بچوں کے اغوا کا کام ان لوگوں سے ہی لیا جا رہا ہے اس لئے آگے کا سرا بھی ان سے ہی مل سکتا ہے''۔ عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا تو بلیک زیرو نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ اسی لمحے فون کی گھنٹی بج اٹھی تو عمران نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

''ایکسٹو''...... عمران نے ایکسٹو کے مخصوص لہجے میں کہا۔

''جولیا بول رہی ہوں باس۔ صدیقی نے ابھی ابھی کال کر کے کہا ہے کہ اس نے وکٹر اور ریڈ کلب کو تلاش کر لیا ہے۔ لیکن یہ دارالحکومت میں نہیں ہے بلکہ دوسرے بڑے شہر فاضل پور میں ہے اس لئے وہ وہاں اپنے ساتھیوں سمیت جانا چاہتا ہے''...... جولیا نے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ انہیں اجازت دے دو۔ اور سنو۔ چونکہ یہ کیس فور

ٹارز کا ہے اس لئے صدیقی کو کہہ دو کہ وہ بار بار اجازت حاصل کرنے کے چکر میں نہ پڑے اور کیس مکمل کر کے فائنل رپورٹ دے''...... عمران نے سرد لہجے میں کہا اور کریڈل دبا کر اس نے رابطہ ختم کیا اور پھر ٹون آنے پر اس نے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

''صدیقی بول رہا ہوں''...... دوسری طرف سے صدیقی کی آواز سنائی دی۔

''علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) بول رہا ہوں۔ کیا ہوا تمہارے نئے کیس کا۔ کوئی کلیو ملا ہے یا نہیں'' عمران نے کہا۔

''عمران صاحب۔ میں نے آپ کے فلیٹ پر فون کیا تھا لیکن آپ موجود نہیں تھے۔ پھر میں نے رانا ہاؤس فون کیا۔ وہاں بھی آپ موجود نہیں تھے۔ وکٹر اور ریڈ کلب کا ایک کلیو ملا ہے کہ یہ ریڈ کلب فاضل پور میں ہے اور وکٹر نام کا بدمعاش اس کا مالک اور منیجر ہے۔ میں نے مس جولیا کو فون کر کے کہا ہے کہ وہ چیف سے ہمیں فاضل پور جانے کی اجازت لے دے''...... صدیقی نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

''کس سے معلوم ہوا ہے تمہیں''...... عمران نے پوچھا۔

''ایک ہوٹل کے سپروائزر سے معلوم ہوا ہے۔ وہ وہاں کام کرتا رہا ہے''...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

''ٹھیک ہے۔ چلے جاؤ شاید کام بن جائے لیکن واپس آ کر مجھے ضرور بتانا''...... عمران نے کہا اور پھر دوسری طرف سے اوکے کے الفاظ سن کر اس نے رسیور رکھا اور ٹرانسمیٹر اٹھا کر اس نے اس پر ٹائیگر کی فریکونسی ایڈجسٹ کی اور پھر بٹن آن کر دیا۔

''ہیلو۔ ہیلو۔ علی عمران کالنگ۔ اوور''...... عمران نے بار بار کال دیتے ہوئے کہا۔

''یس باس۔ میں ٹائیگر بول رہا ہوں۔ اوور''...... چند لمحوں بعد ٹائیگر کی آواز سنائی دی۔

''کچھ معلوم ہوا ہے وکٹر اور ریڈ کلب کے بارے میں۔ اوور''۔ عمران نے پوچھا۔

''نہیں باس۔ میں نے انتہائی کوشش کی ہے لیکن ابھی تک کوئی کلیو نہیں مل سکا۔ اوور''...... ٹائیگر نے کہا۔

''صدیقی کو کسی ہوٹل کے ویٹر نے بتایا ہے کہ ریڈ کلب فاضل پور میں ہے اور اس کا مالک اور منیجر وکٹر ہے۔ اوور''...... عمران نے کہا۔

''اوہ۔ ایسا ہو سکتا ہے لیکن یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ وہ وکٹر اور ریڈ کلب نہ ہو جس سے استاد کالو کا تعلق تھا۔ اوور''...... ٹائیگر نے کہا۔

''کیوں۔ اس خیال کی وجہ۔ اوور''...... عمران نے کہا۔

''اس لئے باس کہ دارالحکومت میں رہنے والے بدمعاش اپنے

آپ کو اس ملک کے باقی باشندوں سے بہتر سمجھتے ہیں۔ وہ مضافاتی علاقوں کے بدمعاشوں کو ہمیشہ اپنے سے کم تر سمجھتے ہیں۔ یہ ان کی خصوصی نفسیات ہوتی ہے لیکن چیکنگ بہرحال کرنا ہی پڑے گی۔ اوور''...... ٹائیگر نے جواب دیا۔

''تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ میرا بھی یہی خیال ہے۔ بہرحال صدیقی وہاں چیکنگ کرے گا۔ تم یہاں معلومات حاصل کرو اور سنو۔ استاد کالو کے انتہائی قریبی آدمیوں کو ٹٹولو۔ وہ جانتے ہوں گے اس بارے میں۔ اوور''...... عمران نے کہا۔

''باس۔ استاد کالو کے تمام قریبی افراد اس کے ساتھ ہی ختم ہو چکے ہیں۔ میں نے پہلے یہ کوشش کر لی ہے۔ اوور''...... ٹائیگر نے کہا۔

''اس کا کہیں نہ کہیں سے کلیو نکالو۔ اس طرح کام رکنا نہیں چاہئے۔ اوور''...... عمران نے سخت لہجے میں کہا۔

''لیس باس۔ میں پوری کوشش کر رہا ہوں۔ اوور''...... ٹائیگر نے کہا۔

''روزی راسکل سے بات کرو۔ ہو سکتا ہے کہ اسے علم ہو۔ وہ تمہاری طرح جرائم کے اونچے حلقوں کی بجائے ایسے ہی لوگوں میں اٹھتی بیٹھتی ہے۔ اوور''...... عمران نے کہا۔

''لیکن باس۔ وہ کسی بھوت کی طرح چمٹ جائے گی اور پھر اس سے پیچھا چھڑانا مشکل ہو جائے گا۔ اوور''...... ٹائیگر نے ہچکچاتے

ہوئے انداز میں کہا۔

''بھوت نہیں بھوتنی۔ مذکر اور مؤنث کا خیال رکھا کرو۔ اوور''۔ عمران نے کہا تو سامنے بیٹھا ہوا بلیک زیرو بے اختیار مسکرا دیا۔

''اس کا فون نمبر کیا ہے۔ مجھے بتاؤ۔ میں خود بات کرتا ہوں اس سے''...... عمران نے کہا تو دوسری طرف سے ٹائیگر نے اس کے کلب کا نمبر بتا دیا تو عمران نے اوور اینڈ آل کہہ کر ٹرانسمیٹر آف کیا اور پھر رسیور اٹھا کر اس نے تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

''رین بو کلب''...... ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

''روزی راسکل سے بات کراؤ۔ میں علی عمران بول رہا ہوں''۔ عمران نے سرد لہجے میں کہا۔

''لیس سر۔ ہولڈ کریں''...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

''روزی راسکل بول رہی ہوں''...... چند لمحوں بعد روزی راسکل کی چیختی ہوئی آواز سنائی دی۔

''ارے۔ اس قدر خوبصورت خاتون کی اس قدر خراب آواز''۔ عمران نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''کون۔ کون بول رہے ہو''...... دوسری طرف سے روزی راسکل کا لہجہ نرم ہو گیا تھا۔

''علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن)''...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا کیونکہ وہ سمجھ گیا تھا کہ اس کی سیکرٹری نے

انٹرکام میں اسے اس کا نام نہیں بتایا ہو گا۔

''اوہ۔ اوہ آپ۔ ٹائیگر کے استاد۔ آپ نے کیسے فون کیا ہے مجھے''..... روزی راسکل نے ایسے لہجے میں کہا جیسے اسے یقین نہ آ رہا ہو کہ عمران اسے فون بھی کر سکتا ہے۔

''میں نے ٹائیگر سے کہا کہ وہ تم سے ملے لیکن اس نے معذرت کر لی۔ اس کا خیال تھا کہ تم بھوت کی طرح اس سے چمٹ جاؤ گی۔ ویسے میں نے اس کی گرائمر کی اصلاح کر دی ہے اور اسے تسلیم کرنا پڑا کہ تم بھوت کی بجائے بھوتنی ہو''..... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''کیا۔ کیا تم مجھے بھوتنی کہہ رہے ہو۔ مجھے۔ روزی راسکل کو۔ کاش تم ٹائیگر کے استاد نہ ہوتے تو اب تک تمہاری ہڈیاں ٹوٹ چکی ہوتیں۔ لیکن اس ٹائیگر نے کیسے جرأت کر لی مجھے بھوت کہنے کی۔ اب میں اسے بتاؤں گی کہ بھوت کسے کہتے ہیں۔ ہاں''..... روزی راسکل نے یکلخت چیختے ہوئے لہجے میں کہا۔

''ارے۔ ارے۔ وہ تو تمہاری تعریف کر رہا تھا اور تم الٹا اس سے ناراض ہو رہی ہو''..... عمران نے کہا۔

''کیا۔ کیا مطلب۔ اس نے مجھے بھوت کہا ہے۔ کیا یہ تعریف ہے''..... روزی راسکل نے گلا پھاڑ کر جواب دیتے ہوئے کہا۔

''ارے۔ تو تمہیں بھوت اور بھوتنیوں کے بارے میں کچھ معلوم نہیں ہے۔ پریاں اور پری زادوں کے بارے میں تو سنا ہوا ہو گا تم

نے''..... عمران نے کہا۔

''ہاں۔ کیوں''..... روزی راسکل نے کہا۔

''پریوں کے ہاں بھی مقابلہ حسن ہوتا ہے اور جو پری حسینہ عالم ہوتی ہے اسے بھوتنی عالی شان کا خطاب ملتا ہے۔ اسی طرح پری زادوں کے پرنس چارمنگ کو بھوت کہا جاتا ہے''..... عمران نے کہا۔

''خوامخواہ غلط بیانی کر رہے ہو۔ بھوت اور بھوتنی انتہائی بدصورت کو کہا جاتا ہے''..... روزی راسکل نے کہا۔

''چلو اگر تمہیں میری بات پر یقین نہیں آ رہا تو ریڈ کلب کے مالک وکٹر سے پوچھ لو۔ وہ تو تمہارے گینگ کا ہی آدمی ہے''۔ عمران نے کہا تو سامنے بیٹھا ہوا بلیک زیرو ایک بار پھر مسکرا دیا۔

''ریڈ کلب کا وکٹر۔ وہ کون ہے۔ اوہ۔ اوہ اچھا۔ میں سمجھ گئی۔ تم اس نگینہ ہوٹل والے وکٹر کی بات کر رہے ہو۔ اس کا کیا تعلق۔ وہ تو انتہائی گھٹیا درجے کا بدمعاش ہے''..... روزی راسکل نے کہا۔

''کہاں ہے یہ نگینہ ہوٹل۔ لیکن ایسا شاندار نام ہے اس ہوٹل کا اور تم اسے گھٹیا کہہ رہی ہو''..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''میں ٹھیک کہہ رہی ہوں۔ وہ تو انتہائی گھٹیا بدمعاش ہے۔ راجہ محلے میں اس کا ہوٹل ہے۔ ویسے اسے سب ماسٹر کہتے ہیں جبکہ اس کا اصل نام مجھے معلوم ہے۔ ایک بار وہ مجھ سے الجھ پڑا تھا اور پھر کئی روز تک اسے بستر پر رہنا پڑا تھا۔ وہ کیا بتائے گا''..... دوسری طرف سے کہا گیا۔

''چلو میں نے تسلیم کر لیا ہے کہ تم پری ہو۔ بھوتنی نہیں ہو۔ اب تو خوش ہو'' ...... عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے رسیور رکھ دیا اور ٹرانسمیٹر اپنی طرف کر کے اس نے اس کا ایک بٹن آن کر دیا۔ اس پر ٹائیگر کی فریکونسی پہلے ہی ایڈجسٹ تھی۔

''ہیلو۔ ہیلو۔ علی عمران کالنگ۔ اوور'' ...... عمران نے بار بار کال دیتے ہوئے کہا۔

''یس باس۔ میں ٹائیگر بول رہا ہوں۔ اوور'' ...... چند لمحوں بعد ہی ٹائیگر کی آواز سنائی دی۔

''تمہاری روزی راسکل اسے جانتی تھی۔ اس نے بتایا ہے کہ اس وکٹر کو تمام لوگ ماسٹر کہتے ہیں اور اس کے ہوٹل کا نام نگینہ ہوٹل ہے اور یہ ہوٹل راجہ محلے میں ہے۔ اوور'' ...... عمران نے کہا۔

''لیکن ہمیں تو ریڈ کلب بتایا گیا تھا۔ نگینہ ہوٹل تو اس سے یکسر مختلف نام ہے۔ اوور'' ...... ٹائیگر نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''پہلے شاید اس کا نام ریڈ کلب ہوگا پھر اسی کا نام تبدیل کر دیا گیا ہوگا۔ تم اس وقت کہاں موجود ہو۔ اوور'' ...... عمران نے پوچھا۔

''میں سٹار کلب میں ہوں۔ اوور'' ...... دوسری طرف سے ٹائیگر نے کہا۔

''کہاں ہے یہ سٹار کلب۔ اوور'' ...... عمران نے پوچھا۔

''پارس کالونی میں باس۔ اوور'' ...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

''اوکے۔ تم وہیں رکو۔ میں جوانا کو تمہارے پاس بھیج رہا ہوں۔ اس وکٹر کو ہر قیمت پر اٹھا کر رانا ہاؤس لے آؤ۔ اوور'' ...... عمران نے کہا۔

''یس باس۔ اوور'' ...... دوسری طرف سے کہا گیا تو عمران نے اوور اینڈ آل کہہ کر ٹرانسمیٹر آف کر دیا اور پھر رسیور اٹھا کر اس نے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

''رانا ہاؤس'' ...... دوسری طرف سے جوزف کی سپاٹ آواز سنائی دی۔

''علی عمران بول رہا ہوں۔ جوانا کہاں ہے جوزف'' ...... عمران نے پوچھا۔

''موجود ہے باس'' ...... دوسری طرف سے مؤدبانہ لہجے میں کہا گیا۔

''اس سے میری بات کراؤ'' ...... عمران نے کہا۔

''یس باس'' ...... دوسری طرف سے کہا گیا اور پھر لائن پر خاموشی طاری ہو گئی۔

''یس ماسٹر۔ میں جوانا بول رہا ہوں'' ...... کچھ دیر بعد جوانا کی آواز سنائی دی۔

''جوانا۔ تم کار اور اسلحہ لے کر پارس کالونی چلے جاؤ۔ وہاں کوئی سٹار کلب ہے۔ وہاں ٹائیگر موجود ہے۔ تم نے اس کے ساتھ جا کر راجہ محلے میں واقع نگینہ ہوٹل سے اس کے مالک وکٹر کو اٹھا کر رانا

ہاؤس لے کر آنا ہے اور سنو۔ اسے صحیح سلامت اور زندہ رانا ہاؤس پہنچنا چاہئے۔ اس کے علاوہ چاہے تمہیں اس پورے ہوٹل کو میزائلوں سے کیوں نہ اڑانا پڑے۔ میں نے ٹائیگر کو بھی کہہ دیا ہے کہ اس نے ہر قیمت پر اسے لے کر آنا ہے''...... عمران نے کہا۔

''یس ماسٹر''...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

''جوزف کو رسیور دو اور تم جاؤ''...... عمران نے کہا۔

''یس باس''...... چند لمحوں بعد جوزف کی آواز سنائی دی۔

''جوانا چلا گیا ہے''...... عمران نے پوچھا۔

''یس باس''...... جوزف نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''تو سنو۔ جب ٹائیگر اور جوانا ایک آدمی کو لے کر آئیں تو تم نے مجھے دانش منزل میں ہی اطلاع دینی ہے۔ میں یہاں موجود ہوں''...... عمران نے کہا۔

''یس باس''...... جوزف نے جواب دیا تو عمران نے رسیور رکھ دیا۔ پھر تقریباً ایک گھنٹے بعد فون کی گھنٹی بج اٹھی تو عمران نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

''ایکسٹو''...... عمران نے ایکسٹو کے مخصوص لہجے میں کہا۔

''جوزف بول رہا ہوں جناب۔ باس تک پیغام پہنچانا ہے کہ ان کا مطلوبہ آدمی رانا ہاؤس پہنچ چکا ہے''...... جوزف نے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ میں آ رہا ہوں''...... عمران نے اپنے اصل لہجے میں کہا اور رسیور رکھ کر وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ تھوڑی دیر بعد اس کی کار رانا

ہاؤس کی طرف اڑی چلی جا رہی تھی اور پھر رانا ہاؤس پہنچ کر عمران نے کار پورچ میں روکی اور نیچے اترا تو ٹائیگر تیزی سے اس کی طرف بڑھا۔

''کوئی خاص بات تو نہیں ہوئی اسے لے آنے میں''...... عمران نے ٹائیگر سے مخاطب ہو کر کہا۔

''استاد کالو والے اڈے جیسا قتل عام کرنا پڑا ہے وہاں بھی۔ تب یہ ہاتھ لگا ہے۔ ایک تہہ خانے میں اس نے اپنا آفس بنایا ہوا تھا''...... ٹائیگر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''یہ کام جوانا نے کیا ہو گا''...... عمران نے جوانا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''آپ ایسا کام مجھے ہی بتایا کریں ماسٹر۔ راستے میں مجھے ٹائیگر نے ان کے جرم کے بارے میں بتایا تو ماسٹر میرا دل کہہ رہا تھا کہ ان لوگوں کے ایک ایک ریشے میں پورا برسٹ اتار دوں۔ یہ لوگ کمینگی کی اس انتہاء پر پہنچ چکے ہیں کہ اب انہیں چھوڑنا بذات خود بہت بڑی کمینگی ہے''...... جوانا نے بڑے جذباتی لہجے میں کہا۔

''ہاں۔ یہ واقعی کمینگی کی انتہاء ہے''...... عمران نے کہا اور بلیک روم کی طرف بڑھ گیا۔ بلیک روم میں ایک ادھیڑ عمر لیکن بھینسے کی طرح پلا ہوا آدمی کرسی پر راڈز میں جکڑا ہوا موجود تھا۔ اس کا بڑا سا چہرہ زخموں کے مندمل نشانات سے بھرا ہوا تھا۔ سر کے بال چھوٹے اور بھورے تھے۔ اس نے ایک کان میں بالی پہنی ہوئی تھی اور وہ

اپنے ڈیل ڈول اور انداز سے واقعی بدمعاش اور غنڈہ دکھائی دیتا تھا۔

''اسے کیسے بے ہوش کیا ہے'' ..... عمران نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے ٹائیگر سے پوچھا۔

''میں نے اس کی گردن پر ضرب لگائی تھی'' ..... جوانا نے جواب دیا۔

''تو پھر اسے ہوش میں لے آؤ'' ..... عمران نے کہا تو جوانا آگے بڑھا اور اس نے دونوں ہاتھوں سے اس کی ناک اور منہ بند کر دیا۔ چند لمحوں بعد جب اس کے جسم میں حرکت کے تاثرات نمودار ہونے شروع ہو گئے تو جوانا نے ہاتھ ہٹائے اور پیچھے ہٹ کر عمران کی کرسی کے ساتھ کھڑا ہو گیا۔

''جوزف۔ الماری سے کوڑا نکالو۔ یہ آسانی سے زبان نہیں کھولے گا'' ..... عمران نے جوزف سے مخاطب ہو کر کہا۔

''یس باس'' ..... جوزف نے کہا اور عقبی دیوار میں موجود الماری کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے الماری کھول کر اس میں سے ایک کوڑا نکالا اور پھر الماری بند کر کے وہ مڑا اور عمران کی کرسی کی سائیڈ میں آ کر کھڑا ہو گیا۔ ٹائیگر عمران کے ساتھ والی کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ وکٹر نے کراہتے ہوئے آنکھیں کھول دیں۔ پہلے چند لمحے تک تو اس کی آنکھوں میں دھندسی چھائی رہی لیکن پھر وہ چونک کر سیدھا ہوا اور لاشعوری طور پر اس نے اٹھنے کی کوشش کی۔

''یہ۔ یہ کیا۔ کیا مطلب۔ میں کہاں ہوں۔ فائرنگ کس نے کی تھی۔ کیا مطلب'' ..... وکٹر نے پوری طرح ہوش میں آتے ہی کہا۔ وہ بڑی حیرت بھری نظروں سے عمران، ٹائیگر، جوزف اور جوانا کو دیکھ رہا تھا۔

''تمہارا نام وکٹر ہے'' ..... عمران نے سرد لہجے میں کہا۔

''ماسٹر وکٹر کہو۔ وکٹر تو یہاں سینکڑوں ہوں گے لیکن ماسٹر وکٹر دوسرا نہیں ہو سکتا۔ مگر تم کون ہو اور مجھے یہاں کیوں جکڑ رکھا ہے۔ بولو'' ..... وکٹر نے غراتے ہوئے لہجے میں کہا۔ اس کا انداز ایسا تھا کہ جیسے عمران اور اس کے ساتھی راڈز میں جکڑے ہوئے ہوں اور وہ آزاد بیٹھا ہو۔

''استاد کالو کو جانتے ہو'' ..... عمران نے کہا تو ماسٹر وکٹر نے بے اختیار اچھلنے کی کوشش کی۔

''اوہ۔ اوہ۔ تو تم ہو وہ جنہوں نے استاد کالو کو ہلاک کیا ہے۔ کیوں کیا ہے ہلاک اسے۔ بولو'' ..... وکٹر نے انتہائی غصیلے لہجے میں چیختے ہوئے کہا۔ وہ واقعی خاصے موٹے دماغ کا آدمی تھا۔

''استاد کالو نے تمہارا نام صرف وکٹر لیا تھا۔ ماسٹر وکٹر تو اس نے نہیں کہا تھا اور اس نے ریڈ کلب کا نام بھی لیا تھا جبکہ تم نگینہ ہوٹل سے ملے ہو'' ..... عمران نے سرد لہجے میں کہا۔

''استاد کالو سے میرا پرانا یارانہ ہے اور یہ پہلے ریڈ کلب تھا۔ میں نے اس کا نام نگینہ ہوٹل رکھا ہے۔ نگینہ میری اس عورت کا نام

تھا جو مجھے بے حد پسند تھی لیکن ایک بار اس نے میری بات نہ مانی تو میں نے اس کی ساری پسلیاں توڑ دی تھیں''...... ماسٹر وکٹر نے جواب دیا۔

''استاد کالو تمہیں جو بچے پہنچاتا ہے وہ تم کہاں بھیجتے ہو''۔ عمران نے کہا تو ماسٹر وکٹر نے ایک بار پھر اچھلنے کی ناکام کوشش کی۔

''بچے۔ کون سے بچے۔ کن بچوں کی بات کر رہے ہو''۔ ماسٹر وکٹر نے کہا لیکن عمران کو اس کے کھوکھلے پن کا احساس ہو گیا تھا۔

''وہ بچے جو استاد لالو عالم پور سے اغوا کر کے لے آتا تھا''۔ عمران نے کہا۔

''میرا بچوں سے کیا تعلق۔ میں تو ویسے ہی بچوں سے نفرت کرتا ہوں۔ بے کار کلبلاتے ہوئے کیڑے''...... ماسٹر وکٹر نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

''جوزف''...... عمران نے انتہائی سخت لہجے میں کہا۔

''یس باس''...... جوزف نے آگے بڑھ کر کہا۔

''اس کا منہ کھلواؤ۔ لیکن اگر تمہارا ہاتھ ڈھیلا پڑا تو گولی سے اڑا دوں گا''...... عمران نے جوزف کو گھورتے ہوئے کہا لیکن اس کا لہجہ بے حد سرد تھا۔ شاید وکٹر نے جس طرح بچوں سے نفرت کا اظہار کیا تھا اس سے عمران کا موڈ بدل گیا تھا۔

''میں سچ کہہ رہا ہوں اور سنو۔ خبردار۔ میرے نزدیک کوئی آیا۔

میں ماسٹر وکٹر ہوں۔ ماسٹر وکٹر''...... وکٹر نے چیختے ہوئے کہا لیکن دوسرے ہی لمحے کوڑے کی شڑاپ شڑاپ کی تیز آوازوں سے کمرہ گونج اٹھا لیکن ماسٹر وکٹر کے منہ سے چیخوں کی بجائے صرف سسکاریاں سی نکل رہی تھیں۔

''کر لو ظلم۔ ابھی میں تم سب کی گردنیں توڑ دوں گا۔ ابھی توڑ دوں گا''...... یکلخت ماسٹر وکٹر نے چیختے ہوئے کہا لیکن چوتھے یا پانچویں کوڑے پر اس کی قوت برداشت جواب دے گئی۔ اس کا لباس پھٹ گیا تھا اور سینے، بازوؤں اور پیٹ پر کوڑے کی ضربوں نے زخم ڈال دیئے تھے۔ جوزف کسی خودکار مشین کی طرح مسلسل کوڑے برسائے چلا جا رہا تھا۔ پھر کمرہ وکٹر کی چیخوں سے گونجنے لگا۔

''بتاتا ہوں۔ بتاتا ہوں۔ رک جاؤ۔ بتاتا ہوں''...... اچانک وکٹر نے ہذیانی انداز میں کہا تو عمران کے اشارے پر جوزف نے ہاتھ روک لیا۔

''پانی دو۔ مجھے پانی دو''...... وکٹر نے کہا۔

''مل جائے گا پانی۔ پہلے بتاؤ اور سنو۔ جھوٹ مت بولنا''۔ عمران نے سرد لہجے میں کہا۔

''وہ بچے میں نے کافرستان بھجوا دیئے تھے۔ کافرستان سے بچوں کا ایک اسمگلر آیا ہوا تھا۔ اس کا نام شیر سنگھ ہے۔ وہ بچے لے گیا تھا''...... وکٹر نے جواب دیا لیکن عمران فوراً ہی سمجھ گیا کہ اس

حالت تک پہنچ جانے کے باوجود وکٹر جھوٹ بول رہا ہے۔

''جوانا''...... عمران نے غراتے ہوئے کہا۔

''یس ماسٹر''...... جوانا نے فوراً ہی جواب دیتے ہوئے کہا۔

''اس کی ایک آنکھ نکال دو تاکہ اسے جھوٹ بولنے کا کچھ تو سبق ملے''...... عمران نے انتہائی سرد لہجے میں کہا۔

''یس ماسٹر''...... جوانا نے کہا اور تیزی سے آگے بڑھا۔

''کیا۔ کیا کہہ رہے ہو۔ رک جاؤ۔ رک جاؤ''...... وکٹر نے ہذیانی انداز میں چیختے ہوئے کہا لیکن جوانا نے ایک ہاتھ اس کے سر پر رکھا اور دوسرے ہاتھ کی انگلی اس نے نیزے کی انی کی طرح پوری قوت سے اس کی ایک آنکھ میں گھسیڑ دی اور کمرہ وکٹر کے حلق سے نکلنے والی کربناک چیخوں سے گونج اٹھا۔ جوانا نے انگلی باہر نکال کر اس کے لباس سے صاف کی اور پیچھے ہٹ گیا۔ وکٹر تکلیف کی شدت سے دائیں بائیں اس طرح سر مار رہا تھا جیسے اس کی گردن میں مشین فٹ ہو گئی ہو۔

''اب تمہیں اندازہ ہوا کہ جھوٹ بولنے کی کیا سزا ہے۔ اب بتاؤ۔ کس کے حوالے کئے تھے بچے تم نے ورنہ دوسری آنکھ بھی غائب ہو جائے گی اور جب تم اندھے ہو جاؤ گے تو پھر میں دیکھوں گا کہ تمہیں کون ماسٹر مانتا ہے''...... عمران نے انتہائی سرد لہجے میں کہا۔

''تم۔ تم تو ظالم ہو۔ تم وحشی ہو۔ میں نے بچے ماروتی ہاؤس

پہنچا دیئے تھے۔ ماروتی ہاؤس''...... وکٹر نے حلق کے بل چیختے ہوئے کہا۔

''کہاں ہے ماروتی ہاؤس۔ تفصیل بتاؤ''...... عمران نے کہا۔

''کنڈیاری روڈ پر شریف کالونی کی کوٹھی ہے ماروتی ہاؤس۔ ڈاکٹر عالمگیر وہاں رہتا ہے۔ ڈاکٹر عالمگیر''...... وکٹر نے کہا۔

''کیا نمبر ہے اس کوٹھی کا''...... عمران نے پوچھا۔

''مجھے نمبر نہیں معلوم۔ میں کبھی وہاں نہیں گیا۔ میرے آدمی سارا کام کرتے ہیں۔ میرے آدمی کام کرتے ہیں''...... وکٹر نے کہا۔

''کس کے حکم پر تم بچے وہاں بھیجتے ہو''...... عمران نے پوچھا۔

''بادشاہ کے حکم پر۔ بادشاہ کے حکم پر۔ وہ ہمارا بڑا استاد ہے۔ وہ پورے دارالحکومت کا سب سے بڑا بدمعاش ہے۔ سارے دارالحکومت میں بادشاہ کی بادشاہت چلتی ہے''...... وکٹر نے چیخ چیخ کر کہنا شروع کیا۔

''کیا کرتا ہے وہ ان بچوں کا''...... عمران نے پوچھا۔

''وہ۔ وہ بزنس کرتا ہے۔ کوئی سیٹھ ہے اس کے لئے۔ میں اسے نہیں جانتا۔ ڈاکٹر عالمگیر ان بچوں کی آنکھیں نکال کر کسی محلول میں محفوظ کرتا ہے اور پھر سیٹھ کے آدمی یہ آنکھیں لے جاتے ہیں اور بچوں کو ہلاک کر کے ادھر ادھر قصبوں میں ویران جگہوں پر زمین میں دفن کر دیا جاتا ہے''...... وکٹر نے جب بولنا شروع کیا تو مسلسل بولتا چلا گیا۔

''بادشاہ کہاں رہتا ہے''...... عمران نے پوچھا۔

''وہ کہیں نہیں رہتا اور سب جگہ رہتا ہے۔ وہ یہاں بھی موجود ہو گا اور اسے سب کچھ معلوم ہو جاتا ہے اور اسے یقیناً معلوم ہو گیا ہو گا کہ تم نے مجھ پر ظلم کیا ہے اور اب تمہارا انجام انتہائی عبرتناک ہو گا۔ انتہائی عبرتناک''...... وکٹر نے چیخ چیخ کر کہا۔

''کہاں رہتا ہے بادشاہ۔ بولو ورنہ دوسری آنکھ بھی نکلوا دوں گا''...... عمران نے انتہائی سرد لہجے میں کہا۔

''وہ۔ وہ فون پر بات کرتا ہے۔ اس کا فون آتا ہے۔ کسی کو معلوم نہیں کہ وہ کہاں رہتا ہے۔ اس کا کوئی ٹھکانہ نہیں لیکن سارے اڈے اس کے ہیں''...... وکٹر نے جواب دیا۔

''یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ سامنے بھی نہ آئے اور تم اسے استاد مان لو''...... عمران نے کہا۔

''وہ بہت بڑا استاد ہے۔ پورا ملک اسے استاد مانتا ہے۔ اس کے آدمی پورے ملک میں پھیلے ہوئے ہیں''...... وکٹر نے کہا۔

''اس کو تم کس نمبر پر فون کرتے ہو''...... عمران نے کہا تو وکٹر نے فون نمبر بتا دیا۔

''میں تمہاری بات کراتا ہوں اس سے۔ اسے کہو کہ تم اس سے خود ملنا چاہتے ہو۔ بچوں کے سلسلے میں خاص بات کرنی ہے''۔ عمران نے کہا۔

''وہ اس طرح بات نہیں کرتا۔ کبھی نہیں کرتا''...... وکٹر نے کہا۔

''بہر حال اگر تم زندہ رہنا چاہتے ہو تو مجھے یقین دلاؤ کہ تم نے جو کچھ کہا ہے وہ درست ہے''...... عمران کہا مگر ایک بار پھر اس کا لہجہ سرد ہو گیا تھا۔

''ٹھیک ہے۔ کراؤ بات''...... وکٹر نے کہا تو عمران نے پاس پڑے ہوئے فون کا رسیور اٹھایا اور نمبر پریس کر کے اور اس کا لاؤڈر آن کر کے اس نے فون سیٹ ٹائیگر کو دے دیا۔ ٹائیگر اٹھ کر وکٹر کے قریب گیا اور اس نے رسیور وکٹر کے کان سے لگا دیا۔ دوسری طرف گھنٹی بجنے کی آواز سنائی دے رہی تھی۔

''یس''...... ایک چیختی ہوئی سخت سی آواز سنائی دی۔

''وکٹر بول رہا ہوں جناب''...... وکٹر نے انتہائی منمناتے ہوئے لہجے میں کہا۔

''کیا ہوا اس ٹائیگر کا''...... دوسری طرف سے کہا گیا تو عمران کے ساتھ ساتھ وکٹر کے قریب کھڑا ٹائیگر بھی بے اختیار چونک پڑا۔

''اس کا گھیراؤ کیا جا رہا ہے جناب۔ جیسے ہی وہ گھیرے میں آیا اسے ہلاک کر دیا جائے گا۔ البتہ ایک بات بچوں کے سلسلے میں سامنے آئی ہے اس لئے میں نے فون کیا ہے''...... وکٹر نے کہا۔

''کون سی بات''...... دوسری طرف سے چونک کر کہا گیا۔

''جناب۔ ایک حکومتی ادارہ ان بچوں کے سلسلے میں کارروائی کر رہا ہے۔ وہ میرے پاس آئے تھے لیکن میں نے انہیں ٹال دیا ہے

لیکن لگتا ہے کہ وہ لوگ آسانی سے ٹلنے والے نہیں ہیں“...... وکٹر نے کہا۔

”کون سا ادارہ ہے۔ مجھے بتاؤ“...... دوسری طرف سے انتہائی سخت لہجے میں کہا گیا۔

”انہوں نے بتایا تو نہیں لیکن لگتا ہے کہ ان کا تعلق انٹیلی جنس سے ہے“...... وکٹر نے جواب دیا۔

”تم فکر نہ کرو۔ انٹیلی جنس میں ہمارے آدمی موجود ہیں۔ وہ سب کچھ سنبھال لیں گے“...... دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو ٹائیگر نے رسیور کریڈل پر رکھا اور واپس آ کر دوبارہ کرسی پر بیٹھ گیا۔ فون سیٹ اس نے قریب تپائی پر رکھ دیا تھا۔

”ٹائیگر کون ہے جس کا حوالہ بادشاہ نے دیا تھا“...... عمران نے پوچھا۔

”استاد کالو کے اڈے پر ہونے والے قتل عام کے سلسلے میں جو معلومات اکٹھی کی گئی ہیں ان کے مطابق وہاں ایک اونچے درجے کے بدمعاش ٹائیگر کو دیکھا گیا تھا اور بادشاہ نے اپنے طور پر جو معلومات کرائی ہیں ان کے مطابق ٹائیگر الاسکا ہوٹل میں رہتا ہے۔ چنانچہ بادشاہ نے حکم دیا تھا کہ ٹائیگر کو پکڑ کر اس سے اس بارے میں مکمل معلومات حاصل کی جائیں“...... وکٹر نے تفصیل سے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”تم نے ٹائیگر کا حلیہ تو معلوم کرایا ہوگا“...... عمران نے پوچھا۔

”ہاں۔ لیکن سنا ہے کہ وہ میک اپ میں رہتا ہے۔ بہرحال اب وہ بچ نہ سکے گا کیونکہ ہوٹل الاسکا میں ہمارے آدمی موجود ہیں۔ جیسے ہی وہ وہاں پہنچے گا اسے بے ہوش کر کے اڈے پر پہنچا دیا جائے گا“...... وکٹر نے بڑے اطمینان بھرے لہجے میں کہا۔

”تم نے بادشاہ کو کن لوگوں کے بارے میں کہا ہے کہ ان کا تعلق انٹیلی جنس سے ہے“...... عمران نے پوچھا۔

”تمہارے بارے میں۔ کیونکہ یہاں کی پولیس کو تو میں بخوبی جانتا ہوں اس لئے لازماً تمہارا تعلق انٹیلی جنس سے ہو سکتا ہے۔ اب میرا پیغام بادشاہ تک پہنچ گیا ہے۔ اب تم مجھے چھوڑ دینے پر مجبور ہو جاؤ گے“...... وکٹر نے بڑے اطمینان بھرے لہجے میں کہا۔

”جوانا“...... عمران نے جوانا سے مخاطب ہو کر کہا۔

”یس ماسٹر“...... جوانا نے جواب دیا۔

”اسے آف کر دو“...... عمران نے کہا تو جوانا نے بجلی کی سی تیزی سے مشین پسٹل نکالا اور دوسرے لمحے تڑتڑاہٹ کی آوازوں کے ساتھ ہی وکٹر کے حلق سے ادھوری سی چیخ نکلی اور وہ چند لمحے تڑپنے کے بعد ساکت ہو گیا۔

”اس کی لاش کو برقی بھٹی میں ڈال دو اور ٹائیگر۔ تم نے سنا ہے کہ تمہاری رہائش گاہ کا محاصرہ کر لیا گیا ہے۔ اب تمہارا کیا

پروگرام ہے''...... عمران نے اٹھتے ہوئے کہا۔

''میرا خیال ہے کہ اب مزید کسی کو پکڑنے کی ضرورت نہیں رہی اس لئے ان لوگوں کا خاتمہ کر دیا جائے''...... ٹائیگر نے اٹھتے ہوئے کہا۔

''کر لو گے انتظام''...... عمران نے کہا اور بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

''یس باس۔ بڑی آسانی سے''...... ٹائیگر نے اس کے پیچھے آتے ہوئے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ اب تم جا سکتے ہو''..... عمران نے کہا۔

''باس۔ اس بادشاہ اور اس ڈاکٹر عالمگیر کو بھی تو ٹریس کرنا ہو گا''...... ٹائیگر نے کہا۔

''یہ کام فور سٹارز کا ہے۔ چیف نے یہ کام فور سٹارز کے حوالے کر دیا ہے۔ ویسے میں انہیں کہہ دوں گا کہ ضرورت پڑنے پر وہ تم سے رابطہ کر لیں گے''...... عمران نے ایک کمرے کی طرف مڑتے ہوئے کہا۔

''یس باس''...... ٹائیگر نے جواب دیا اور پھر پورچ میں موجود اپنی کار کی طرف بڑھ گیا۔ عمران کمرے میں جا کر کرسی پر بیٹھا اور اس نے رسیور اٹھا کر انکوائری کے نمبر پریس کر دیئے۔

''یس۔ انکوائری پلیز''...... رابطہ قائم ہوتے ہی ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

''ڈپٹی ڈائریکٹر سنٹرل انٹیلی جنس شہاب احمد بول رہا ہوں''۔ عمران نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

''یس سر۔ حکم سر''...... دوسری طرف سے انتہائی مؤدبانہ لہجے میں کہا گیا۔

''ایک نمبر نوٹ کرو اور چیک کر کے بتاؤ کہ یہ نمبر کہاں نصب ہے اور کس کے نام ہے''...... عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے نمبر بتا دیا جس پر بادشاہ سے بات ہوئی تھی۔

''سس۔ سر۔ یہ نمبر سپیشل سیٹلائٹ کا ہے۔ سنٹرل ایکسچینج کا نہیں ہے''...... دوسری طرف سے کہا گیا تو عمران چونک پڑا۔

''کیسے معلوم ہوا ہے تمہیں''...... عمران نے پوچھا۔ اس کے لہجے میں حیرت تھی۔

''سر۔ یہ نمبر فور زیرو سے شروع ہوتا ہے اور یہ کوڈ سپیشل ایکریمین سیٹلائٹ کا ہے۔ یہاں ان کی کمپنی کرائسس باقاعدہ حکومت کے لائسنس کے تحت کام کر رہی ہے اور انہوں نے بھاری معاوضے پر یہاں سینکڑوں ایسے نمبرز الاٹ کئے ہوئے ہیں''۔ آپریٹر نے پوری تفصیل سے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''ان کے بارے میں معلومات کہاں سے مل سکتی ہیں''۔ عمران نے پوچھا۔

''سر۔ کرائسس کمپنی کا ہیڈ آفس اور اس کے تحت سپیشل ایکسچینج ہے''...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

"اس کا نمبر بتاؤ"...... عمران نے کہا تو دوسری طرف سے نمبر بتا دیا گیا۔ عمران نے اس کا شکریہ ادا کیا اور پھر کریڈل دبا کر اس نے تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

"کرائسس آفس"...... ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

"میں سنٹرل انٹیلی جنس سے ڈپٹی ڈائریکٹر بول رہا ہوں۔ کون ہے جنرل مینجر۔ اس سے میری بات کراؤ"...... عمران نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

"یس سر۔ ہولڈ کریں"...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

"ہیلو۔ جنرل مینجر زبیری بول رہا ہوں"...... چند لمحوں بعد ایک بھاری سی آواز سنائی دی۔

"میں ڈپٹی ڈائریکٹر سنٹرل انٹیلی جنس شہاب احمد بول رہا ہوں"...... عمران نے کہا لیکن اس کا لہجہ پہلے سے زیادہ تحکمانہ ہو گیا تھا۔

"یس سر۔ حکم فرمائیں"...... دوسری طرف سے اس بار قدرے نرم لہجے میں کہا گیا۔

"ایک فون نمبر نوٹ کریں اور چیک کر کے مجھے بتائیں کہ فون نمبر کس کے نام اور کس جگہ نصب ہے۔ یہ خیال رکھیں کہ اسٹیٹ معاملہ ہے اس لئے آپ نے درست جواب دینا ہے" عمران نے کہا۔

"یس سر۔ فرمائیے سر۔ کیا نمبر ہے"...... دوسری طرف سے

گیا تو عمران نے نمبر بتا دیا۔

"ہولڈ کریں جناب۔ میں چیک کرا کے بتاتا ہوں"...... دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی لائن پر خاموشی طاری ہو گئی۔

"ہیلو سر"...... چند لمحوں بعد جنرل مینجر کی آواز سنائی دی۔

"یس"...... عمران نے کہا۔

"آپ اپنا درست تعارف کرائیں کیونکہ سنٹرل انٹیلی جنس والوں نے جواب دیا ہے کہ ان کے ادارے میں کوئی ڈپٹی ڈائریکٹر نہیں ہے"...... جنرل مینجر نے قدرے تلخ لہجے میں کہا۔

"آپ کا پورا نام کیا ہے"...... عمران نے سرد لہجے میں کہا۔

"میرا نام بلال زبیری ہے"...... دوسری طرف سے جواب دیا گیا۔

"تو بلال زبیری صاحب۔ آپ یہ بات مجھ سے پوچھ لیتے۔ آپ کا کیا خیال ہے کہ انٹیلی جنس والے اس طرح ہر آدمی کو اپنے خفیہ سیٹ اپ کے بارے میں معلومات مہیا کر دیتے ہیں۔ اب دو صورتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ آپ کی پوری کمپنی کو سیل کر دیا جائے اور آپ کو گرفتار کر کے ہیڈکوارٹر لے جایا جائے تاکہ آپ کو معلوم ہو سکے کہ سنٹرل انٹیلی جنس کو معلومات مہیا نہ کرنا کتنا بڑا جرم ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ آپ کو اس عہدے سے فوری طور پر فارغ کر دیا جائے۔ آپ بتائیں کہ آپ کیا چاہتے ہیں"...... عمران نے

انتہائی سخت لہجے میں کہا۔

''اوہ۔ اوہ۔ آئی ایم سوری۔ آئی ایم رئیلی سوری سر''۔۔۔۔ دوسری طرف سے جنرل مینجر نے قدرے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

''آپ میرے سوال کا جواب دیں۔ میں آپ کی تسلی کر دوں گا''۔۔۔۔ عمران نے کہا۔

''سر۔ یہ نمبر ذیشان کالونی کی کوٹھی نمبر ایک سو اٹھارہ میں نصب ہے۔ ڈاکٹر احسان احمد صاحب کے نام پر''۔۔۔۔ دوسری طرف سے کہا گیا۔

''کیا آپ نے اچھی طرح چیک کر لیا ہے''۔۔۔۔ عمران نے پوچھا۔

''یس سر''۔۔۔۔ دوسری طرف سے جواب دیا گیا۔

''اب یہ بات بھی سن لیں کہ اگر آپ نے اپنی ایجنسی کی کارکردگی دکھانے کے لئے اس نمبر پر کال کر کے بتا دیا کہ سنٹرل انٹیلی جنس اس کے بارے میں معلومات حاصل کر رہی ہے تو آپ کی باقی زندگی جیل میں گزر سکتی ہے''۔۔۔۔ عمران نے کہا۔

''نو سر۔ میں سمجھتا ہوں سر''۔۔۔۔ بلال زبیری نے اور زیادہ بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا تو عمران نے او کے کہہ کر کریڈل دبایا اور پھر ٹون آنے پر تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

''صدیقی بول رہا ہوں''۔۔۔۔ رابطہ قائم ہوتے ہی دوسری طرف سے صدیقی کی آواز سنائی دی۔

''ارے۔ ارے۔ خالی صدیقی کہنے سے تو کوئی رعب نہیں پڑ سکتا۔ چیف آف فور سٹارز کہا کرو''۔۔۔۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''آپ عمران صاحب۔ چیف کا لفظ تو ہمارے لئے شجر ممنوعہ ہے۔ بہرحال آپ فرمائیں''۔۔۔۔ صدیقی نے کہا۔

''میں رانا ہاؤس سے بول رہا ہوں۔ جو بچے عالم پور سے استاد کالو لایا تھا ان کے بارے میں معلوم ہوا ہے کہ یہ بچے کنڈیاری روڈ پر واقع شریف کالونی کی ایک کوٹھی جس کا نام ماروتی ہاؤس ہے اور جو ڈاکٹر عالمگیر کی کوٹھی ہے، میں پہنچائے جاتے ہیں اور وہاں ان بچوں کی آنکھیں نکال کر محفوظ کر لی جاتی ہیں اور ان بچوں کو ہلاک کر کے ان کی لاشیں دور کھیتوں میں دبا دی جاتی ہیں۔ استاد کالو جو چار بچے عالم پور سے لایا تھا وہ بھی وہیں پہنچائے گئے ہیں اس لئے تم فور سٹارز کے ساتھ وہاں چھاپہ مارو اور اس ڈاکٹر عالمگیر کو ہر صورت میں زندہ پکڑنا ہے تاکہ اس سے آگے کی صورت حال معلوم ہو سکے''۔۔۔۔ عمران نے کہا۔

''اوہ۔ ٹھیک ہے۔ یہ تو انتہائی اہم اطلاع ہے''۔۔۔۔ صدیقی نے کہا۔

''اس ڈاکٹر عالمگیر سے پوچھ گچھ کر کے مجھے رپورٹ دینا''۔ عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے رسیور رکھ دیا۔

''جوزف''۔۔۔۔ عمران نے اونچی آواز میں کہا۔

''یس باس''...... دروازے کے باہر موجود جوزف نے کسی جن کی طرح اندر داخل ہوتے ہوئے کہا۔

''جوانا سے کہو کہ وہ تیار رہے اور بڑی کار باہر نکالو۔ ہم نے اس بادشاہ کی رہائش گاہ پر چھاپہ مارنا ہے''...... عمران نے کہا۔

''یس باس۔ میں انتظام کرتا ہوں''...... جوزف نے کہا اور واپس مڑ گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ ایک بڑی کار میں سوار ذیشان کالونی کی طرف بڑھے چلے جا رہے تھے۔

ایک شاندار انداز میں سجے ہوئے کمرے میں ایک بڑی میز کے پیچھے ایک لمبے قد اور چھریرے جسم کا مالک آدمی کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس کی بڑی بڑی مونچھیں لوہے کی سلاخوں کی طرح سائیڈوں میں نکلی ہوئی تھیں۔ چہرے سے وہ خاصا سخت مزاج اور خوشحال دکھائی دے رہا تھا۔ اس کے جسم پر نیلے رنگ کا جدید ترین تراش کا سوٹ تھا۔ میز پر چار مختلف رنگوں کے فون سیٹ موجود تھے۔ یہ سیٹھ اکمل تھا۔ دارالحکومت میں سپیئر پارٹس کا سب سے بڑا تاجر۔ اسے سپیئر پارٹس کنگ بھی کہا جاتا تھا۔ اکمل کارپوریشن کے نام سے اس کی فرم دارالحکومت کے ایک بزنس پلازہ میں کام کرتی تھی۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ کئی کلبوں اور کئی ہوٹلوں کا بھی مالک تھا لیکن بزنس کا سارا کام اس کے مینیجرز کرتے تھے جبکہ سیٹھ اکمل اپنی رہائش گاہ میں بنے ہوئے اپنے اس آفس نما کمرے میں ہی بیٹھا رہتا

تھا۔ اب بھی وہ بیٹھا ایک فائل کے مطالعہ میں مصروف تھا کہ سرخ رنگ کے فون کی گھنٹی بج اٹھی تو اس نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

''یس''...... سیٹھ اکمل نے کاٹ کھانے والے لہجے میں کہا۔

''رابرٹ بول رہا ہوں جناب''...... دوسری طرف سے ایک مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

''کیوں کال کی ہے''...... سیٹھ اکمل نے کرخت لہجے میں کہا۔

''جناب۔ آپ کو وائٹ فیدر بزنس کے سلسلے میں خصوصی رپورٹ دینی ہے''...... دوسری طرف سے کہا گیا تو سیٹھ اکمل بے اختیار چونک پڑا۔

''وائٹ فیدر کے سلسلے میں۔ کیا ہوا ہے''...... سیٹھ اکمل نے چونک کر کہا۔

''ڈاکٹر عالمگیر کو اس کی کوٹھی سے اغوا کر لیا گیا ہے اور بادشاہ بھی اپنی رہائش گاہ سے اچانک غائب ہو گیا ہے۔ وکٹر جو اس بزنس کا مین آدمی تھا اس کے ہوٹل میں بے تحاشہ فائرنگ ہوئی ہے اور وہاں موجود تمام افراد کو ہلاک کر دیا گیا ہے۔ البتہ وکٹر کی لاش وہاں سے نہیں ملی۔ اس طرح وکٹر کو سپلائی دینے والے استاد کالو کے مخصوص اڈے پر بھی قتل عام کیا گیا ہے اور استاد کالو کی لاش وہیں اس کے اڈے سے ملی ہے۔ اس کی گردن دبا کر اسے ہلاک کیا گیا ہے۔ عالم پور سے رپورٹ ملی ہے کہ وہاں ہمارے سپلائر استاد لالو کی عدم موجودگی میں اس کے نائب تاجو کو دو آدمیوں نے ہلاک کر

دیا ہے اور جناب۔ چونکہ پولیس ہر جگہ پہنچ گئی ہے اس لئے وائٹ فیدر کا سارا بزنس ٹھپ ہو کر رہ گیا ہے''...... رابرٹ نے کہا تو سیٹھ اکمل کے چہرے پر انتہائی حیرت کے تاثرات ابھر آئے۔

''کون کر رہا ہے یہ سب کچھ۔ کیا ہمارے مقابلے پر کوئی نیا گروپ آ گیا ہے''...... سیٹھ اکمل نے کہا۔

''جو تفصیلات ملی ہیں ان کے مطابق بادشاہ کی رہائش گاہ کے گرد دو دیوہیکل حبشیوں کو دیکھا گیا ہے اور ان میں سے ایک حبشی نے ہی وکٹر کے ہوٹل میں فائرنگ کی ہے اور جناب۔ یہ دونوں حبشی یہاں کے ایک آدمی علی عمران کے ملازم ہیں اور یہ علی عمران پاکیشیا سیکرٹ سروس کے لئے کام کرتا ہے اور سنٹرل انٹیلی جنس کے ڈائریکٹر جنرل سر عبدالرحمٰن کا بیٹا ہے لیکن وہ علیحدہ فلیٹ میں اپنے ایک باورچی کے ساتھ رہتا ہے۔ یہ انتہائی خطرناک آدمی سمجھا جاتا ہے۔ اس کا ایک شاگرد ہے جس کا نام ٹائیگر ہے اور یہ ٹائیگر یہاں کی زیر زمین دنیا کے اعلیٰ طبقوں میں کام کرتا ہے''...... رابرٹ نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

''تمہارا مطلب ہے کہ یہ عمران اور ٹائیگر وائٹ فیدر کے خلاف کام کر رہے ہیں لیکن کیوں۔ ان کو کیسے اس بارے میں معلوم ہوا اور پھر وہ اتنی آسانی سے کیسے ڈاکٹر عالمگیر، وکٹر اور بادشاہ تک پہنچ گئے''...... سیٹھ اکمل نے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''جناب۔ میں نے جو تجزیہ کیا ہے اس کے مطابق انہیں نور پور

سے اس بارے میں معلومات ملی ہیں۔ نور پور میں سجاول پکڑا گیا
تھا۔ گو اسے ہلاک کر دیا گیا تھا۔ وہاں سے بچوں کی زمین میں دبی
ہوئی کافی لاشیں ملی تھیں اور میں نے جو معلومات حاصل کی ہیں ان
کے مطابق ان لاشوں کو پہلی بار وہاں کے رہنے والے ایک ریٹائرڈ
سائنس دان ڈاکٹر امجد نے دیکھا اور پھر پولیس کو اطلاع دی اور اس
عمران کو بھی ڈاکٹر امجد کی حویلی میں دیکھا گیا۔ پھر یہ عمران تھانے
میں بھی گیا اور سجاول کے مخصوص اڈے پر بھی۔ گو تمام ثبوت مٹا
دیئے گئے تھے اور بعد میں ڈاکٹر امجد بھی کار کے حادثے میں ہلاک
ہو گیا لیکن اس کے بعد وائٹ فیدر کے خلاف تمام کارروائی شروع
ہو گئی اور ابھی تک جاری ہے۔ انہوں نے کسی طرح عالم پور میں
استاد لالو کا سراغ لگایا لیکن جب یہ لوگ وہاں پہنچے تو استاد لالو
دارالحکومت میں استاد کالو کے پاس پہنچ گیا تھا۔ انہوں نے تاجو سے
یقیناً استاد کالو کے اڈے کا ایڈریس معلوم کیا۔ استاد لالو تو واپس چلا
گیا تھا لیکن استاد کالو ان کے ہاتھ لگ گیا اور انہوں نے یقیناً استاد
کالو سے وکٹر کا پتہ چلایا اور پھر وکٹر کے ہوٹل میں قتل عام کر کے وہ
وکٹر کو اٹھا کر لے گئے۔ وکٹر بادشاہ کو بھی جانتا تھا اور ڈاکٹر عالمگیر کو
بھی۔ اس طرح انہوں نے وکٹر سے معلومات حاصل کر کے ڈاکٹر
عالمگیر کو بھی اٹھا لیا اور بادشاہ کو بھی''...... رابرٹ نے واقعی انتہائی
ذہانت سے تفصیلی تجزیہ کرتے ہوئے کہا۔

''ہونہہ۔ تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ اب یہ بتاؤ کہ ڈاکٹر عالمگیر اور

بادشاہ دونوں آگے کس کا نام بتائیں گے''...... سیٹھ اکمل نے ہونٹ
چباتے ہوئے کہا۔

''ڈاکٹر عالمگیر کسی کو نہیں جانتا۔ اس کا کام بچوں کی آنکھیں
نکال کر انہیں محفوظ کرنا تھا۔ وہ ان کے ڈبے بینک کے مخصوص لاکر
میں پہنچا دیتا تھا جہاں سے انہیں روی حاصل کر لیتی تھی اور پھر وہ
انہیں کافرستان اسمگل کر دیتی تھی جہاں سے یہ ڈبے ایکریمیا بھجوا
دیئے جاتے تھے۔ اس طرح ڈاکٹر عالمگیر زیادہ سے زیادہ اس لاکر
کے بارے میں بتا دے گا اور لاکر ڈاکٹر عالمگیر کے نام پر ہے اور
اسے نہیں معلوم کہ آگے کیا ہوتا ہے۔ اس طرح یہ راستہ بند ہو جاتا
ہے اور جہاں تک بادشاہ کا تعلق ہے تو جناب۔ بادشاہ دارالحکومت کا
بہت بڑا بدمعاش ہے اور ملک میں اس کے آدمیوں کو ہم نے وائٹ
فیدر اغوا کرانے کے لئے ہائر کیا ہوا تھا لیکن بادشاہ کو صرف اتنا
معلوم ہے کہ آپ اس بزنس کے ہیڈ ہیں لیکن وہ آپ کا نام نہیں
جانتا اور جناب۔ آپ کی اس سے آج تک فون پر بھی بات نہیں
ہوئی اس لئے وہ زیادہ سے زیادہ یہی بتا سکے گا کہ اس بزنس کا تعلق
ایک سیٹھ سے ہے اور بس۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں بتا سکتا اور
دارالحکومت میں بے شمار سیٹھ ہیں اس لئے وہ لوگ صرف نام سیٹھ
سے کچھ نہیں سمجھ سکتے''...... رابرٹ نے جواب دیتے ہوئے کہا تو
سیٹھ اکمل کا ستا ہوا چہرہ بے اختیار کھل اٹھا۔

''گڈ شو رابرٹ۔ تم واقعی بے حد سمجھ دار ہو۔ لیکن رابرٹ وائٹ

فیدر بزنس کا کیا ہو گا۔ ہمارا بزنس انتہائی کامیاب جا رہا تھا''۔ سیٹھ اکمل نے اس بار نرم لہجے میں کہا۔

''جناب۔ ہم نے پہلے ہی حفظ ماتقدم کے طور پر اس بزنس کے لئے علیحدہ علیحدہ دو گروپ بنائے ہوئے تھے۔ دونوں اپنے اپنے طور پر کام کرتے تھے۔ ایک گروپ بادشاہ کا تھا اور اس گروپ سے ملنے والے فائٹ فیدر کو فنشنگ ٹچ ڈاکٹر عالمگیر دیتا تھا لیکن دوسرا گروپ اس سے یکسر مختلف ہے۔ اس کے ہیڈ کا نام جیری ہے اور جیری اس بادشاہ سے بڑا بدمعاش ہے لیکن وہ جرائم کی اعلیٰ سطح پر کام کرتا ہے۔ اس کے آدمی بادشاہ کے آدمیوں کی طرح جبراً بچے نہیں چھینتے بلکہ وہ ہسپتالوں کے عملے اور دائیوں کو بھاری رقومات دے کر اغوا شدہ بچے حاصل کرتے ہیں۔ ان بچوں کو فنشنگ ٹچ ڈاکٹر اعظم دیتا ہے اور یہ ایک دوسرے اسمگلر کے ذریعے کافرستان پہنچا دیئے جاتے ہیں۔ جیری سے آپ کا کوئی رابطہ نہیں ہے بلکہ اس سے میرا رابطہ ہے۔ وہ آپ کے بارے میں جانتا ہی نہیں اس لئے آپ بے فکر رہیں۔ جیری اپنا کام کرتا رہے گا۔ اس تک کوئی بھی نہیں پہنچ سکتا۔ البتہ صرف اتنا ہو گا کہ کام کی رفتار کم ہو جائے گی۔ کچھ عرصے بعد جب دوبارہ سب کچھ اوکے ہو جائے گا تو کام کی رفتار تیز کرنے کے لئے ہم نیا گروپ تیار کر لیں گے''...... رابرٹ نے کہا۔

''اوکے۔ ٹھیک ہے۔ لیکن ان لوگوں کو تو سزا دینا ضروری ہے جو ہمارے آڑے آ رہے ہیں''...... سیٹھ اکمل نے کہا۔

''جناب۔ یہ لوگ اونچے پیمانے پر کام کرتے ہیں۔ اگر ہمارا ایک آدمی بھی انہوں نے پکڑ لیا تو پھر آپ سمیت سارا سیٹ اپ ان کے سامنے آ جائے گا۔ اب وہ خود ہی ٹکریں مار کر رہ جائیں گے اور آخرکار وہ یہی سمجھیں گے کہ انہوں نے اس بزنس کا خاتمہ کر دیا ہے۔ اس طرح معاملات اوکے ہو جائیں گے''...... رابرٹ نے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ بہرحال تم بہتر سمجھ سکتے ہو۔ آج سے تم اس بزنس کے فل انچارج ہو اور اس کا تمہیں بزنس کے تمام اخراجات کے علاوہ پچیس فیصد کمیشن بھی ملے گا''...... سیٹھ اکمل نے کہا۔

''شکریہ جناب۔ آپ قطعی بے فکر رہیں۔ میں سب کچھ سنبھال لوں گا''...... رابرٹ نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

''اوکے''...... سیٹھ اکمل نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے رسیور رکھ دیا لیکن اس کے چہرے پر گہری پریشانی کے تاثرات نمایاں تھے۔ اس کے ذہن میں علی عمران کا نام گونج رہا تھا۔ اسے یاد تھا کہ ایک بار اس کی ملاقات ملٹری انٹیلی جنس کے سربراہ کرنل شہاب سے ہوئی تھی اور باتوں باتوں میں ملٹری انٹیلی جنس کی کارکردگی کی بات چھڑ گئی تو کرنل شہاب نے کارکردگی کے بارے میں اس علی عمران کی اتنی تعریف کی کہ سیٹھ اکمل حیران رہ گیا اور اس کے پوچھنے پر کرنل شہاب نے عمران کے بارے میں جو تفصیل بتائی تھی وہ اس قدر خوفناک تھی کہ سیٹھ اکمل اس سے ملنے کے لئے

بے چین ہو گیا تھا لیکن یہ ملاقات اس لئے نہ ہو سکی کہ سیٹھ اکمل کو بزنس کے سلسلے میں فوری ایکریمیا جانا پڑ گیا تھا اور پھر اس کی واپسی کئی ماہ بعد ہوئی تھی اس لئے اس کے ذہن سے یہ سب کچھ نکل گیا تھا لیکن اب رابرٹ نے اس علی عمران کا نام لے کر اس کے لاشعور میں پرانی ساری باتیں اجاگر کر دی تھیں اس لئے گو اس نے رابرٹ سے تو کوئی بات نہ کی تھی لیکن خود اس کے ذہن میں خدشات اور خطرات ابھر آئے تھے۔ بچوں کی آنکھوں کا بزنس ایکریمیا کی ایک پارٹی کے کہنے پر شروع کیا گیا تھا اور اب تک یہ بزنس انتہائی کامیاب جا رہا تھا کیونکہ بچوں کی آنکھوں سے حاصل ہونے والا قرنیہ وہ پارٹی اس قدر بھاری قیمت پر خرید کرتی تھی کہ سب اخراجات کرنے کے باوجود بھی بے پناہ منافع ہو جاتا تھا لیکن اب اسے محسوس ہو رہا تھا کہ اگر اس عمران کو نہ روکا گیا تو کسی بھی لمحے یہ شخص اس تک پہنچ سکتا ہے لیکن کوئی لائحہ عمل اس کی سمجھ میں نہیں آ رہی تھا۔ پھر اچانک ایک خیال اس کے ذہن میں آیا تو اس نے رسیور اٹھایا اور تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

''فائز کلب''...... ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

''سیٹھ اکمل بول رہا ہوں۔ جیفرے سے بات کراؤ''...... سیٹھ اکمل نے کہا۔

''ہولڈ کریں''...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

''ہیلو۔ جیفرے بول رہا ہوں''...... چند لمحوں بعد ایک مردانہ

آواز سنائی دی۔

''سیٹھ اکمل بول رہا ہوں جیفرے۔ کیا تمہارا فون محفوظ ہے''۔ سیٹھ اکمل نے پوچھا۔

''اوہ اچھا۔ ایک منٹ ہولڈ کریں''...... دوسری طرف سے چونک کر کہا گیا اور پھر لائن پر خاموشی چھا گئی۔

''ہیلو سیٹھ اکمل''...... چند لمحوں بعد جیفرے کی آواز سنائی دی۔

''یس۔ کیا فون محفوظ ہو گیا ہے''...... سیٹھ اکمل نے پوچھا۔

''ہاں۔ اب آپ کھل کر بات کر سکتے ہیں''...... جیفرے نے کہا۔

''کیا تم پاکیشیا سیکرٹ سروس کے لئے کام کرنے والے علی عمران کو جانتے ہو''...... سیٹھ اکمل نے کہا۔

''ہاں۔ کیوں''...... جیفرے نے چونک کر کہا۔

''کیا تم اسے ہلاک کر سکتے ہو''...... سیٹھ اکمل نے کہا۔

''کوشش تو کر سکتا ہوں لیکن کروں گا نہیں''...... جیفرے نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''کیوں۔ اگر تمہیں تمہارے مطلب کا معاوضہ دے دیا جائے تو پھر''...... سیٹھ اکمل نے کہا۔

''نہیں سیٹھ اکمل۔ یہ شخص انتہائی خطرناک ہے۔ یہ تو شاید ہلاک نہ ہو البتہ میرا پورا گروپ اس کے ہاتھوں ہلاک ہو سکتا ہے اور میرا آپ کو بھی مشورہ ہے کہ آپ اس سلسلے میں کوئی اقدام نہ

کریں ورنہ وہ آپ تک پہنچ جائے گا''...... جیفرے نے کہا۔

''اوکے۔ٹھیک ہے۔شکریہ''...... سیٹھ اکمل نے کہا اور رسیور رکھ کر ایک طویل سانس لیا۔

''جیفرے جیسا آدمی بھی اگر اس سے خوفزدہ ہے تو پھر واقعی مجھے رابرٹ کی بات مان لینی چاہئے اور خاموش رہنا چاہئے۔ بزنس کا کیا ہے بعد میں زیادہ کما لیا جائے گا''...... سیٹھ اکمل نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے میز کی دراز سے ایک چھوٹی سی بوتل نکالی اور اسے منہ سے لگا لیا۔

عمران دانش منزل کے آپریشن روم میں داخل ہوا تو بلیک زیرو احتراماً اٹھ کھڑا ہوا۔

''بیٹھو''...... رسمی سلام دعا کے بعد عمران نے کہا اور اپنی مخصوص کرسی پر بیٹھ گیا۔

''آپ کچھ تھکے تھکے سے لگ رہے ہیں۔ کیا کوئی خاص بات ہوگئی ہے''...... بلیک زیرو نے کہا۔

''ہاں۔ سفید کبوتروں کے سلسلے میں گاڑی ایک بار پھر رک گئی ہے''......عمران نے کہا۔

''آپ کا مطلب معصوم بچوں کی آنکھوں والے سلسلے سے ہے''...... بلیک زیرو نے چونک کر کہا۔

''ہاں۔ صدیقی نے ان بچوں کے لئے سفید کبوتروں کی اصطلاح وضع کی ہے''......عمران نے جواب دیا۔

''اب تک کیا صورتحال سامنے آئی ہے''...... بلیک زیرو نے پوچھا۔

''ایک ڈاکٹر عالمگیر کی ٹپ ملی جو ان بچوں کی آنکھیں نکال کر انہیں مخصوص ڈبوں میں موجود محلول میں ڈال کر محفوظ کیا کرتا تھا اور بچوں کو ہلاک کر کے ان کی لاشیں دور دراز علاقوں میں دبا دی جاتی تھیں۔ اسے فور سٹارز نے پکڑا لیکن اس نے صرف اتنا بتایا کہ بچے بے ہوشی کے عالم میں اس تک پہنچائے جاتے تھے اور وہ انہیں ہلاک کر کے اس کے بعد ان کی آنکھیں نکال کر انہیں محفوظ کر لیا کرتا تھا اور پھر یہ محفوظ شدہ ڈبے وہ اپنے بینک لاکر میں رکھ دیتا تھا جہاں سے نجانے کون انہیں نکال لیتا تھا۔ البتہ اس کا معاوضہ لاکر میں پہنچ جایا کرتا تھا۔ صدیقی نے اس پر بے پناہ تشدد کیا لیکن وہ اس سے زیادہ کچھ نہ بتا سکا اور ہلاک ہو گیا۔ ادھر ایک بدمعاش بادشاہ کے بارے میں معلوم ہوا کہ وہ اس سارے گروہ کا سرپرست ہے۔ میں نے جوزف اور جوانا کے ساتھ اس کے اڈے پر ریڈ کیا اور پھر اس بدمعاش پر بھی بے پناہ تشدد کیا گیا لیکن وہ صرف اتنا بتا سکا کہ اس سارے بزنس کا اصل آدمی سیٹھ ہے اور بس۔ وہ نہ سیٹھ کا نام جانتا تھا اور نہ ہی اس کا فون نمبر۔ پھر وہ بھی ہلاک ہو گیا اور اس طرح اب آگے کا راستہ بند ہو گیا ہے''...... عمران نے کہا۔

''آپ اس سیٹھ کو تلاش کرنا چاہتے ہیں''...... بلیک زیرو نے کہا۔

''ظاہر ہے۔ یہ بدمعاش لوگ تو ایکریمیا اور یورپ میں بچوں کی آنکھیں فروخت نہیں کر سکتے۔ یہ یقیناً اس سیٹھ کا کاروبار ہو گا اور جب تک یہ سیٹھ نہیں ملے گا اس وقت تک یہ معاملہ ختم نہیں ہو سکتا۔ وہ اس بادشاہ کی بجائے کسی اور بدمعاش گروپ کو انگیج کر لے گا۔ یہاں دارالحکومت میں بدمعاشوں کی کیا کمی ہے اور اس طرح یہ خوفناک دھندہ چلتا ہی رہے گا''...... عمران نے کہا۔

''عمران صاحب۔ پولیس اس سلسلے میں کام کیوں نہیں کرتی۔ آخر بچے اغوا کئے جاتے ہیں''...... بلیک زیرو نے کہا۔

''بادشاہ سے یہ راز معلوم ہوا ہے۔ بادشاہ نے ایس ایس پی کو بھاری رشوت دے کر اس سے پولیس تھانوں کو باقاعدہ سرکلر بھجوا دیا تھا کہ پولیس بچوں کے اغوا کی عام رپورٹ درج کرے گی۔ باقاعدہ ایف آئی آر نہیں کاٹی جائے گی کیونکہ اس طرح پولیس صرف سرسری انکوائری کر کے خاموش ہو جاتی تھی۔ اسے کیس مکمل نہیں کرنا پڑتا تھا۔ میں نے سرسلطان کو کہہ دیا ہے۔ اب تک اس ایس ایس پی سے حساب کتاب ہو چکا ہو گا''...... عمران نے کہا۔

''عمران صاحب۔ اصل میں تو اس پارٹی کا پتہ چلنا چاہئے جو ایکریمیا اور یورپ میں آنکھیں خرید کرتی ہے اور آگے فروخت کرتی ہے۔ اس سے اس سیٹھ کا بھی پتہ چل سکتا ہے''...... بلیک زیرو نے کہا۔

''اوہ ہاں۔ تمہاری بات درست ہے۔ میں نے تو اس بارے

میں سوچا ہی نہیں۔ میرا خیال ہے کہ گراہم کی یہ ڈیوٹی لگائی جائے
کہ وہ اس پارٹی کو ٹریس کرے''...... عمران نے کہا۔

''نہیں جناب۔ اس طرح یہ ٹریس نہیں ہو سکتی۔ یہ تو ایسی
تنظیموں کی مخبری کرنے والی کسی تنظیم کے چیف سے معلوم ہو سکتا
ہے''...... بلیک زیرو نے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ پھر وہ عمرو عیار کی زنبیل مجھے دو۔ شاید کوئی جادوئی
حربہ نکل آئے اس سے''...... عمران نے کہا تو بلیک زیرو بے اختیار
ہنس پڑا۔ اس نے میز کی دراز کھول کر اس میں سے سرخ جلد والی
ضخیم ڈائری نکال کر عمران کی طرف بڑھا دی۔ یہ عمران کی اپنی
مرتب کردہ ڈائری تھی جس میں اس نے فون نمبر لکھے ہوئے تھے اور
عمران اس کو عمرو عیار کی زنبیل کہا کرتا تھا۔ عمران نے ڈائری کھولی
اس کی ورق گردانی شروع کر دی۔ کافی دیر تک وہ ڈائری کو دیکھتا
رہا۔ پھر اس نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے ڈائری بند کی اور
رسیور اٹھا کر اس نے تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

''لکی سٹار کلب''...... ایک نسوانی آواز سنائی دی لیکن بولنے
والے کا لہجہ ایکریمین تھا۔

''پاکیشیا سے علی عمران بول رہا ہوں۔ گرانٹ سے بات کراؤ''۔
عمران نے اپنے اصل لہجے میں بات کرتے ہوئے کہا۔

''پاکیشیا سے۔ اوہ اچھا''...... دوسری طرف سے چونک کر کہا
گیا۔

''ہیلو۔ گرانٹ بول رہا ہوں''...... چند لمحوں بعد ایک بھاری
مردانہ آواز سنائی دی۔

''علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) فرام پاکیشیا
بول رہا ہوں''...... عمران نے کہا۔

''اوہ۔ عمران صاحب آپ۔ بڑے عرصے بعد آپ نے یاد
کیا ہے۔ فرمایئے''...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

''میری ڈائری میں تمہارے نام کے آگے انسائیکلوپیڈیا لکھا ہوا
ہے اس لئے جب اور کہیں سے مسئلہ حل نہیں ہوتا تو مجبوراً
انسائیکلوپیڈیا کی مدد حاصل کرنا پڑتی ہے''...... عمران نے مسکراتے
ہوئے کہا۔

''یہ آپ کی مہربانی ہے۔ حکم فرمائیں''...... دوسری طرف سے
مسرت بھرے لہجے میں کہا گیا۔

''مجھے ایک ایسی تنظیم کی تلاش ہے جو یورپ اور ایکریمیا میں
معصوم بچوں کی آنکھوں کی پتلیاں جنہیں قرنیہ کہا جاتا ہے پاکیشیا
سے خرید کرتی ہے اور پھر انہیں ان امیر لوگوں کو فروخت کیا جاتا ہے
جن کی آنکھیں ختم ہو جاتی ہیں''...... عمران نے کہا۔

''معصوم بچوں کی آنکھوں کے قرنیئے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے عمران
صاحب۔ وہ بچے تو ہلاک ہو جاتے ہوں گے''...... گرانٹ کے لہجے
میں انتہائی حیرت تھی۔

''ہاں۔ اور یہاں پاکیشیا میں یہ کام ہوتا رہا ہے۔ سینکڑوں بچے

اغوا کر کے ان کی آنکھیں نکال لی گئیں اور انہیں ہلاک کر کے زمین
میں دبا دیا گیا۔ مجھے اطلاع ملی تو میں نے کارروائی کی اور ایسا
کرنے والے پکڑے گئے لیکن وہ اصل آدمی کے بارے میں نہیں بتا
سکے۔ اصل آدمی کے بارے میں صرف اتنا معلوم ہوا ہے کہ وہ ان
آنکھوں کو ایکریمیا اور یورپ میں کسی تنظیم کو فروخت کرتا ہے"۔
عمران نے کہا۔

"ویری بیڈ۔ یہ جرم نہیں کمینگی ہے عمران صاحب۔ ویسے یہ
بات تو میں پہلی بار آپ سے سن رہا ہوں۔ آپ کچھ وقت دیں مجھے
بہرحال اس بارے میں مختلف لوگوں سے معلومات حاصل کرنا پڑیں
گی"...... گرانٹ نے کہا۔

"کتنا وقت لو گے۔ یہ خیال رکھنا کہ زیادہ وقت گزرنے کے
دوران نجانے اور کتنے معصوم اور شیر خوار بچے ہلاک ہو جائیں
گے"...... عمران نے کہا۔

"اوہ۔ اس قدر تیز کام ہے ان کا۔ ٹھیک ہے۔ صرف دو گھنٹے
دے دیں"...... گرانٹ نے جواب دیا۔

"تمہیں معاوضہ تمہارے مطلب کا ملے گا۔ البتہ معلومات حتمی
ہونی چاہئیں"...... عمران نے کہا۔

"نہیں عمران صاحب۔ میں اس کا کوئی معاوضہ نہیں لوں گا۔
مجھے تو ابھی تک یہ سوچ کر ہی جھرجھریاں آ رہی ہیں کہ ایسے سنگین
جرائم بھی ہوتے ہیں دنیا میں"...... گرانٹ نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے۔ بہرحال معلومات حتمی ہوں"...... عمران نے کہا۔

"حتمی ہی ہوں گی۔ میں سمجھتا ہوں اپنی ذمہ داری کو"۔ گرانٹ
نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ میں دو بلکہ اڑھائی گھنٹے بعد دوبارہ کال کروں
گا"...... عمران نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔ پھر اڑھائی گھنٹے عمران اور
ب زیرو نے باتوں میں گزار دیئے اور پھر عمران نے وقت دیکھا
اور رسیور اٹھا کر نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

"لکی سٹار کلب"...... رابطہ قائم ہوتے ہی ایک نسوانی آواز سنائی
دی۔

"گرانٹ سے بات کراؤ۔ میں پاکیشیا سے علی عمران بول رہا
ہوں"...... عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"یس سر۔ ہولڈ کریں"...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

"ہیلو۔ گرانٹ بول رہا ہوں"...... چند لمحوں بعد گرانٹ کی آواز
سنائی دی۔

"کچھ معلوم ہوا گرانٹ"...... عمران نے کہا۔

"عمران صاحب سوری۔ باوجود انتہائی کوشش کے ایسی کسی تنظیم
کا پتہ معلوم نہیں ہو سکا جو اس قدر بھیانک جرم کرتی ہو۔ البتہ
ایک بات صرف اشارتاً معلوم ہوئی ہے اور حتمی طور پر تصدیق نہیں
ہو سکی اور وہ یہ کہ یورپ کے ملک رامانیہ میں آنکھوں کی ایک
بین الاقوامی تنظیم ہے جس کا نام کاکاز ہے۔ یہ تنظیم براعظم افریقہ

اور براعظم ایشیا سے آنکھوں کے قرینے کے عطیات اکٹھے ک
اور پھر یہ عطیات پورے یورپ اور ایکریمیا کے آئی بینک
بطور ڈونیشن دیئے جاتے ہیں جن سے سینکڑوں نابینا ا
آنکھوں میں بینائی آ جاتی ہے۔ اس کے چیف کا نام لارڈ ا
اور لارڈ اوسلو کی یہ ذاتی تنظیم رامانیہ کے دارالحکومت بار
گزشتہ کئی سالوں سے کام کر رہی ہے۔ اس کا ہیڈکوارٹر برج
روڈ پر ہے، کاکاز کے نام سے۔ میں نے اس بارے میں جب
معلومات حاصل کیں تو مجھے بتایا گیا کہ یہ سارا کام این جی
تحت عطیات کے طور پر ہوتا ہے۔ اس میں کہیں بھی کسی ن
دولت کو ملوث نہیں کیا گیا۔ ویسے بھی لارڈ اوسلو کے بارے
گیا ہے کہ وہ بہت بڑا جاگیردار بھی ہے، صنعت کار اور بز
بھی ہے۔ کاکاز کے نام سے پورے یورپ میں ہوٹلوں اور کل
چین پھیلی ہوئی ہے۔ کئی بڑی بڑی صنعتی فیکٹریاں بھی یورپ
کام کر رہی ہیں اور لارڈ اوسلو ہی ان کا مالک ہے۔ ویسے لا
آدمی اس کو پورے رامانیہ میں دیوتا قرار دیا جاتا ہے''...... گ
نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

''اس کا کوئی فون نمبر''...... عمران نے پوچھا۔

''نہیں۔ یہ معلوم نہیں ہو سکا''...... گرانٹ نے کہا۔

''اوکے۔ بے حد شکریہ۔ گڈ بائی''...... عمران نے کہا اور ا
ساتھ ہی اس نے کریڈل دبایا اور پھر ٹون آنے پر اس نے ا

نمبر پریس کر دیئے۔

''انکوائری پلیز''...... رابطہ قائم ہوتے ہی ایک نسوانی آواز سنائی
۔

''پاکیشیا سے یورپی ملک رامانیہ اور اس کے دارالحکومت بارسٹ
رابطہ نمبر بتا دیں''...... عمران نے کہا۔

''ہولڈ کریں''...... دوسری طرف سے کہا گیا کہ وہ کمپیوٹر پر دیکھ
بتائے گی۔

''ہیلو سر''...... چند لمحوں بعد انکوائری آپریٹر کی آواز سنائی دی۔

''یس''...... عمران نے کہا تو انکوائری آپریٹر نے دونوں نمبر بتا
یئے اور عمران نے رسیور رکھ دیا۔

''کیا مطلب۔ کیا آپ وہاں فون نہیں کریں گے''...... بلیک
رو نے اس طرح عمران کو رسیور رکھتے دیکھ کر چونک کر کہا۔

''وہاں کاکاز سے تو وہی کچھ معلوم ہو گا جو گرانٹ نے بتایا ہے
ں لئے مجھے کسی اور کی خدمات حاصل کرنا پڑیں گی۔ اصل واقعات
ننے کے لئے''...... عمران نے کہا۔

''تو آپ کا خیال ہے کہ یہ کاکاز باقاعدہ آنکھیں خریدتی ہے
ر پھر ڈونیشن دیتی ہے''...... بلیک زیرو نے کہا۔

''ڈونیشن تو وہ قرینے کئے جاتے ہوں گے جو ڈونیشن سے ملتے
وں گے۔ جو مزید خری ے جاتے ہوں گے وہ بھاری قیمت پر
روخت کئے جاتے ہوں گے۔ یورپ اور ایکریمیا والے دنیا کی ہر

چیز کو بزنس بنا دیتے ہیں‘‘...... عمران نے کہا اور میز پر موجو
جلد والی ڈائری دوبارہ اٹھائی اور اس کی ورق گردانی شروع کر
کافی دیر تک وہ ڈائری کی ورق گردانی کرتا رہا پھر ایک صفحے
کی نظریں جم گئیں۔ اس نے غور سے اس صفحے کو دیکھا اور پھر
بند کر کے اس نے میز پر رکھی اور رسیور اٹھا کر اس نے تیز
نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

’’سارنگ کلب‘‘...... رابطہ قائم ہوتے ہی ایک نسوانی آواز
دی۔

’’میں براعظم ایشیا کے ملک پاکیشیا سے پرنس آف ڈھمپ
رہا ہوں۔ سارنگ سے بات کراؤ‘‘...... عمران نے سنجیدہ لہجے
کہا۔

’’یس سر۔ ہولڈ کریں‘‘...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

’’ہیلو۔ سارنگ بول رہا ہوں‘‘...... چند لمحوں بعد ایک بھاری
مردانہ آواز سنائی دی۔

’’پرنس آف ڈھمپ بول رہا ہوں پاکیشیا سے‘‘...... عمران
کہا۔

’’اوہ۔ اوہ۔ پرنس آپ۔ بڑی طویل مدت بعد آپ نے
فرمایا ہے‘‘...... دوسری طرف سے چونک کر کہا گیا۔

’’تم بے حد مصروف آدمی ہو اس لئے میں تمہیں چھوٹی چھ
باتوں پر ڈسٹرب کرنا مناسب نہیں سمجھتا‘‘...... عمران نے کہا۔

’’آپ تو میرے محسن ہیں پرنس۔ آپ حکم فرمایا کریں‘‘۔ دوسری
طرف سے کہا گیا۔

’’یہاں بارسٹ میں ایک خیراتی تنظیم ہے کا کاز جو براعظم
افریقہ اور ایشیا سے انسانی آنکھوں کے قرنیے عطیے میں وصول کرتی
ہے اور پھر پورے یورپ اور ایکریمیا کے آئی ہسپتالوں کو عطیے کے
طور پر دیتی ہے جس سے سینکڑوں نابینا افراد کو بینائی مل جاتی ہے اور
اس تنظیم کا چیئرمین کوئی مخیر شخصیت لارڈ اوسلو ہے۔ کیا تمہیں معلوم
ہے‘‘...... عمران نے کہا۔

’’جی ہاں۔ سارے یورپ اور ایکریمیا کو معلوم ہے۔ حکومت
نے بے شمار ایوارڈ اس این جی او کو دیئے ہیں لیکن آپ کا اس سے
کیا تعلق پیدا ہو گیا ہے‘‘...... سارنگ نے حیرت بھرے لہجے میں
کہا۔

’’پاکیشیا میں چند بدمعاش گروپ معصوم بچوں کو جو نوزائیدہ اور
شیر خوار ہوتے ہیں جبراً اغوا کر کے ان کی آنکھیں نکال لیتے ہیں اور
بچوں کو ہلاک کر کے زمین میں دفن کر دیتے ہیں اور پھر یہ آنکھیں
یورپ کی کسی تنظیم کو انتہائی بھاری قیمت پر فروخت کر دی جاتی ہیں۔
ان بدمعاش گروپوں کا تو خاتمہ کر دیا گیا ہے لیکن وہ آدمی ٹریس
نہیں ہو رہا جو اس سارے دھندے کا سرغنہ ہے اور لازماً اس کا
تعلق یورپ کی اس پارٹی سے ہو گا جو یہ آنکھیں خرید کرتی ہے‘‘۔
عمران نے مسلسل بولتے ہوئے کہا۔

''اوہ۔ اوہ۔ ویری بیڈ بزنس۔ اس قدر ہارڈ کرائم''...... سارنگ نے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''ہاں۔ دولت کا لالچ ان سے یہ کام کراتا ہے''...... عمران نے کہا۔

''پرنس۔ اگر آپ کا خیال ہے کہ لارڈ اوسلو اور اس کی تنظیم کا کاز یہ کام کرتی ہے تو یہ غلط ہے کیونکہ ان کے دو تین فنکشن میں نے بھی اٹنڈ کئے ہیں۔ وہ یہ سارا کام عطیات کے ذریعے کرتے ہیں''...... سارنگ نے جواب دیا۔

''جبکہ میرا خیال ہے کہ عطیات کا نام صرف ظاہری ہے اور ان کا دھندہ امیر لوگوں کو معصوم بچوں کی آنکھوں کے قرینے فروخت کرنا ہے اس لئے اگر تم اس بارے میں معلومات حاصل کر سکتے ہو تو کرو۔ تمہیں تمہارا معاوضہ مل جائے گا''...... عمران نے کہا۔

''آپ معاوضے کو چھوڑ دیں۔ اس کام کے لئے میں کوئی معاوضہ نہیں لوں گا لیکن آپ مجھے کھل کر بتائیں کہ آپ چاہتے کیا ہیں''...... سارنگ نے کہا۔

''تم اس تنظیم کے کسی ایسے آدمی کو ٹٹولو جس کا تعلق براعظم ایشیا سے آنکھوں کے عطیات وصول کرنے والی تنظیموں سے ہو۔ ان سے معلوم کرو کہ کیا وہاں سے انہیں خریدا جاتا ہے یا صرف عطیات ہی آتے ہیں''...... عمران نے کہا۔

''اوہ۔ ٹھیک ہے۔ میں اب سمجھ گیا ہوں۔ اس تنظیم میں ہمارا

ایک خاص آدمی ہے اور وہ خاصا بااثر بھی ہے اور لالچی بھی ہے۔ میں اس سے اصل بات معلوم کر لوں گا''...... سارنگ نے کہا۔

''کتنی دیر میں یہ کام ہو جائے گا''...... عمران نے پوچھا۔

''ڈیڑھ دو گھنٹے تو لگ ہی جائیں گے''...... سارنگ نے جواب دیا۔

''اوکے۔ میں دو گھنٹے بعد دوبارہ فون کروں گا''...... عمران نے کہا اور پھر گڈ بائی کہہ کر اس نے رسیور رکھ دیا اور پھر تقریباً دو گھنٹوں بعد اس نے دوبارہ سارنگ سے رابطہ کیا۔

''کیا رپورٹ ہے سارنگ''...... عمران نے پوچھا۔

''اوہ۔ اوہ۔ پرنس آپ کا خیال درست نکلا ہے۔ عطیات بھی ملتے ہیں لیکن انتہائی کم تعداد میں۔ باقی تمام قرینے باقاعدہ بھاری قیمت پر خریدے جاتے ہیں اور پھر انہیں یورپ اور ایکریمیا کے امیر لوگوں کو انتہائی بھاری قیمت پر فروخت کیا جاتا ہے''...... سارنگ نے کہا۔

''کون خریدتا ہے اور کیا نیٹ ورک ہے''...... عمران نے پوچھا۔

''کاز یہ قرینے بارسٹ کی ایک انتہائی خوفناک گینگسٹر تنظیم ریڈ لائٹ سے خریدتی ہے۔ ریڈ لائٹ کا سربراہ رامانیہ کا سب سے بڑا بدمعاش اور گینگسٹر سوڈام ہے جسے گینگسٹر سوڈام کہا جاتا ہے۔ وہ خود خفیہ رہتا ہے اور اس کی تنظیم یہ دھندہ کرتی ہے''...... سارنگ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''خود کوئی دوسرا کام کرتا ہے''...... عمران نے کہا۔

''یہ معلوم نہیں ہو سکا۔ صرف اتنا معلوم ہوا ہے کہ ریڈ لائٹ اور کاکاز کے درمیان مستقل معاہدہ ہے اور سینکڑوں کی تعداد میں ماہانہ یہ قرینے وہ کاکاز کے حوالے کرتی ہے اور ان سے بھاری معاوضہ وصول کرتی ہے اور یہ بھی بتا دوں پرنس کہ ریڈ لائٹ رامانیہ کی سب سے خوفناک تنظیم ہے۔ پورے رامانیہ میں اس کے پنجے آکٹوپس کی طرح پھیلے ہوئے ہیں اس لئے مزید معلومات حاصل کرنا میرے لئے بھی خطرناک ہو سکتا تھا اس لئے میں نے مزید معلومات حاصل کرنے کی کوشش ہی نہیں کی''...... سارنگ نے جواب دیا۔

''ان کا کوئی اہم اڈا تو ہوگا''...... عمران نے پوچھا۔

''ہاں۔ ریڈ لائٹ کلب یہاں ان کا سب سے بڑا اڈا ہے بلکہ اس تنظیم کا ہیڈکوارٹر ہی سمجھ لیں''...... سارنگ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''وہاں کا انچارج کون ہے''...... عمران نے پوچھا۔

''معلوم نہیں پرنس۔ کیونکہ میں نے ان لوگوں سے کبھی معمولی سا رابطہ بھی نہیں رکھا''...... سارنگ نے جواب دیا۔

''اوکے۔ بے حد شکریہ''...... عمران نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔

''اس کا مطلب ہے کہ یہاں سے بچوں کی آنکھیں اس ریڈ لائٹ کلب کو بھیجی جاتی ہیں اور ریڈ لائٹ، کاکاز کو دیتی ہے''۔ بلیک زیرو نے کہا۔

''ہاں۔ اب کم از کم ایک نام تو سامنے آیا''...... عمران نے کہا۔

''تو اب آپ کا کیا پروگرام ہے''...... بلیک زیرو نے کہا۔

''مجھے خود وہاں جانا ہوگا تاکہ اس تنظیم سے یہاں کے آدمیوں کے بارے میں معلومات حاصل کی جاسکیں''...... عمران نے کہا۔

''لیکن یہاں کے آدمیوں کا خاتمہ ہو بھی جائے تب بھی وہ لوگ کام تو بند نہیں کریں گے۔ یہاں اور لوگ سامنے آجائیں گے''۔ بلیک زیرو نے کہا۔

''عام طور پر اس قسم کا دھندہ ہر گینگسٹر نہیں کیا کرتا۔ یہ ان میں کسی خاص آدمی کا کام ہے جو اس حد تک لالچی ہے اور اس آدمی کو ٹریس کر کے اس کا خاتمہ کر دیا جائے تو پھر یہ مکروہ دھندہ بھی ختم ہو جائے گا''...... عمران نے کہا۔

''اگر آپ اجازت دیں تو میں یہ کام کر آؤں''...... بلیک زیرو نے کہا۔

''نہیں۔ تم اکیلے وہاں کچھ نہیں کر سکو گے۔ مجھے جوزف، جوانا اور ٹائیگر کو ساتھ لے جانا ہوگا''...... عمران نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔

''کیس تو فور سٹارز کا ہے۔ انہیں ساتھ لے جائیں''...... بلیک زیرو نے کہا۔

''نہیں۔ انہیں یہاں کام کرنے دو''...... عمران نے کہا اور اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کے اٹھتے ہی بلیک زیرو بھی احتراماً اٹھ کھڑا ہوا۔

"اوکے۔ اللہ حافظ۔ میرے حق میں دعا کرتے رہنا"...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"دعائیں جتنی چاہیں مل سکتی ہیں۔ میں سمجھا تھا کہ آپ چیک کی بات کریں گے"...... بلیک زیرو نے مسکراتے ہوئے جواب دیا تو عمران بھی بے اختیار ہنس پڑا اور پھر مڑ کر بیرونی دروازے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

ایک لمبے قد اور بھرے ہوئے جسم کا قوی ہیکل آدمی میز کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے چوڑے چہرے پر زخموں کے مندمل نشانات کثرت سے موجود تھے۔ اس کی آنکھوں میں تیز چمک تھی۔ سر پر بال بے حد چھوٹے لیکن بے حد گھنے تھے۔ اپنے انداز اور چہرے مہرے سے ہی وہ کسی بدمعاش تنظیم کا سربراہ لگتا تھا۔ وہ بیٹھا شراب نوشی میں مصروف تھا کہ سامنے پڑے ہوئے فون کی گھنٹی بج اٹھی اور اس نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

"یس۔ رچمنڈ بول رہا ہوں"...... اس آدمی نے بھاری لہجے میں کہا۔

"کاکاز کے لارڈ اوسلو سے بات کیجئے باس"...... دوسری طرف سے ایک مؤدبانہ آواز سنائی دی تو رچمنڈ بے اختیار چونک پڑا۔

"ہیلو"...... چند لمحوں بعد ایک بھاری سی آواز سنائی دی۔

''یس لارڈ۔ میں آپ کا خادم رچمنڈ بول رہا ہوں''...... رچمنڈ نے انتہائی مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

''کیا بات ہے رچمنڈ۔ تم نے سپلائی کیوں کم کر دی ہے''۔ لارڈ اوسلو نے بھاری لہجے میں کہا۔

''جناب۔ باقی ممالک سے تو سپلائی برابر آ رہی ہے۔ لیکن براعظم ایشیا کا ایک ملک ہے پاکیشیا۔ وہاں سے سپلائی نہیں آ رہی۔ معلوم کرنے پر پتہ چلا ہے کہ وہاں انٹیلی جنس اور سپیشل پولیس حرکت میں آ گئی ہے اس لئے کام کو وقتی طور پر روک دیا گیا ہے''۔ رچمنڈ نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

''کیوں حرکت میں آئی ہے۔ کیا کوئی خاص بات ہوئی ہے''۔ لارڈ اوسلو نے کہا۔

''یس سر۔ وہاں بچوں کی لاشیں کتوں نے زمین کھود کر نکال لیں اور اس طرح پولیس تک یہ اطلاع پہنچ گئی اور پھر وہاں یکے بعد دیگرے کئی سپلائر گروپوں کو ختم کر دیا گیا اس لئے فوری طور پر کام بند کر دیا گیا ہے۔ کچھ عرصہ بعد دوبارہ شروع ہو جائے گا''۔ رچمنڈ نے کہا۔

''کون ہے تمہارا وہاں کا مین سپلائر''...... لارڈ اوسلو نے پوچھا۔

''چار آدمی ہیں لیکن ان میں سے سب سے زیادہ سپلائی دینے والا ایک آدمی ہے سیٹھ اکمل''...... رچمنڈ نے جواب دیا۔

''اگر انہوں نے کام روک دیا ہے تو نئے لوگ سامنے لے آؤ۔

معاوضہ بڑھا دو لیکن سپلائی کم نہیں ہونی چاہئے''...... لارڈ اوسلو نے کہا۔

''یس سر۔ میں کوشش کر رہا ہوں سر''...... رچمنڈ نے کہا تو دوسری طرف سے او کے کہہ کر رابطہ ختم کر دیا گیا تو رچمنڈ نے بھی ایک طویل سانس لیتے ہوئے رسیور رکھ دیا۔ چند لمحے وہ بیٹھا سوچتا رہا پھر اس نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھایا اور ایک بٹن پریس کر دیا۔

''یس سر''...... دوسری طرف سے ایک مؤدبانہ آواز سنائی دی۔ یہ اس کا پرسنل سیکرٹری تھا۔

''پاکیشیا میں سیٹھ اکمل سے میری بات کراؤ''...... رچمنڈ نے کہا اور رسیور رکھ کر اس نے میز پر رکھی ہوئی شراب کی بوتل اٹھائی اور منہ سے لگا لی۔ چند لمحوں بعد فون کی گھنٹی بج اٹھی تو اس نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

''یس''...... رچمنڈ نے بھاری لہجے میں کہا۔

''سیٹھ اکمل صاحب سے بات کریں جناب''...... دوسری طرف سے اس کے سیکرٹری نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

''کراؤ بات''...... رچمنڈ نے کہا۔

''ہیلو۔ میں پاکیشیا سے سیٹھ اکمل بول رہا ہوں''...... ایک آواز سنائی دی۔

''رچمنڈ بول رہا ہوں سیٹھ اکمل''...... رچمنڈ نے تیز اور شاہانہ لہجے میں کہا۔

''اوہ آپ۔ فرمائیے''...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

''سپلائی کب تک دوبارہ شروع ہو گی''...... رچمنڈ نے کہا۔

''جلد ہی شروع ہو جائے گی۔ میں نے چھ نئے گروپس انگیج کر لئے ہیں۔ زیادہ سے زیادہ ایک ہفتے تک سپلائی دوبارہ شروع ہو جائے گی''...... سیٹھ اکمل نے کہا۔

''اوکے۔ جلد از جلد شروع کرو''...... رچمنڈ نے قدرے اطمینان بھرے لہجے میں کہا اور رسیور رکھ دیا اور ایک بار پھر شراب پینا شروع کی ہی تھی کہ فون کی گھنٹی ایک بار پھر بج اٹھی اور اس بار فون پیس پر سرخ رنگ کا بلب بھی ساتھ ہی جل اٹھا تو رچمنڈ چونک پڑا کیونکہ اس کا مطلب تھا کہ براہ راست کال کی جا رہی ہے۔

''یس۔ رچمنڈ بول رہا ہوں''...... رچمنڈ نے رسیور اٹھا کر کان سے لگاتے ہوئے کہا۔

''کنگ بول رہا ہوں''...... دوسری طرف سے ایک غراتی ہوئی آواز سنائی دی۔

''یس چیف۔ حکم چیف''...... رچمنڈ کا لہجہ اس بار بھیک مانگنے والوں جیسا ہو گیا تھا۔

''تم نے اس بار اکاؤنٹ میں کم رقم جمع کرائی ہے۔ وجہ''...... دوسری طرف سے غراتے ہوئے لہجے میں کہا گیا۔

''جناب۔ براعظم ایشیا کے ملک پاکیشیا سے سپلائی بند ہو گئی ہے۔ وہاں پولیس حرکت میں آ گئی ہے اس لئے ان سے کم رقم

وصول ہوئی ہے''...... رچمنڈ نے کہا۔

''تم سپلائر سے کہتے کہ وہ ریٹ بڑھا دے اور اگر وہ نہ بڑھاتے تو پھر کسی دوسرے سے بات کر لینی تھی۔ رقم پوری جمع ہونی چاہئے''...... دوسری طرف سے غصیلے لہجے میں کہا گیا۔

''یس چیف۔ میں بات کروں گا چیف''...... رچمنڈ نے جواب دیا۔

''اوکے۔ آئندہ ماہ رقم کم جمع ہوئی تو تمہیں اس کا انجام معلوم ہے''...... دوسری طرف سے اسی طرح غراتے ہوئے لہجے میں کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو رچمنڈ نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے رسیور رکھ دیا۔

''لارڈ اوسلو اپنی جگہ رعب ڈالتا ہے اور چیف اپنی جگہ۔ بہرحال دوبارہ سپلائی بحال ہو گی تو بات بنے گی''...... رچمنڈ نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور ایک بار پھر میز پر رکھی ہوئی بوتل اٹھا کر اس نے منہ سے لگا لی۔

کار تیز رفتاری سے دوڑتی ہوئی دارالحکومت کی سڑک پر آگے
بڑھی چلی جا رہی تھی۔ ڈرائیونگ سیٹ پر نعمانی تھا جبکہ سائیڈ سیٹ پر
صدیقی اور عقبی سیٹ پر خاور اور چوہان بیٹھے ہوئے تھے۔
''صدیقی۔ تمہیں کس نے اطلاع دی ہے کہ نصیر پور میں بچوں
کی لاشیں ملی ہیں''...... عقبی سیٹ پر بیٹھے ہوئے چوہان نے اچانک
کہا۔ وہ چاروں صدیقی کے کہنے پر نصیر پور جا رہے تھے۔
دارالحکومت کا ایک نواحی علاقہ تھا جہاں ایک زیر تعمیر کالونی کی کوٹھی
میں سے مزدوروں نے کھدائی کی تو وہاں سے اچانک ایک بچے کی
گلی سڑی لاش ملی اور پھر جب مزید کھدائی کی گئی تو وہاں سے بیس
کے قریب معصوم بچوں کی لاشیں اور ہڈیاں دستیاب ہوئی ہیں۔ یہ
بات صدیقی نے بتائی تھی اور پھر اس کے کہنے پر ہی وہ نصیر پور جا
رہے تھے۔

''مجھے پولیس کے ایک آفیسر سے اطلاع ملی ہے''...... صدیقی
نے جواب دیتے ہوئے کہا۔
''پولیس آفیسر سے کیسے''...... اس بار نعمانی نے چونک کر پوچھا۔
''گل بہار تھانے میں میرا ایک دوست ایس ایچ او تعینات
ہے۔ میں نے اس سے بات کی کہ شہر میں بچوں کی گمشدگی کی
اطلاعات تو موجود ہیں لیکن پولیس اس سلسلے میں کوئی کارروائی نہیں
کرتی تو اس نے بتایا کہ انہیں ایس ایس پی نے خصوصی طور پر منع
کیا ہوا ہے کہ بچوں کے اغوا کی رپورٹ درج نہ کی جائے کیونکہ
بچوں کو اغوا نہیں کیا جاتا بلکہ وہ گم ہو جاتے ہیں اور پولیس کا یہ کام
نہیں ہے کہ وہ گمشدہ بچوں کو تلاش کرتی پھرے۔ بہرحال میں نے
اسے بتایا کہ کس طرح نور پور سے بچوں کی لاشیں ملی ہیں اور اس
طرح عالم پور سے چار بچے اغوا کر کے دارالحکومت لائے گئے ہیں تو
وہ بہت حیران ہوا اور اس نے مجھ سے وعدہ کیا کہ اگر کسی بچے کے
اغوا کی اسے کوئی رپورٹ ملی تو وہ مجھے ضرور اطلاع دے گا اور آج
صبح اس کی کال آ گئی۔ میں اس سے ملنے گیا تو اس نے مجھے بتایا
کہ نصیر پور کی ایک زیر تعمیر کوٹھی میں کھدائی کے دوران بچوں کی
لاشیں ملی ہیں۔ اس نے چند لاشیں خود بھی دیکھی ہیں اور اب ہم
سب وہاں جا رہے ہیں''...... صدیقی نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔
''ہم وہاں جا کر کیا کریں گے۔ تم بتا رہے ہو کہ لاشیں گلی سڑی
ہیں۔ اس کا مطلب ہے کہ یہ لاشیں نئی نہیں ہیں بلکہ کافی عرصے

سے دفن ہیں اس لئے وہاں جا کر کیا کریں گے''...... خاور نے کہا۔
''شاید کچھ نہ کچھ معلوم ہو جائے''...... صدیقی نے کہا تو سب نے اثبات میں سر ہلا دیئے۔ پھر تقریباً ایک گھنٹے کے سفر کے بعد وہ نصیر پور کی اس نو رتعمیر ہونے والی کالونی میں داخل ہوئے اور تھوڑی سی پوچھ گچھ کے بعد انہیں اس زیر تعمیر کوٹھی کا پتہ چل گیا۔ نعمانی نے کار اس کوٹھی کے قریب روکی اور پھر وہ چاروں نیچے اتر کر اس کوٹھی کی طرف بڑھ گئے۔ وہاں بچوں کی لاشیں ملنے کے بعد تعمیراتی کام بند کر دیا گیا تھا۔ البتہ ایک ادھیڑ عمر چوکیدار وہاں موجود تھا۔ صدیقی نے اسے بتایا کہ ان کا تعلق سپیشل پولیس سے ہے تو وہ بے چارہ خاصا خوفزدہ نظر آنے لگ گیا۔ پھر وہ انہیں ایک جگہ لے گیا جہاں سے لاشیں ملی تھیں۔
''کیا نام ہے تمہارا''...... صدیقی نے اس سے پوچھا۔
''عبدالرحمٰن جناب''...... چوکیدار نے جواب دیا۔
''کب سے یہاں چوکیداری کر رہے ہو''...... صدیقی نے پوچھا۔
''جی ایک سال سے۔ جب سے اس کوٹھی کی تعمیر شروع ہوئی ہے''......عبدالرحمٰن نے جواب دیتے ہوئے کہا۔
''کیا تم اس علاقے کے رہنے والے ہو''...... صدیقی نے پوچھا۔
''جی ہاں۔ یہاں سے قریب ہی ایک دیہاتی آبادی ہے۔ وہاں

میرا گھر ہے''...... عبدالرحمٰن نے جواب دیتے ہوئے کہا۔
''کالونی بننے سے قبل کیا یہ زرعی زمین تھی۔ یہاں فصلیں کاشت ہوتی تھیں''...... صدیقی نے پوچھا۔
''جی ہاں۔ یہ ساری زمین یہاں کے مقامی زمیندار شفقت شاہ صاحب کی ملکیت تھی لیکن پھر وہ ساری اراضی فروخت کر کے غیر ملک چلے گئے''...... چوکیدار عبدالرحمٰن نے جواب دیتے ہوئے کہا۔
''یہ جگہ جہاں یہ کوٹھی ہے یہاں کوئی باغیچہ تھا''...... صدیقی نے پوچھا تو عبدالرحمٰن چونک پڑا۔
''آپ کو کیسے معلوم ہوا جناب۔ کیا آپ اس وقت بھی یہاں آتے رہتے تھے''...... عبدالرحمٰن نے کہا۔
''نہیں۔ میں تو پہلی بار یہاں آیا ہوں۔ ویسے میرا اندازہ تھا''۔ صدیقی نے کہا۔
''جی ہاں۔ آپ کی بات درست ہے۔ یہاں باغ تھا اور انتہائی گھنا باغ تھا۔ بعد میں اسے کٹوا دیا گیا اور پھر یہ اراضی فروخت کر دی گئی''...... عبدالرحمٰن نے جواب دیا۔
''باغ میں اس وقت کون رہتا تھا''...... صدیقی نے پوچھا۔
''کوئی نہیں جناب۔ سب لوگ آبادی میں رہتے تھے''۔ عبدالرحمٰن نے جواب دیا۔
''لیکن یہاں مجرم آ کر لاشیں دفن کرتے تھے تو لامحالہ آبادی کے لوگ اجنبی افراد کو تو دیکھ سکتے تھے اور پوچھ گچھ بھی کر سکتے تھے

جبکہ ایسا نہیں ہوا تو اس کا مطلب ہے کہ وہ لوگ یہاں رہنے والے کسی آدمی کے واقف ہوں گے''...... صدیقی نے کہا۔

''اوہ۔ اوہ جناب۔ آپ درست کہہ رہے ہیں۔ شفقت شاہ صاحب کا ایک قریبی بڑے زمیندار سے اراضی کے قبضے پر جھگڑا تھا اس لئے شفقت شاہ نے شہر سے بدمعاشوں کا ایک ٹولہ منگوا کر یہاں اراضی پر رکھا ہوا تھا اور یہ ٹولہ اس وقت تک یہاں رہا جب تک کہ اراضی فروخت نہ ہوگئی اور یہ ٹولہ اس باغ میں ہی رہتا تھا اور شہر سے دوسرے بدمعاش ان سے ملنے کاروں پر آتے رہتے تھے''...... چوکیدار عبدالرحمٰن نے جواب دیا۔

''کون لوگ تھے۔ کسی کو جانتے ہو''...... صدیقی نے پوچھا۔

''جی۔ مجھے تو معلوم نہیں ہے البتہ مجھے گاؤں کے ایک آدمی نے بتایا تھا کہ یہ لوگ شہر کے کسی بڑے بدمعاش راجو کے بدمعاش تھے اور راجو شہر کا بڑا نامی گرامی بدمعاش ہے۔ بس جی مجھے تو اتنا معلوم ہے''...... عبدالرحمٰن نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''کتنا عرصہ پہلے کی بات ہے''...... صدیقی نے پوچھا۔

''جی دو سال پہلے کی''...... عبدالرحمٰن نے کہا تو صدیقی نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

''ٹھیک ہے۔ شکریہ''...... صدیقی نے کہا اور واپس مڑ گیا۔ اس کے ساتھی بھی اس کے ساتھ ہی مڑ گئے۔

''اب شہر چلو۔ وہاں اس راجو کے بارے میں معلومات حاصل

کرنا پڑیں گی۔ مجھے یقین ہے کہ یہ راجو لازماً بچوں کے اغوا میں ملوث ہوگا''...... صدیقی نے کہا۔

''راجو کیا بتائے گا''...... نعمانی نے کہا۔

''راجو سے شاید اس پارٹی کا پتہ چل جائے جو بچوں کی آنکھیں خریدتی ہے''...... صدیقی نے کہا تو سب نے اثبات میں سر ہلا دیئے۔ پھر تقریباً ڈیڑھ دو گھنٹے بعد وہ دارالحکومت میں داخل ہوئے تو خاور نے انہیں ناگن محلے میں جانے کا کہہ دیا۔

''وہاں کیا ہے''...... صدیقی نے چونک کر پوچھا۔

''ناگن محلے میں ایک بڑا بدمعاش رہتا ہے۔ اس کا نام ماجھو ہے۔ اس کا ہوٹل بھی ہے اور خاصا معروف آدمی بھی ہے اس سے شاید راجو کے بارے میں معلوم ہو جائے''...... خاور نے کہا۔

''کیا تم اسے جانتے ہو''...... صدیقی نے پوچھا۔

''ہاں۔ ایک بار ملاقات ہوئی ہے۔ ایک دوست کا کام تھا اس لئے وہاں گیا تھا۔ وہ خاصا مستقل مزاج اور ہتھ چھٹ ٹائپ آدمی تھا لیکن میرے دوست کا کام چونکہ اس نے کر دیا تھا اس لئے ہم واپس آ گئے تھے''...... خاور نے جواب دیا۔

''کیا کام تھا''...... اس بار چوہان نے پوچھا۔

''میرا دوست ایک محکمے میں ملازم تھا۔ اس کی والدہ بے حد بیمار تھی اس لئے اس نے جی پی فنڈ سے بھاری رقم نکلوائی اور بس میں سوار ہو کر گھر آ رہا تھا کہ راستے میں اس کی جیب کٹ گئی۔ پھر کسی

نے اسے بتایا کہ جس علاقے میں اس کی جیب کٹی ہے اس علاقے کا بدمعاش ماجھو ہے۔ وہ اگر چاہے تو رقم واپس مل سکتی ہے۔ اس ماجھو کا ایک ملنے والا بھی ہمارے ساتھ گیا تھا اور ماجھو نے واقعی رقم واپس کر دی تھی''...... خاور نے کہا۔

''حیرت ہے۔ اگر اس نے اس طرح رقمیں واپس کرنی ہیں تو پھر وہ یہ دھندہ ہی کیوں کرتا ہے''...... چوہان نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''میرے دوست نے بڑے رقت آمیز انداز میں اس سے اپنی والدہ کی بیماری اور اپنی مجبوری کے بارے میں بتایا تھا اور اس ماجھو کا ملنے والا بھی ہمارے ساتھ تھا۔ اس نے بھی بڑی منت خوشامد کی تو اس نے رقم واپس کر دی''...... خاور نے جواب دیا اور پھر اسی طرح باتیں کرتے ہوئے وہ شہر کے مضافات میں واقع ایک محلے میں پہنچ گئے۔ خاور کے کہنے پر کار ایک طرف کھلی جگہ پر روک دی گئی اور پھر وہ سب نیچے اتر کر آگے بڑھ گئے۔ مختلف گلیوں سے گزر کر وہ ایک چھوٹی سڑک پر آئے تو وہاں ایک ہوٹل موجود تھا جس میں بیٹھے ہوئے لوگ اپنے انداز سے ہی بدمعاش اور غنڈے نظر آ رہے تھے۔ ایک طرف کاؤنٹر تھا جس کے پیچھے اونچی کرسی پر ایک ادھیڑ عمر آدمی بیٹھا ہوا تھا۔ ان چاروں کے اندر داخل ہونے پر ہوٹل میں موجود سب لوگ چونک کر انہیں دیکھنے لگے جبکہ کاؤنٹر کے پیچھے بیٹھا ہوا ادھیڑ عمر آدمی بے اختیار اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کے

چہرے پر قدرے پریشانی کے تاثرات ابھر آئے تھے۔

''جی صاحب۔ کیا حکم ہے''...... اس ادھیڑ عمر آدمی نے ان کے قریب آنے پر پوچھا۔

''ماجھو سے ملنا ہے''...... خاور نے کہا۔

''جی وہ تو اپنے ڈیرے پر ہوتے ہیں جناب''...... ادھیڑ عمر نے جواب دیا۔

''کہاں ہے ڈیرا''...... خاور نے پوچھا۔

''ساتھ ہی گلی میں ہے۔ میں آدمی بھیج دیتا ہوں''...... ادھیڑ عمر نے کہا اور ساتھ ہی اس نے ایک نوجوان کو بلایا۔

''صاحب لوگوں کے ساتھ جاؤ اور باس کا ڈیرا دکھاؤ''...... اس ادھیڑ عمر آدمی نے کہا۔

''آیئے جناب''...... اس نوجوان نے کہا اور واپس مڑ گیا اور پھر گلی میں سے گزر کر وہ ایک احاطے میں داخل ہوئے تو وہاں ایک کرسی پر ایک بڑی بڑی مونچھوں اور بھینسے کی طرح پلا ہوا آدمی بیٹھا ہوا تھا۔ اس کی آنکھوں میں تیز چمک تھی اور چار آدمی اس کے سامنے چارپائی پر بیٹھے ہوئے تھے۔ صدیقی اور اس کے ساتھیوں کے احاطے میں داخل ہونے پر وہ مونچھوں والا چونک کر انہیں دیکھنے لگا۔

''یہی ماجھو ہے''...... خاور نے کہا تو صدیقی نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"آیئے جناب۔ آیئے"...... ماجھو نے اٹھ کر کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔ اس کے اٹھتے ہی اس کے سامنے بیٹھے ہوئے آدمی بھی اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔

"تمہارا نام ماجھو ہے"...... صدیقی نے کہا۔

"جی ہاں۔ میرے لئے کیا حکم ہے"...... ماجھو نے کہا۔

"ہمیں اصل میں ایک دادا راجو سے ملنا ہے لیکن ہمیں اس کا پتہ معلوم نہیں ہے اس لئے ہم تمہارے پاس آئے ہیں"...... صدیقی نے کہا۔

"اوہ۔ راجو تو بہت بڑا دادا ہے جناب۔ نورنگ آباد میں اس کا ڈیرا ہے جناب"...... ماجھو نے کہا۔

"یہ نورنگ آباد کہاں ہے"...... صدیقی نے چونک کر پوچھا تو ماجھو نے تفصیل بتانا شروع کر دی۔

"ٹھیک ہے۔ شکریہ"...... صدیقی نے کہا اور واپس مڑ گیا۔

"جناب۔ کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ آپ کون ہیں اور کیوں راجو دادا سے ملنا چاہتے ہیں"...... ماجھو نے پوچھا۔

"ہمارا تعلق نصیر پور سے ہے اور ہم نے راجو سے ایک بڑا سودا کرنا ہے"...... صدیقی نے مڑ کر کہا۔

"اوہ جناب۔ کیا آپ سرکاری آدمی نہیں ہیں"...... ماجھو نے چونک کر کہا۔

"سرکاری آدمی اس طرح پتے نہیں پوچھتے پھرتے۔ ہم بھی نصیر

پور کے دادا ہیں"...... صدیقی نے کہا۔

"اوہ جناب۔ تو پھر مجھے حکم دیں۔ کیا کرنا ہے۔ میرے پاس بھی نہ آدمیوں کی کمی ہے اور نہ کسی کام کی"...... ماجھو نے کہا۔

"تم بچوں کا کام کرتے ہو"...... صدیقی نے کہا۔

"بچوں کا کام۔ کیا مطلب"...... ماجھو نے کہا۔

"بچوں کو اغوا کرا کر ان کی آنکھیں نکالی جاتی ہیں اور پھر یہ آنکھیں ایکریمیا بھجوائی جاتی ہیں اور وہاں سے لمبی رقم حاصل کی جاتی ہے۔ کیا تم یہ کام کرتے ہو"...... صدیقی نے کہا۔

"اوہ نہیں جناب۔ میں تو یہ کام سن ہی پہلی بار رہا ہوں۔ ویسے جناب۔ راجو دادا بھی یہ کام نہیں کرتا۔ البتہ ہو سکتا ہے کہ اس کا بھائی کرمو یہ کام کرتا ہو کیونکہ وہ اسی قسم کا آدمی ہے۔ رقم کے لئے وہ اپنی آنکھیں بھی نکلوا سکتا ہے"...... ماجھو نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"یہ کرمو کہاں رہتا ہے"...... صدیقی نے پوچھا۔

"وہیں راجو دادا کے ساتھ۔ اصل آدمی تو وہی ہے۔ رعب راجو دادا کا رہتا ہے"...... ماجھو نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"تمہارے اس سے کیسے تعلقات ہیں"...... صدیقی نے پوچھا۔

"ایک آدمی کے قتل کی وجہ سے ہمارا راجو سے جھگڑا ہو گیا تھا اور اب تک دونوں پارٹیوں کے آٹھ آدمی قتل ہو چکے ہیں اس لئے جناب اب آپ سوچ سکتے ہیں کہ ہمارے تعلقات کیسے ہوں گے"۔

ماجھو نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''راجو دادا سے ملنا ہو تو کیسے ملا جا سکتا ہے''...... صدیقی نے پوچھا۔

''کرمو ہی ملاقات کرا سکتا ہے۔ میں نے کہا نا کہ اصل آدمی کرمو ہے''...... ماجھو نے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ تم نے ہمارے ساتھ تعاون کیا ہے اس کے لئے تمہارا شکریہ۔ ہم جلد ہی تمہارے لئے کام لے کر آئیں گے''۔ صدیقی نے کہا تو ماجھو طنزیہ انداز میں مسکرا دیا۔

''شکریہ جناب''...... ماجھو نے اسی طرح معنی خیز انداز میں مسکراتے ہوئے کہا اور پھر صدیقی اپنے ساتھیوں سمیت اس احاطے سے باہر آ گیا۔

''اس ماجھو دادا کی ہنسی بڑی معنی خیز تھی''...... چوہان نے کہا۔

''ہاں۔ اپنی طرف سے اس نے راجو دادا اور کرمو کو ہمارے ہاتھوں گرفتار کرا دیا ہے۔ اس طرح اس نے اپنی دشمنی پوری کرنے کے لئے ہمارا کاندھا استعمال کیا ہے''...... صدیقی نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ وہ سب اب اپنی کار کی طرف بڑھتے چلے جا رہے تھے۔

''کیا مطلب''...... خاور نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''وہ ہمیں ہمارے قدوقامت اور انداز کی وجہ سے سرکاری ایجنسی کے آدمی سمجھا تھا اس لئے اس نے راجو اور کرمو کے بارے

میں تفصیل بتا دی تاکہ ہم اس تک پہنچ جائیں اور ظاہر ہے سرکاری ایجنسی جب کام کرتی ہے تو پھر ایسے لوگوں کی لاشیں ہی وجود میں آتی ہیں اس لئے راجو دادا اور کرمو ختم ہو جائیں گے اور ماجھو دادا کی سلطنت مزید وسیع ہو جائے گی''...... صدیقی نے کہا تو سب ساتھیوں نے اثبات میں سر ہلا دیئے۔ تھوڑی دیر بعد ان کی کار تیزی سے واپس دارالحکومت کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی۔ نورنگ محلّہ تقریباً شہر کے وسط میں تھا اور وہ سب اس کے بارے میں اچھی طرح جانتے تھے۔

''اب وہاں جا کر کرنا کیا ہے۔ کیا صرف معلومات حاصل کرنی ہیں''...... نعمانی نے کہا۔

''نہیں۔ اس کرمو اور پھر اس کے ذریعے اس راجو کو اٹھا کر ہم نے ہیڈکوارٹر لے جانا ہے اس لئے فل ریڈ ضروری ہے۔ ویسے کوشش کرنا کہ اس کام میں کم سے کم وقت لگے''...... صدیقی نے کہا تو سب نے اثبات میں سر ہلا دیئے۔ نورنگ آباد محلے میں داخل ہو کر انہوں نے کار ایک عام سے چائے کے ہوٹل کے باہر سائیڈ پر کر کے روک دی۔ یہ عام سا چائے کا ہوٹل تھا جس میں عام سے مزدور نما لوگ بیٹھے چائے پی رہے تھے۔ ہوٹل کے چھوٹے سے ہال نما کمرے میں میزوں پر ایسے ہی مزدور نما لوگ بیٹھے نظر آ رہے تھے جو چائے پینے اور گپیں مارنے میں مصروف تھے۔ ایک طرف کاؤنٹر تھا جو کسی مشروب فروخت کرنے والی کمپنی کی طرف سے بنا کر دیا

گیا تھا کیونکہ اس پر اس کمپنی کا باقاعدہ اشتہار بنا ہوا تھا۔ کاؤنٹر کے پیچھے ایک نوجوان کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ نوجوان بھی عام سا دکاندار دکھائی دے رہا تھا۔ صدیقی اور اس کے ساتھیوں کے چہروں پر یہ ماحول دیکھ کر الجھن کے تاثرات ابھر آئے تھے کیونکہ ان کے ذہنوں میں تو یہاں کا کچھ اور تصور تھا۔ ان کا خیال تھا کہ یہاں بدمعاش بھرے ہوئے ہوں گے اور دیسی شراب اور سستی منشیات استعمال کی جا رہی ہو گی۔ کاؤنٹر پر بیٹھا ہوا نوجوان صدیقی اور اس کے ساتھیوں کو کاؤنٹر کی طرف بڑھتے دیکھ کر بے اختیار اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کے چہرے پر ہلکی سی پریشانی کے تاثرات ابھر آئے تھے۔

''جی صاحب''...... نوجوان نے صدیقی سے مخاطب ہو کر انتہائی مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

''ہمیں راجو دادا اور کرمو دادا سے ملنا ہے۔ ہم اپ لینڈ سے آئے ہیں''...... صدیقی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''اپ لینڈ سے۔ لیکن جناب اس ہوٹل میں تو وہ دونوں نہیں ہوتے۔ یہ تو میرے والد صاحب کا ہوٹل ہے''...... نوجوان نے کہا۔

''کہاں ہوتے ہیں وہ۔ ہمیں تو اسی ہوٹل کے بارے میں بتایا گیا ہے''...... صدیقی نے کہا۔

''نہیں جناب۔ یہاں وہ کیسے ہو سکتے ہیں۔ یہ تو مزدوروں کا چائے خانہ ہے۔ ہم نے بھی ان دونوں کے نام سنے ہوئے ہیں اور بس''...... نوجوان نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''تم یہیں رہتے ہو اس لئے یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ تمہیں معلوم نہ ہو۔ ویسے نہ بتانا چاہو تو کوئی بات نہیں۔ جب راجو دادا اور کرمو دادا کو تمہارے بارے میں اطلاع ملے گی کہ تم نے ہمیں نہ بتا کر واپس بھیج دیا ہے تو تم اپنا اور اپنے ہوٹل کے ہونے والے حشر کے بارے میں خود سوچ سکتے ہو۔ ہم نے ان سے لاکھوں روپے کا سودا کرنا ہے''...... صدیقی نے بڑے سادے سے لہجے میں کہا۔

''کیسا سودا''...... نوجوان نے چونک کر پوچھا۔

''یہ تمہارا کام نہیں ہے۔ تم بتا سکتے ہو تو بتا دو ورنہ ہم واپس جا رہے ہیں''...... صدیقی نے کہا تو نوجوان چونک پڑا۔

''جناب۔ وہ یہاں نہیں رہتے۔ اس محلے کی چوتھی گلی میں جو آگے جا کر بند ہو جاتی ہے ایک دروازہ ہے، اس دروازے سے آپ ان کے زیر زمین اڈے میں جا سکتے ہیں۔ کرمو دادا وہیں رہتا ہے۔ راجو دادا کے بارے میں مجھے معلوم نہیں ہے''...... نوجوان نے کہا۔

''وہاں فون تو ہو گا''...... صدیقی نے کہا۔

''جی ہاں ہے''...... نوجوان نے چونک کر کہا۔

''اور تمہارے پاس بھی فون ہے''...... صدیقی نے کہا۔

''جی ہاں۔ ہے جناب۔ آپ کیوں پوچھ رہے ہیں''۔ نوجوان نے کہا تو صدیقی نے جیب سے ہاتھ نکالا اور دو بڑے نوٹ اس نے نوجوان کے ہاتھ میں تھما دیئے۔

"یہ۔ یہ کیا۔ کیا مطلب"...... نوجوان نے ایک لمحے کے لئے نوٹوں کو دیکھا اور پھر تیزی سے ہاتھ اپنی جیب میں ڈال لیا۔

"یہ تمہارا انعام ہے۔ تم ہمارے ساتھ چلو اور اس گلی کے کنارے تک ہمیں پہنچا دو۔ ہم اجنبی لوگ ہیں اور پوچھنے پر کوئی بتاتا نہیں"...... صدیقی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میں آدمی بھیج دیتا ہوں"...... نوجوان نے کہا۔

"نہیں۔ تمہارا چہرہ بتا رہا ہے کہ تم واقعی قابل اعتماد آدمی ہو۔ میں کرمو دادا اور راجو دادا دونوں سے تمہاری تعریف کروں گا۔ تمہارا کیا نام ہے"...... صدیقی نے کہا۔

"جناب۔ میرا نام سہیل ہے۔ ٹھیک ہے۔ میں یہاں کاؤنٹر پر آدمی کھڑا کرا دیتا ہوں"...... سہیل نے کہا اور پھر ایک آدمی کو بلا کر اس نے اسے کاؤنٹر پر رہنے کا کہا اور پھر خود وہ صدیقی اور اس کے ساتھیوں کے ساتھ چلتا ہوا ہوٹل سے باہر آ گیا۔

"کیا کار وہاں تک جا سکتی ہے"...... صدیقی نے پوچھا۔

"جی ہاں۔ کیوں نہیں"...... نوجوان نے کہا تو صدیقی نے اسے کار میں اپنے ساتھ بٹھایا اور پھر اس کی رہنمائی میں وہ ایک چھوٹی سی سڑک پر آگے جا کر ایک گلی میں مڑا اور ایک چکر کاٹ کر دوسری گلی کے کنارے پر آ گئے۔

"اس گلی کے اندر جہاں کوڑے کے ڈرم ہیں جناب وہاں دروازہ ہے لیکن جب تک آپ کی تصدیق نہیں ہو گی دروازہ نہیں

کھلے گا"...... سہیل نے کہا۔

"اس کی ہمیں فکر نہیں۔ ہمارے بارے میں سنتے ہی کرمو دادا اور راجو دادا دونوں خود دروازے پر آ جائیں گے"...... صدیقی نے کہا اور کار سے نیچے اتر آیا۔ اس کے ساتھی بھی کار سے نیچے اتر آئے تھے۔

"اسے ہاف آف کر کے لے آؤ"...... صدیقی نے کہا تو واپس مڑتے ہوئے سہیل کی کنپٹی پر چوہان کی مڑی ہوئی انگلی کا ہک پڑا تو وہ چیختا ہوا اچھل کر نیچے گرا اور چند لمحے تڑپنے کے بعد ساکت ہو گیا۔

"خاور۔ تم اسے اٹھا لو اور دروازے پر لے آؤ اور نعمانی تم کار کو بیک کر کے جس قدر اندر لے آ سکو لے آؤ تاکہ بے ہوش کرمو دادا اور راجو دادا کو آسانی سے لے جایا جا سکے اور مشین گنیں نکال لو۔ اب یہ عام جگہ نہیں بلکہ خفیہ جگہ ہے اس لئے یہاں کھل کر آپریشن ہو سکتا ہے۔ دو چار بم بھی لے لینا"...... صدیقی نے باقاعدہ ہدایات دیتے ہوئے کہا۔

"اس سہیل کو کہاں ڈالنا ہے۔ اسے ختم نہ کر دیں"...... خاور نے کہا۔

"نہیں۔ میں اسے ساتھ اس لئے لایا ہوں کہ یہ وہاں سے یہاں فون نہ کر دے۔ یہ بے ہوش پڑا رہے گا ان ڈرموں کی اوٹ میں"...... صدیقی نے کہا اور پھر اس کی ہدایت پر عمل کر دیا گیا۔

خاور نے بے ہوش سہیل کو کوڑے والے ڈرموں کی اوٹ میں لٹا دیا۔ اب سب کے ہاتھوں میں مشین گنیں موجود تھیں۔ صدیقی نے دو بم لے کر جیب میں ڈال لئے اور پھر وہ سب تیز تیز قدم اٹھاتے گلی کے آخری حصے میں ڈرموں کی سائیڈ سے ہوتے ہوئے آگے بڑھتے چلے گئے۔ گلی کے اختتام پر ایک فولادی دروازہ تھا۔ صدیقی نے اس پر دباؤ ڈالا تو دروازہ اندر سے بند تھا۔ صدیقی نے جیب سے بم نکالا اور اپنے ساتھیوں کو اشارہ کر کے وہ پیچھے ہٹا اور دوسرے لمحے ایک خوفناک دھماکے کے ساتھ ہی فولادی دروازہ کئی حصوں میں تقسیم ہو کر اندر ایک راہداری میں جا گرا جس کے اختتام پر ایک بڑا ہال سا نظر آ رہا تھا جہاں دھواں اور بو پھیلی ہوئی تھی۔ کچھ لوگ بھی بیٹھے ہوئے نظر آ رہے تھے۔ وہ شاید اس اچانک ہونے والے دھماکے کی وجہ سے حیرت سے بت بنے بیٹھے تھے کہ صدیقی اپنے ساتھیوں سمیت دوڑتا ہوا اندر داخل ہوا اور اس کے ساتھ ہی ہال گولیوں کی تڑتڑاہٹ اور بموں کے دھماکوں کے ساتھ ساتھ انسانی چیخوں سے گونج اٹھا۔ ہال میں تقریباً ڈیڑھ سو کے قریب افراد تھے۔ چند لوگ مشین گنیں اٹھائے سائیڈ دیواروں سے لگے کھڑے تھے اور اس سے پہلے کہ وہ سب سنبھلتے صدیقی اور اس کے ساتھیوں کی مشین گنوں اور بموں کا شکار ہو گئے جبکہ صدیقی دروازے کے سائیڈ میں موجود کاؤنٹر پر پہنچ گیا جہاں ایک پہلوان نما آدمی حیرت سے بت بنا کھڑا تھا۔ اس کی پوزیشن دیکھ کر ایسے

محسوس ہوتا تھا جیسے اسے سکتہ ہو گیا ہو۔

”کہاں ہے کرمو اور راجو دادا۔ بولو“...... صدیقی نے یکلخت بازو گھماتے ہوئے چیخ کر کہا اور پہلوان نما آدمی یکلخت چیختا ہوا اچھل کر سائیڈ پر گرنے ہی لگا تھا کہ صدیقی کا بازو ایک بار پھر حرکت میں آیا اور دوسرے لمحے وہ پہلوان نما آدمی چیختا ہوا کاؤنٹر سے گھسٹ کر نیچے فرش پر ایک دھماکے سے گرا ہی تھا کہ صدیقی نے اس کی پسلیوں میں زوردار ضرب لگا دی۔

”بولو کہاں ہیں کرمو دادا اور راجو دادا“...... صدیقی نے مشین گن کے دستے سے زوردار ضربیں لگاتے ہوئے کہا۔

”نیچے۔ نیچے تہہ خانوں میں۔ نیچے“...... اس آدمی کے منہ سے خوف سے خرخراہٹ نما آوازیں نکلیں۔

”کہاں ہے راستہ۔ بولو۔ جلدی بولو“...... صدیقی نے اسی طرح غراتے ہوئے کہا۔

”دائیں ہاتھ پر راہداری کے اختتام پر۔ مگر وہ اندر سے کھلتا ہے“...... اس پہلوان نما آدمی نے اسی حالت میں جواب دیتے ہوئے کہا تو صدیقی نے گن اس کے سینے پر رکھ کر ٹریگر دبا دیا۔ ہال اس وقت مقتل گاہ بنا ہوا تھا۔ تمام عورتیں اور مرد لاشوں میں تبدیل ہو چکے تھے۔

”نعمانی اور چوہان۔ تم دونوں یہیں رکو گے۔ کوئی بھی کسی بھی لمحے اندر آ سکتا ہے۔ میرے ساتھ خاور جائے گا۔ آؤ خاور“۔

صدیقی نے کہا اور تیزی سے اس راہداری کی طرف بڑھ گیا۔ راہداری چھوٹی سی تھی اور آگے جا کر بند تھی۔ اس میں کوئی دروازہ نہ تھی بلکہ ٹھوس دیوار تھی۔

''ہوشیار رہنا۔ ہم نے اندر پہلے گیس فائر کرنی ہے۔ سانس روک لینا''...... صدیقی نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے جیب سے ایک بم نکالا اور اس کی پن پر انگوٹھے سے دباؤ ڈال کر اس نے ہاتھ گھمایا اور دوسرے ہی لمحے ایک خوفناک دھماکے کے ساتھ ہی دیوار درمیان سے ٹوٹ کر اندر گہرائی میں ایک دھماکے سے گری ہی تھی کہ صدیقی کا ہاتھ ایک بار پھر جیب میں جا کر باہر آیا اور دوسرے لمحے ایک بڑا کیپسول اڑتا ہوا بم دھماکے سے بننے والے خلاء میں سے اندر جا گرا اور ہلکا سا دھماکہ ہوا۔

''آؤ۔ سانس روک لو''...... صدیقی نے کہا اور خود بھی سانس روک کر وہ تیزی سے اندر داخل ہوا تو دوسری طرف ایک کافی بڑا ہال نما کمرہ تھا جس میں جوئے کی چار بڑی بڑی میزیں لگی ہوئی تھیں اور اس پر ٹوکنوں کا ڈھیر لگا ہوا تھا جبکہ چالیس کے قریب آدمی فرش پر بے ہوش پڑے ہوئے تھے۔ ان میں دس بارہ عورتیں بھی تھیں۔ چار آدمی دیواروں کے ساتھ پڑے ہوئے تھے اور ان کے قریب ہی مشین گنیں پڑی ہوئی تھیں۔ ایک سائیڈ پر راہداری تھی جہاں دو مسلح آدمی بے ہوش پڑے ہوئے تھے۔

''تم یہیں رکو''...... صدیقی نے آہستہ سے خاور سے کہا اور خود

تیزی سے اس راہداری میں بڑھتا چلا گیا۔ اب اس نے آہستہ سے سانس لینا شروع کر دیا تھا کیونکہ اسے معلوم تھا کہ گیس جتنی زود اثر ہے اتنی ہی جلدی غائب بھی ہو جاتی ہے۔ پھر دروازے پر پہنچ کر اس نے دروازے پر دباؤ ڈالا تو دروازہ کھلتا چلا گیا۔ اندر ایک بڑا سا آفس نما کمرہ تھا جس میں میز کے پیچھے ریوالونگ چیئر پر ایک بھاری جسامت کا بدمعاش نما آدمی سائیڈ پر ڈھلکا ہوا تھا۔ کمرے میں دیوار کے ساتھ چار مسلح آدمی بے ہوش پڑے ہوئے تھے۔ صدیقی نے آگے بڑھ کر میز کے پیچھے پڑے ہوئے اس آدمی کو گردن سے پکڑ کر ایک جھٹکے سے کھینچا اور پھر اسے اٹھا کر اس نے فرش پر بچھے ہوئے قالین پر ڈال دیا۔ اب مسئلہ یہ تھا کہ یہ کرمو تھا یا راجو۔ ویسے صدیقی کو اندازہ ہو گیا تھا کہ یہ کرمو ہو سکتا ہے۔ وہ چند لمحے کھڑا سوچتا رہا پھر اس نے جھک کر اس آدمی کو اٹھا کر صوفے پر ڈالا اور اس کا کوٹ کھینچ کر اس نے اسے پشت کی طرف کافی نیچے کر دیا۔ پھر اس نے جیب سے ایک خنجر نکالا اور اس آدمی کی گردن کی پشت پر کٹ لگا دیا اور پھر وہ خنجر لے کر اس کے سامنے آ کھڑا ہوا۔ چند لمحوں بعد اس آدمی کے جسم میں حرکت کے آثار نمودار ہونے شروع ہو گئے اور پھر اس نے کراہتے ہوئے آنکھیں کھول دیں۔ ابھی اس نے آنکھیں کھولی ہی تھیں کہ صدیقی نے خنجر کی نوک اس کی گردن پر رکھ کر اسے دبایا تو اس آدمی کا اٹھتا ہوا جسم یکلخت ساکت ہو گیا۔

''خبردار۔ اگر حرکت کی تو ایک لمحے میں شہ رگ کاٹ دوں گا''...... صدیقی نے غراتے ہوئے کہا۔

''تم۔تم کون ہو۔ کیا مطلب۔ یہ سب کیا ہے''...... اس آدمی نے ہکلاتے ہوئے کہا۔

''تمہارا نام کیا ہے۔ بولو۔ جلدی بولو''...... صدیقی نے پہلے سے زیادہ سرد لہجے میں کہا۔

''کرمو۔ میرا نام کرمو ہے۔ مگر تم کون ہو''...... اس آدمی نے ہکلاتے ہوئے جواب دیا۔

''راجو دادا کہاں ہے''...... صدیقی نے پوچھا۔

''را۔ راجو۔ وہ تو یہاں نہیں آتا۔ وہ تو اپنے خفیہ ڈیرے پر ہوتا ہے''...... کرمو نے کہا۔

''کہاں ہے اس کا ڈیرا۔ جلدی بولو''...... صدیقی نے غراتے ہوئے کہا۔

''مم۔مم۔ مجھے نہیں معلوم''...... کرمو نے اس بار قدرے سنبھلے ہوئے لہجے میں کہا لیکن اسی لمحے صدیقی نے خنجر پر مزید دباؤ ڈال دیا اور کرمو کا چہرہ یکلخت زرد پڑ گیا۔ اس کی گردن پر خون کی لکیر بہہ نکلی تھی۔

''اب اگر جھوٹ بولا تو دوسرے لمحے تمہاری شہ رگ کٹ چکی ہو گی۔ بولو۔ ہم نے اس سے سودا کرنا ہے۔ بولو''...... صدیقی نے کہا۔

''وہ۔ وہ کافرستان گیا ہوا ہے۔ ایک ہفتے بعد آئے گا''...... کرمو نے رک رک کر کہا اور صدیقی اس کے لہجے سے ہی سمجھ گیا کہ وہ سچ بول رہا ہے۔

''اچھا تم بتاؤ کہ جو بچے تمہارا گروپ اغوا کر کے ان کی آنکھیں نکالتا ہے وہ آنکھیں کہاں بھجوائی جاتی ہیں''...... صدیقی نے کہا تو کرمو یکلخت تڑپ اٹھا لیکن دوسرے ہی لمحے صدیقی کا دوسرا ہاتھ بجلی کی سی تیزی سے گھوما اور کرمو کنپٹی پر ضرب کھا کر چیختا ہوا صوفے پر گرا ہی تھا کہ صدیقی نے ہاتھ موڑ کر خنجر کے دستے کی ضرب اس کی کنپٹی پر لگا دی اور کرمو کا جسم ڈھیلا پڑ گیا تو صدیقی نے خنجر جیب میں ڈالا اور پھر کرمو کو اٹھا کر اس نے کندھے پر ڈالا اور کمرے سے باہر نکل آیا۔ ہال میں خاور موجود تھا۔

''یہ کرمو ہے یا راجو''...... خاور نے کہا۔

''کرمو ہے۔ راجو ملک سے باہر گیا ہوا ہے اور یہ سب کچھ جانتا ہے''...... صدیقی نے کہا اور پھر وہ دونوں آگے پیچھے تیزی سے سیڑھیاں چڑھتے ہوئے اوپر پہنچ گئے۔ ہال میں نعمانی موجود تھا جبکہ چوہان تباہ شدہ کمرے سے باہر گلی میں موجود تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ سب کار میں پہنچ گئے۔ بے ہوش کرمو کو کار کی عقبی سیٹ کے سامنے ڈال کر اس پر ترپال ڈال دی گئی اور خاور اور چوہان عقبی سیٹ پر بیٹھ گئے جبکہ نعمانی ڈرائیونگ سیٹ پر اور صدیقی سائیڈ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ چند لمحوں بعد کار گلی کا موڑ مڑ کر اس چھوٹی سڑک پر آئی اور

تھوڑی دیر بعد وہ نورنگ محلے سے نکل کر تیزی سے اپنے ہیڈکوارٹر کی طرف بڑھے چلے جا رہے تھے۔

''کیا اسے معلوم ہے۔ چیکنگ کر لی ہے تم نے''...... عقبی سیٹ پر بیٹھے ہوئے چوہان نے پوچھا۔

''ہاں۔ ابتدائی پوچھ گچھ کی ہے۔ بچوں کے اغوا اور آنکھیں نکالنے پر اس کا جو ردعمل تھا اس سے پتہ چل گیا ہے کہ یہ اس کارروائی میں ملوث ہے''...... صدیقی نے جواب دیا تو سب نے اثبات میں سر ہلا دیئے۔ تھوڑی دیر بعد وہ فورسٹارز کے ہیڈکوارٹر پہنچ گئے۔ کرمو دادا کو راڈز والی کرسی میں جکڑ دیا گیا۔

''کوڑا نکالو۔ یہ انتہائی موٹے دماغ کے لوگ ہوتے ہیں''۔ صدیقی نے کہا۔

''اس کی ایک آنکھ نکال دو۔ پھر یہ ذہنی طور پر خوفزدہ ہو جائے گا ورنہ تو یہ لوگ کھال اتروا لیتے ہیں لیکن زبان نہیں کھولتے''۔ خاور نے کہا۔

''چلو ٹھیک ہے۔ خنجر لے کر اس کے قریب کھڑے ہو جاؤ اور اسے پہلے ہوش میں لے آؤ''...... صدیقی نے کہا جبکہ نعمانی اور چوہان باہر نگرانی پر تھے کیونکہ انہیں خدشہ تھا کہ اچانک کوئی آ نہ جائے۔ خاور نے کرمو دادا کی ناک اور منہ دونوں ہاتھوں سے بند کر دیا۔ چند لمحوں بعد جب اس کے جسم میں حرکت کے تاثرات نمودار ہونے لگے تو خاور نے ہاتھ ہٹائے اور پیچھے ہٹ کر اس نے جیب

سے تیز دھار خنجر نکال کر ہاتھ میں لے لیا۔ چند لمحوں بعد کرمو دادا نے کراہتے ہوئے آنکھیں کھولیں۔ اس کی گردن پر خون کی لکیر جم سی گئی تھی لیکن مزید خون نہ نکلا تھا اور اس کا کوٹ بھی پشت پر اونچا کر دیا گیا تھا۔

''مم۔ مم۔ میں کہاں ہوں۔ کیا مطلب۔ میں کہاں ہوں''۔ کرمو دادا نے ہوش میں آتے ہی اٹھنے کی کوشش کرتے ہوئے لاشعوری انداز میں کہا۔

''تمہارا نام کرمو دادا ہے اور تم بچوں کے اغوا اور ہلاکت جیسے انتہائی بھیانک اور سنگین جرم میں ملوث ہو''...... سامنے بیٹھے ہوئے صدیقی نے انتہائی سرد لہجے میں کہا۔

''نہیں۔ نہیں۔ یہ سب غلط ہے۔ میرا بچوں کے اغوا اور ہلاکت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ ہم ایسا کام نہیں کرتے۔ ہم تو عام سے بدمعاش ہیں''...... کرمو دادا نے یکلخت چیختے ہوئے کہا۔

''اس کی ایک آنکھ نکال دو خاور۔ یہ جھوٹ بول رہا ہے''۔ صدیقی نے اسی طرح سرد لہجے میں کہا تو ساتھ کھڑے خاور کا ہاتھ بجلی کی سی تیزی سے گھوما اور کمرہ کرمو دادا کی چیخ سے گونج اٹھا۔ خاور نے ایک لمحے کے ہزارویں حصے میں خنجر کی نوک سے اس کی ایک آنکھ کاٹ کر باہر نکال دی تھی۔ کرمو دادا اب دائیں بائیں اس طرح سر مار رہا تھا جیسے اس کی گردن میں کسی نے مشین فٹ کر دی ہو۔ پے در پے چیخوں سے کمرہ گونج رہا تھا۔

''اب اگر تم نے جھوٹ بولا تو دوسری آنکھ بھی غائب ہو جائے گی۔ پھر تمہاری ناک کاٹ دی جائے گی۔ دونوں کان کاٹ دیئے جائیں گے۔ تمہارے جسم کی ایک ایک ہڈی توڑ دی جائے گی اور پھر تمہیں اٹھا کر نورنگ آباد کے فٹ پاتھ پر پھینک دیا جائے گا۔ پھر لوگوں کو معلوم ہو گا کہ کرمو دادا کا کتنا رعب ہے جبکہ تم اپنے جسم پر بیٹھنے والی مکھیوں کو بھی نہ اڑا سکو گے اور اگر تم سچ بول دو تو میرا وعدہ ہے کہ تمہیں چھوڑ دیا جائے گا کیونکہ تم ہمارے لئے انتہائی چھوٹی سی مچھلی ہو''...... صدیقی نے غراتے ہوئے لہجے میں کہا۔

''مم۔مم۔ مجھے چھوڑ دو۔ مجھے چھوڑ دو''...... کرمو داد نے چیختے ہوئے کہا۔

''اس کی دوسری آنکھ بھی نکال دو''...... صدیقی نے اونچی آواز میں کہا۔

''رک جاؤ۔ رک جاؤ۔ بتاتا ہوں۔ رک جاؤ''...... یکلخت کرمو دادا نے ہذیانی انداز میں چیختے ہوئے کہا۔

''رک جاؤ خاور۔ لیکن اگر اب یہ جھوٹ بولے تو دوسری آنکھ نکال دینا''...... صدیقی نے سرد لہجے میں کہا۔

''تم۔تم ظالم ہو۔ تم بے دردی سے کام کرتے ہو''...... کرمو دادا نے تیز تیز سانس لیتے ہوئے کہا۔ اس کی اکلوتی آنکھ سرخ ہو گئی تھی اور چہرہ مسخ سا ہو گیا تھا۔ ضائع شدہ آنکھ سے رقیق مادہ نکل کر اس کے گال سے ہوتا ہوا گردن تک چلا گیا تھا۔

''اب اگر غلط بات کی تو ہمیشہ کے لئے اندھے ہو جاؤ گے''۔ صدیقی نے انتہائی سرد لہجے میں کہا۔

''پہلے تم وعدہ کرو کہ تم مجھے چھوڑ دو گے''...... کرمو دادا نے کہا۔

''میں پہلے وعدہ کر چکا ہوں اور مجھے اپنی بات دوہرانے کی عادت نہیں ہے''...... صدیقی نے کہا۔ اس کا لہجہ مزید سرد ہو گیا تھا۔

''کیا تمہارا تعلق پولیس سے ہے''...... کرمو دادا نے پوچھا۔

''تم پھر پٹڑی سے اتر رہے ہو''...... صدیقی نے کہا اور خاور ایک بار پھر آگے بڑھنے لگا۔ اس کے ہاتھ میں خون آلود خنجر موجود تھا۔

''رک جاؤ۔ بتاتا ہوں۔ ہاں۔ ہم یہ کام کرتے ہیں''...... کرمو دادا نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ایک بار پھر تیز تیز سانس لینے شروع کر دیئے۔

''تم صرف یہ بتاؤ کہ بچے اغوا کر کے کس کو بھیجتے ہو''۔ صدیقی نے پوچھا۔

''اغوا شدہ بچے ٹاپ کالونی میں رہنے والے ڈاکٹر لیاقت کو بھیجے جاتے ہیں۔ وہ ان کی آنکھیں نکال لیتا ہے اور ہلاک شدہ بچے ہمیں واپس بھجوا دیتا ہے اور ہم ان کی لاشیں دور کھیتوں میں دفن کرا دیتے ہیں''...... کرمو دادا نے جواب دیا۔

''کب سے یہ کام ہو رہا ہے''...... صدیقی نے نفرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

''پانچ سالوں سے''...... کرمو دادا نے جواب دیا۔

''جو بچے اغوا ہوتے ہیں ان کے خلاف پولیس کام کیوں نہیں کرتی''...... صدیقی نے پوچھا۔

''پہلی بات تو یہ ہے کہ پولیس اس جرم کی رپورٹ درج نہیں کرتی۔ گمشدگی کی رپورٹ درج ہوتی ہے۔ دوسری بات یہ کہ پولیس ہم سے باقاعدہ بھتہ لیتی ہے۔ ایس ایس پی صاحب ہمارے اپنے آدمی ہیں اس لئے پولیس ہمارے خلاف کام کر ہی نہیں سکتی''۔ کرمو دادا نے جواب دیا۔

''کتنے آدمی رکھے ہوئے ہیں اس کام کے لئے''...... صدیقی نے پوچھا۔

''مختلف لوگ ہیں۔ وہ ہسپتالوں سے بچے اغوا کرتے ہیں۔ پرائمری سکولوں سے بچے اغوا کرتے ہیں اور دائیوں کی مدد سے بچے اغوا کرتے ہیں۔ اس طرح کام چلتا رہتا ہے''...... کرمو دادا نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''اب تک کتنے بچے تم اغوا کر چکے ہو''...... صدیقی نے پوچھا۔

''یہ تعداد تو سینکڑوں سے بھی بڑھ کر ہو گی''...... کرمو دادا نے جواب دیا۔

''کتنی رقم تم لیتے ہو اور کتنی آگے دیتے ہو''...... صدیقی نے پوچھا۔

''ایک ہزار فی بچہ ہم لے آنے والے کو دیتے ہیں اور دس ہزار

فی بچہ ہمیں ملتا ہے اور لاش دفنانے کے پانچ ہزار علیحدہ ملتے ہیں''۔ کرمو دادا نے جواب دیا۔

''پہلی بار کس کے کہنے پر تم نے یہ کام شروع کیا تھا''۔ صدیقی نے پوچھا۔

''میرا بڑا بھائی ہے راجو دادا۔ اس کے حکم پر یہ کام شروع ہوا تھا۔ مجھے نہیں معلوم''...... کرمو دادا نے کہا۔

''ڈاکٹر لیاقت یہ آنکھیں کسے بھیجتا ہے''...... صدیقی نے پوچھا۔

''مجھے نہیں معلوم اور نہ ہی میں نے کبھی پوچھا ہے''...... کرمو دادا نے جواب دیا۔

''رقم تمہیں کون دیتا ہے''...... صدیقی نے پوچھا۔

''ڈاکٹر لیاقت دیتا ہے۔ ہمارے آدمی رات کو بچے پہنچاتے ہیں اور رقم لے آتے ہیں۔ دوسری رات کو وہ ان کی لاشیں لے آتے ہیں اور دفن کرنے کی رقم بھی ساتھ ہی لے آتے ہیں''...... کرمو دادا نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ اتنا ہی کافی ہے۔ خاور''...... صدیقی نے کہا تو ساتھ کھڑے ہوئے خاور کا خنجر والا ہاتھ بجلی کی سی تیزی سے گھوما اور خنجر کرمو دادا کے گلے میں دستے تک اترتا چلا گیا۔ کرمو دادا کے حلق سے چیخ سی نکلی اور چند لمحے تڑپنے کے بعد وہ ساکت ہو گیا۔

''اسے اٹھا کر برقی بھٹی میں ڈال دو''...... صدیقی نے کہا اور تیز

تیز قدم اٹھاتا ہوا وہ بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ باہر برآمدے میں نعمانی اور چوہان موجود تھے۔

''کچھ معلومات ملی ہیں یا نہیں''...... نعمانی نے پوچھا۔

''ہاں''...... صدیقی نے کہا اور پھر ساری بات تفصیل سے بتا دی۔

''نجانے یہ بھیانک سلسلہ کہاں کہاں پھیلا ہوا ہے۔ پہلے اور ڈاکٹر تھا اب یہ نیا ڈاکٹر سامنے آ گیا ہے''...... نعمانی نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

''تم دونوں جاؤ اور اس ڈاکٹر لیاقت کو بے ہوش کر کے یہاں لے آؤ۔ اور سنو۔ پہلے وہاں بے ہوش کر دینے والی گیس فائر کرنا اور پھر سوائے اس ڈاکٹر لیاقت کے اور جو بھی وہاں موجود ہو اس کا خاتمہ کر دینا''...... صدیقی نے کہا۔

''تم اس سے کیا پوچھنا چاہتے ہو۔ پہلے ڈاکٹر عالمگیر کی طرح وہ بھی آنکھوں کے ڈبے بینک لاکر میں رکھ دیتا ہوں گا اور پھر لاکر سے وہ ڈبے غائب ہو جاتے ہوں گے''...... نعمانی نے کہا۔

''ہاں۔ تمہاری بات درست ہے لیکن اب کیا کریں۔ اصل آدمی تک کیسے پہنچیں''...... صدیقی نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

''یہ ڈاکٹر لیاقت لامحالہ کسی کو ڈبوں کی اطلاع دیتا ہو گا ورنہ انہیں الہام تو نہیں ہو جاتا کہ وہاں ڈبے پہنچ گئے ہیں''...... چوہان نے کہا۔

''اوہ ہاں۔ واقعی۔ ٹھیک ہے۔ اب وہ سب کچھ بتائے گا۔ آؤ چوہان''...... نعمانی نے کہا اور پھر وہ تیزی سے برآمدے سے اتر کر پورچ میں کھڑی کار کی طرف بڑھ گیا۔ چوہان اس کے پیچھے تھا جبکہ صدیقی ایک سائیڈ پر بنے ہوئے آفس کی طرف بڑھ گیا۔ وہ اب عمران سے بات کرنا چاہتا تھا۔ اس نے رسیور اٹھایا اور عمران کے فلیٹ کے نمبر پریس کر دیئے۔

''سلیمان بول رہا ہوں''...... رابطہ قائم ہوتے ہی سلیمان کی آواز سنائی دی۔

''صدیقی بول رہا ہوں سلیمان۔ عمران صاحب سے بات کرنی تھی''...... صدیقی نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

''وہ تو جوزف اور جوانا کے ساتھ رامانیہ گئے ہیں''...... دوسری طرف سے سلیمان نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''رامانیہ۔ کیوں۔ کب گئے ہیں''...... صدیقی نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

''کل گئے ہیں اور کیوں گئے ہیں اس کا مجھے علم نہیں''۔ سلیمان نے کہا۔

''اوکے۔ شکریہ''...... صدیقی نے کہا اور کریڈل دبا دیا اور پھر ٹون آنے پر اس نے تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

''جولیا بول رہی ہوں''...... دوسری طرف سے جولیا کی آواز سنائی دی۔

''صدیقی بول رہا ہوں مس جولیا''...... صدیقی نے کہا۔

''اوہ تم۔ کیسے کال کی ہے۔ کیا کوئی خاص بات ہے''...... جولیا نے چونک کر پوچھا۔

''عمران صاحب جوزف اور جوانا کے ساتھ کل سے رامانیہ گئے ہوئے ہیں۔ میں نے اس لئے فون کیا تھا کہ اگر کوئی مشن ہے تو آپ بھی ساتھ گئی ہوں گی لیکن آپ تو یہیں ہیں''...... صدیقی نے کہا۔

''نہیں۔ کوئی مشن نہیں ہے۔ ہم سب تو یہیں ہیں۔ عمران اپنے کسی کام کے سلسلے میں گیا ہو گا۔ تم بتاؤ کہ ان بچوں کے سلسلے میں کیا پیش رفت ہوئی ہے''...... جولیا نے کہا تو صدیقی نے اسے تفصیل بتا دی۔

''جب تک اصل آدمی سامنے نہیں آئے گا اس کیس کا اختتام نہ ہو سکے گا''...... جولیا نے کہا۔

''ہاں مس جولیا۔ یہی اصل رکاوٹ ہے۔ پہلے جو ڈاکٹر کو پکڑا گیا تھا وہ بچوں کی آنکھوں کے ڈبے بینک کے لاکر میں رکھ دیتا تھا اور وہاں سے یہ ڈبے نکال لئے جاتے تھے۔ اسے علم ہی نہیں تھا کہ کون ڈبے لے جاتا ہے۔ البتہ اس بار چوہان نے ایک بات کی ہے کہ وہ بہرحال کسی نہ کسی کو فون کر کے ہی ڈبے رکھتا ہو گا اس لئے اگر فون نمبر معلوم ہو جائے تو اس سے اصل آدمی تک پہنچا جا سکتا ہے''...... صدیقی نے کہا۔

''یہ انتہائی ہارڈ کرائم ہے صدیقی۔ اگر تم کہو تو ہم سب تمہارے ساتھ مل کر اس کے خلاف کام کریں''...... جولیا نے کہا۔

''آپ کا شکریہ مس جولیا۔ فی الحال تو کام ہو رہا ہے۔ اگر ضرورت پڑی تو آپ کے تجربے سے ضرور فائدہ اٹھائیں گے''۔ صدیقی نے کہا تو دوسری طرف سے جولیا بے اختیار ہنس پڑی۔

''طنز کر رہے ہو۔ بہرحال میں نے تو خلوص سے آفر کی تھی''۔ جولیا نے ہنستے ہوئے کہا۔

''اوہ نہیں مس جولیا۔ دراصل ہم سب ان کاموں میں مصروف رہ کر کچھ حرکت کر لیتے ہیں۔ بہرحال شکریہ۔ اللہ حافظ''...... صدیقی نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے رسیور رکھ دیا۔ اب اسے نعمانی اور چوہان کی واپسی کا انتظار تھا۔

کار ریڈ لائٹ کلب کے سامنے جا کر رکی تو جوزف اور جوانا کار سے نیچے اترے۔ جوزف ڈرائیونگ سیٹ سے اور جوانا سائیڈ سیٹ سے نیچے اترا تھا۔ اس کے ساتھ ہی عقبی طرف سے دروازہ کھول کر ٹائیگر باہر آ گیا جبکہ جوزف نے عقبی طرف کا دروازہ کھولا تو عمران باہر آیا۔ عمران کے جسم پر عام سا سوٹ تھا۔ اسی طرح ٹائیگر، جوزف اور جوانا بھی سوٹوں میں ملبوس تھے۔ عمران، ٹائیگر، جوزف اور جوانا کے ساتھ رامانیہ کے دارالحکومت بارسٹ آج صبح پہنچا تھا اور پھر ایک رئیل اسٹیٹ ڈیلر کی مدد سے انہوں نے ایک رہائشی کالونی میں ایک کوٹھی حاصل کی اور پھر اس میں شفٹ ہو گئے جبکہ ٹائیگر کو عمران نے ریڈ لائٹ کلب کا جائزہ لینے کی ہدایت کی تھی اور ٹائیگر تقریباً سارا دن گزار کر شام کو واپس آیا تھا۔ اس نے عمران کو یہ رپورٹ دی تھی کہ ریڈ لائٹ کلب بدمعاشوں اور غنڈوں کا گڑھ

ہے۔ وہاں اگر معمولی سی بھی غلط حرکت ہو جائے تو ایسا کرنے الے کو گولیاں پہلے ماری جاتی ہیں اور پوچھ گچھ بعد میں کی جاتی ہے اور ریڈ لائٹ کلب کا کرتا دھرتا ایک غنڈہ مرفی ہے جسے فادر رفی کہا جاتا ہے۔ مرفی کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ رامانیہ کا ب سے معروف غنڈہ اور لڑاکا ہے اور ریڈ لائٹ کلب میں اس کا کہ چلتا ہے۔ وہ کلب کی تیسری منزل پر اپنے آفس میں رہتا ہے ہاں جانے کے لئے ایک خصوصی لفٹ ہے جو مرفی کے حکم کے بغیر رکت میں نہیں آتی اور مرفی انتہائی مشتعل مزاج اور ہتھ چھٹ آدمی شہور ہے اور عمران نے ٹائیگر کی رپورٹ سن کر یہ فیصلہ کیا تھا کہ اس رفی کو گھیرا جائے تو اس سے اس گنگ کے بارے میں معلومات مل جائیں گی۔ گو جوانا نے آفر کی تھی کہ وہ جوزف کے ساتھ جا کر اس رفی کو اٹھا لاتا ہے لیکن عمران نے اس کی تجویز مسترد کر دی تھی۔

”ہمیں وہیں اس سے پوچھ گچھ کرنی ہے اور اس سے ملنے والی معلومات پر فوری طور پر مزید حرکت میں آنا ہے ورنہ یہ لوگ ہمارے لئے عذاب بھی بن سکتے ہیں“...... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا اور جوانا خاموش ہو گیا اور پھر وہ ضروری اسلحہ لے کر اور کار میں سوار ہو کر ریڈ لائٹ کلب پہنچ گئے۔ پھر عمران کی سربراہی میں وہ سب ہال میں داخل ہوئے تو وہاں واقعی رامانیہ کے غنڈے اور بدمعاش بھرے ہوئے نظر آ رہے تھے۔ دیواروں کے ساتھ پانچ مشین گنوں سے مسلح آدمی کھڑے تھے جن کے سروں پر سرخ رنگ

کے رومال مخصوص انداز میں بندھے ہوئے تھے اور عمران سمجھ گیا
یہ اس تنظیم کی مخصوص نشانی ہو گی۔ وہ اطمینان سے چلتا ہوا کاؤ
طرف بڑھ گیا۔ کاؤنٹر پر ایک پہلوان نما غنڈہ کھڑا تھا۔ اس
بڑے بڑے بال اس کے کاندھوں تک آ رہے تھے۔ اس نے آ
آستین کی سرخ رنگ کی شرٹ پہنی ہوئی تھی جس پر ایک عورت
نیم عریاں تصویر بنی ہوئی تھی۔ نیچے اس نے جینز کی پینٹ پہنی
تھی جس کے ساتھ مخصوص انداز کی بیلٹ تھی جس کے بکل پر
ایک عورت کی نیم عریاں تصویر نظر آ رہی تھی۔ بیلٹ کے ساتھ ا
مشین پسٹل لٹک رہا تھا۔ وہ دونوں ہاتھ اپنے چٹان جیسے چوڑ
سینے پر باندھے اور اس طرح پیر پھیلائے کھڑا تھا جیسے کوئی فاتح
سلطنت کے کنارے کھڑا اسے دیکھ رہا ہو جبکہ اس کے ساتھ کاؤ
پر چار نیم عریاں ویٹرس سروس دینے میں مصروف تھیں۔ ہال م
شور برپا تھا۔ اونچی آواز میں نہ صرف باتیں ہو رہی تھیں بلکہ ا
خرمستیاں کھلے عام کی جا رہی تھیں جیسے اس ہال میں اخلاقیات ن
کی کسی چیز سے یہ لوگ سرے سے واقف ہی نہ ہوں۔

"فادر مرفی سے کہو کہ ایکریمیا سے ڈبل ٹاپ کا پرنس آیا ہے"۔
عمران نے کاؤنٹر کے قریب جا کر اس پہلوان نما آدمی سے کہا جو
ویسے ہی سینے پر ہاتھ باندھے کھڑا تھا۔

"جاؤ بھاگ جاؤ۔ فادر کسی سے نہیں ملا کرتا"...... اس آدمی نے
بڑے حقارت آمیز لہجے میں کہا تو جوزف اور جوانا دونوں کے

الوں پر شعلے سے ناچ اٹھے۔

"تمہارا کیا نام ہے"...... عمران نے بڑے ٹھنڈے لہجے میں
کہا۔

"میں تمہارا باپ ہوں۔ میں کہہ رہا ہوں کہ دفع ہو جاؤ اور ان
شیوں کو بھی لے جاؤ"...... اس آدمی نے سینے پر بندھے ہوئے
ھ کھول کر آگے کی طرف جھکتے ہوئے پہلے سے زیادہ حقارت آمیز
ے میں کہا لیکن اس سے پہلے کہ اس کا فقرہ ختم ہوتا عمران کی
ائیڈ پر کھڑے ہوئے جوانا کا ہاتھ بجلی کی سی تیزی سے حرکت میں
یا اور دوسرے لمحے وہ پہلوان نما آدمی چیختا ہوا، ہوا میں قلابازی کھا
ا ایک جھٹکے سے نیچے جا گرا۔ ہال میں یکلخت خاموشی طاری ہو
ئی۔ نیچے گر کر اس نے تڑپ کر اٹھنے کی کوشش کی لیکن دوسرے ہی
لمحے وہ ایک بار پھر جھٹکے سے گرا اور ساکت ہو گیا۔

"خبردار۔ اگر کسی نے کوئی حرکت کی تو یہی حشر ہو گا"...... عمران
نے چیخ کر کہا لیکن دوسرے ہی لمحے ہال مشین پسٹلز کی تیز فائرنگ
سے گونج اٹھا اور سامنے دیواروں کے ساتھ کھڑے سرخ رنگ کے
رومال بندھے چاروں آدمی چیختے ہوئے نیچے گرے اور چند لمحے
تڑپنے کے بعد ساکت ہو گئے۔ یہ فائرنگ ٹائیگر اور جوزف نے کی
تھی کیونکہ وہ چاروں تیزی سے حرکت میں آئے تھے اور ان کا انداز
بتا رہا تھا کہ وہ ان پر فائرنگ کرنے والے ہیں۔ اب ہال میں
انتہائی گہری خاموشی طاری ہو گئی تھی۔ سب لوگ انتہائی حیرت سے

بلکہ یقین نہ آنے والے انداز میں عمران اور اس کے ساتھیو
دیکھ رہے تھے۔

''اور کسی کے دل میں حسرت ہو تو وہ اٹھ کر کھڑا ہو جائے''
عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا لیکن سب لوگ ہونٹ بھینچے خامو
بیٹھے رہے کہ اچانک ایک چیختی ہوئی آواز ہال میں سنائی دی۔

''کون ہو تم۔ میں فادر مرفی بول رہا ہوں''...... لہجہ بتا رہا تھا
وہ انتہائی غصے میں ہے۔

''میں ایکریمیا کے ڈبل ٹاپ کا پرنس ہوں فادر مرفی اور س
اگر تم نے اس احمق کاؤنٹر والے کی طرح کوئی حرکت کی تو
پورے ریڈ لائٹ کلب کو بھی میزائلوں سے اڑایا جا سکتا ہے''۔ عم
نے انتہائی گھمبیر لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

''تم کیا چاہتے ہو''...... چند لمحوں کی خاموشی کے بعد وہی آ
دوبارہ سنائی دی۔ یہ آواز کسی لاؤڈ سپیکر سے نکل رہی تھی۔

''ہم ایکریمیا سے تم سے ملنے آئے ہیں لیکن یہ تمہارے اح
کاؤنٹر مین نے الٹا ہمیں گالیاں دینا شروع کر دیں''...... عمران
جواب دیا۔

''روڈی''...... وہی آواز سنائی دی۔

''یس باس''...... ایک سائیڈ پر کھڑے آدمی نے رکوع کے ب
جھکتے ہوئے کہا۔

''لاشیں غائب کر دو اور سپیشل لفٹ پر انہیں میرے پاس لے

دو''...... اس آدمی نے کہا۔

''آیئے جناب''...... روڈی نے عمران سے مخاطب ہو کر انتہائی
مؤدبانہ لہجے میں کہا اور ایک سائیڈ پر موجود سپاٹ دیوار کی طرف
بڑھ گیا۔ اس نے دیوار کی جڑ میں پیر مارا تو سرر کی آواز کے ساتھ
ہی دیوار سائیڈ پر ہٹ گئی۔ اب اندر لفٹ کا دروازہ نظر آ رہا تھا۔

''تشریف لے جائیں جناب۔ یہ لفٹ جہاں رکے گی وہاں
چیف کا آفس ہے''...... روڈی نے کہا تو عمران سر ہلاتا ہوا لفٹ
میں داخل ہوا۔ اس کے پیچھے ٹائیگر اور پھر جوزف اور جوانا بھی اندر
داخل ہو گئے تو روڈی نے دروازہ بند کر دیا۔ دوسرے لمحے لفٹ
ایک جھٹکے سے اوپر کو اٹھنے لگی۔ پھر جب لفٹ رکی تو عمران نے
لفٹ کا دروازہ کھولا تو باہر راہداری تھی جس کے اختتام پر ایک
دروازہ تھا جس کے باہر مشین گن سے مسلح ایک آدمی موجود تھا۔
عمران اپنے ساتھیوں سمیت باہر راہداری میں آیا اور پھر وہ سب تیز
تیز قدم اٹھاتے ہوئے اس دروازے کی طرف بڑھتے چلے گئے۔
اس مسلح آدمی نے انہیں سیلوٹ کیا اور خود ہی دروازہ کھول دیا تو
عمران اندر داخل ہوا۔ یہ ایک کافی بڑا کمرہ تھا جسے آفس کے انداز
میں سجایا گیا تھا۔ میز کے پیچھے ایک لمبے قد اور چھریرے جسم کا آدمی
موجود تھا۔ اس کا چہرہ دریائی گھوڑے کی طرح لمبا تھا اور سر پر موجود
بال چھوٹے لیکن انتہائی گھنے تھے۔ اس کی چھوٹی چھوٹی آنکھوں میں
تیز چمک تھی اور اس نے گہرے رنگ کا سوٹ پہنا ہوا تھا۔ عمران

اور اس کے ساتھیوں کے اندر داخل ہوتے ہی وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ وہ بڑے غور سے انہیں دیکھ رہا تھا۔ ایک طرف دیوار پر ایک بہت بڑی سکرین روشن تھی جس پر نیچے ہال کا پورا منظر موجود تھا۔

''مجھے فادر مرفی کہتے ہیں''...... اس آدمی نے میز کی سائیڈ سے نکل کر عمران کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

''میرا نام پرنس ہے اور یہ میرے ساتھی ہیں''...... عمران نے سرد لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

''بیٹھیں''...... فادر مرفی نے کہا اور پھر خود بھی ایک سائیڈ پر موجود صوفے پر بیٹھ گیا جبکہ عمران اور ٹائیگر سامنے والے صوفے پر بیٹھ گئے اور جوزف اور جوانا دونوں سائیڈوں پر کھڑے ہو گئے تھے۔

''تم بھی بیٹھ جاؤ''...... مرفی نے جوزف اور جوانا سے کہا۔

''نہیں ہم ٹھیک ہیں''...... جوانا نے منہ بناتے ہوئے جواب دیا۔

''مجھے افسوس ہے کہ ٹیری نے تمہارے ساتھ بدتمیزی کی ہے۔ میں یہاں بیٹھا سب کچھ دیکھ رہا تھا لیکن اس کا دماغ تھا ہی گرم۔ بہرحال جو ہوا سو ہوا۔ اب بتاؤ کہ تم کیا چاہتے ہو''...... مرفی نے بڑے سادہ سے لہجے میں کہا۔

''ہمیں ریڈ لائٹ کے ایک سیکشن انچارج سے ملنا ہے جو بچوں کی آنکھوں کو ڈیل کرتا ہے''...... عمران نے بڑے سادہ سے لہجے

میں کہا تو مرفی بے اختیار اچھل پڑا۔

''کیا۔ کیا کہہ رہے ہو۔ بچوں کی آنکھیں۔ کیا مطلب''۔ مرفی نے اپنی طرف سے بڑے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''براعظم افریقہ اور براعظم ایشیا کے بے شمار ملکوں میں بچوں کو اغوا کر کے ان کی آنکھیں نکال کر کسی مخصوص محلول میں محفوظ کر کے ریڈ لائٹ کو بھجوائی جاتی ہیں اور ریڈ لائٹ ان آنکھوں کو آگے کاکاز کو فروخت کرتی ہے اور کاکاز ان آنکھوں کو امیر طبقے کو بھاری قیمت پر فروخت کرتا ہے۔ ہم بھی یہ کام کرنا چاہتے ہیں اس لئے سیکشن انچارج سے ملنا چاہتے ہیں تاکہ اس سے اس معاملے پر مستقل معاہدہ کیا جا سکے''...... عمران نے بڑے اطمینان سے بات کرتے ہوئے کہا۔

''تمہیں یہ تفصیل کس نے بتائی ہے''...... مرفی نے کہا تو عمران بے اختیار ہنس پڑا۔

''اس کا مطلب ہے کہ تمہیں دراصل ڈبل ٹاپ کے بارے میں کچھ علم نہیں ہے ورنہ تم یہ بات نہ کرتے۔ ڈبل ٹاپ ایکریمیا کا سب سے بڑا گینگ ہے اور دنیا کے تمام ملکوں میں ہر قسم کے جرائم کا ماسٹر مائینڈ ہے۔ ہم اب یہ کام بھی کرنا چاہتے ہیں۔ ہمارے لئے معلومات حاصل کرنا کوئی مشکل نہیں ہے''...... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''لیکن ریڈ لائٹ یہ کام نہیں کرتی۔ تمہیں کسی نے غلط بتایا

ہے''...... مرفی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''ہم تمہارے بزنس میں تو مداخلت نہیں کرنا چاہتے بلکہ تم سے خود بزنس کرنا چاہتے ہیں لیکن تم اس بزنس کو اس طرح چھپا رہے ہو جیسے یہ کوئی بڑا مقدس بزنس ہو''...... عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

''ہم واقعی ایسا کوئی بزنس نہیں کرتے۔ اگر کرتے ہوتے تو لامحالہ تمہیں بتا دیتے۔ اس میں چھپانے والی کون سی بات ہے''۔ مرفی نے کہا۔

''او کے۔ ٹھیک ہے۔ مت بتاؤ۔ تم اپنا ہی نقصان کرو گے۔ ہم کاکاز سے براہ راست سودا کر لیتے ہیں''...... عمران نے اٹھتے ہوئے کہا اور اس کے اٹھتے ہی ٹائیگر بھی اٹھ کھڑا ہوا۔

''کاکاز کے بارے میں تمہیں کیا علم ہے''...... مرفی نے بھی اٹھتے ہوئے کہا۔

''کاکاز کا سربراہ لارڈ اوسلو ہے۔ اس سے بات ہو جائے گی۔ ہم تو اس لئے ریڈ لائٹ سے سودا کرنا چاہتے تھے کہ اس طرح ہمیں آسانی ہو جاتی اور کام بھی خاموشی سے ہوتا رہے گا۔ ٹھیک ہے تمہاری مرضی ہے اگر تم بزنس نہیں کرنا چاہتے تو نہ سہی''...... عمران نے اٹھتے ہوئے کہا تو مرفی بھی اٹھ کھڑا ہوا۔

''بیٹھو''...... مرفی نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا اور خود بھی دوبارہ صوفے پر بیٹھ گیا۔ عمران بھی بیٹھ گیا اور اس کے ساتھ

ہی ٹائیگر بھی بیٹھ گیا جبکہ جوزف اور جوانا تو پہلے ہی کھڑے تھے۔ عمران اور ٹائیگر کے بیٹھتے ہی مرفی اٹھا اور میز کے پیچھے کرسی پر بیٹھ کر اس نے فون کا رسیور اٹھایا اور تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

''لاؤڈر کا بٹن بھی آن کر دو''...... عمران نے کہا تو مرفی نے ایک بار چونک کر عمران کی طرف دیکھا اور پھر مسکراتے ہوئے اس نے لاؤڈر کا بٹن پریس کر دیا۔ دوسری طرف گھنٹی بجنے کی آواز سنائی دینے لگی۔

''یس''...... چند لمحوں بعد ایک بھاری سی آواز سنائی دی۔

''مرفی بول رہا ہوں باس۔ کلب سے۔ یہاں ایکریمیا کی ایک پارٹی موجود ہے۔ ایکریمیا کا ایک مشہور گروپ ہے ڈبل ٹاپ۔ اس کا ایک آدمی جس کا نام پرنس ہے اپنے تین ساتھیوں کے ساتھ آیا ہے۔ وہ بھی اپنے طور پر بچوں کی آنکھوں کا کاروبار کرنا چاہتے ہیں اور ان کی خواہش ہے کہ ہم ان سے معاہدہ کر لیں۔ انہیں یہ بھی معلوم ہے کہ ہم یہ آنکھیں براعظم افریقہ اور براعظم ایشیا سے خرید کرتے ہیں اور پھر اسے کاکاز کو فروخت کر دیتے ہیں۔ میں نے پہلے تو صاف انکار کر دیا تھا اور یہ لوگ یہ کہہ کر واپس جانے لگے کہ اب وہ براہ راست کاکاز سے معاہدہ کر لیں گے۔ یہ سن کر میں نے انہیں بٹھا لیا ہے اور اب میں آپ کو فون اس لئے کر رہا ہوں کہ آپ جیسے حکم دیں''...... مرفی نے انتہائی مؤدبانہ لہجے میں بات

کرتے ہوئے کہا۔

''پرنس سے میری بات کراؤ''...... دوسری طرف سے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا گیا تو مرفی نے عمران کو اشارہ کیا تو عمران نے اٹھ کر مرفی کے ہاتھ سے رسیور لے لیا۔

''یس۔ پرنس بول رہا ہوں۔ آپ کون بات کر رہے ہیں''۔ عمران نے بڑے سپاٹ لہجے میں کہا۔

''میں کنگ بول رہا ہوں۔ تمہارے گروپ کا سربراہ کون ہے''۔ دوسری طرف سے اسی طرح بھاری لہجے میں کہا گیا۔

''سٹیفن شوکارز''...... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''اوہ۔ اوہ۔ اچھا۔ میں سمجھ گیا۔ ٹھیک ہے۔ رسیور مرفی کو دو''...... دوسری طرف سے چونک کر کہا گیا۔

''یس باس''...... مرفی نے رسیور لے کر مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

''مرفی۔ سٹیفن شوکارز کا گروپ واقعی ایکریمیا کا بہت معروف گروپ ہے۔ تم انہیں آئی سیکشن کے رچمنڈ کے پاس لے جاؤ اور اس سے مل کر ان سے معاہدہ کر لو۔ لیکن خیال رکھنا کہ معاہدے میں کسی کو نقصان نہیں ہونا چاہئے۔ پھر مجھے اطلاع دو''...... کنگ کی آواز سنائی دی۔

''یس باس۔ آپ کے حکم کی تعمیل ہو گی''...... مرفی نے اسی طرح مؤدبانہ لہجے میں کہا اور پھر کریڈل دبا کر اس نے ایک بار پھر نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔ عمران کی نظریں نمبروں پر جمی

ہوئی تھیں کیونکہ وہ ابھی تک میز کی سائیڈ میں کھڑا تھا جہاں سے اس نے رسیور لے کر کنگ سے بات کی تھی۔ دوسری طرف سے گھنٹی بجنے کی آواز سنائی دی تو عمران مڑا اور صوفے پر جا کر بیٹھ گیا۔

''یس۔ رچمنڈ بول رہا ہوں''...... چند لمحوں بعد رسیور اٹھائے جانے کے بعد ایک بھاری اور قدرے کرخت سی آواز سنائی دی۔

''فادر مرفی بول رہا ہوں ریڈ لائٹ کلب سے''...... مرفی نے کہا۔

''اوہ تم۔ کیسے کال کی ہے''...... دوسری طرف سے چونک کر پوچھا گیا اور مرفی نے اسے ایکریمیا کے ڈبل ٹاپ گروپ کے پرنس کے آنے سے لے کر کنگ سے ہونے والی بات چیت دوہرا دی۔

''ٹھیک ہے۔ تم انہیں لے کر میرے پاس آ جاؤ۔ پھر دیکھیں گے کہ یہ کیا کہتے ہیں''...... رچمنڈ نے کہا۔

''اوکے''...... مرفی نے کہا اور رسیور رکھ کر اٹھ کھڑا ہوا۔

''آؤ''...... مرفی نے کہا اور بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

''کہاں جانا ہے۔ ہمارے پاس کار موجود ہے''...... عمران نے کلب سے باہر آتے ہوئے کہا۔

''تم اپنی کار میں میرے پیچھے آ جاؤ۔ زیادہ دور نہیں جانا''۔ مرفی نے کہا اور ایک سائیڈ پر کھڑی ہوئی سفید رنگ کی نئے ماڈل کی کار کی طرف بڑھ گیا جبکہ عمران اور اس کے ساتھی اپنی کار کی

طرف بڑھ گئے۔ جوزف ڈرائیونگ سیٹ پر تھا جبکہ سائیڈ سیٹ پر عمران اور عقبی سیٹ پر جوانا اور ٹائیگر موجود تھے۔

''باس۔ مجھے صورت حال مصنوعی لگ رہی ہے''...... اچانک عقبی سیٹ پر بیٹھے ہوئے ٹائیگر نے کہا۔

''مصنوعی۔ وہ کیسے''...... عمران نے چونک کر پوچھا۔

''اچانک مرفی کا نرم پڑ جانا۔ کنگ کا فوراً مان جانا اور پھر رچمنڈ کے پاس اس انداز میں جانا۔ یہ سب کچھ مجھے مصنوعی لگ رہا ہے''...... ٹائیگر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''وہ ڈبل ٹاپ گروپ کے چیف کا نام سن کر مانا ہے۔ یہ نام ایسا ہے کہ جو بڑے بڑے دھاکڑ بدمعاشوں کو کانپنے پر مجبور کر دیتا ہے''...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''اور باس۔ اگر کنگ نے اس سے بات کر لی تو پھر''...... ٹائیگر نے کہا۔

''تو کیا ہو گا۔ سٹیفن اس کی باقاعدہ تصدیق کر دے گا۔ میں نے پہلے ہی سٹیفن سے بات کر لی ہے اور وہ بے چارہ اپنے آپ کو میرا مرید خاص کہتا ہے''...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''باس۔ ہم سیاہ جنگل کے سیاہ غار میں جا رہے ہیں اور شوالا دیوتا کی آنکھیں بھی مجھے نظر آ رہی ہیں''...... اچانک جوزف نے جو ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا تھا، کہا تو عمران سمیت سب بے اختیار چونک پڑے۔

''شوالا دیوتا کی آنکھیں سرخ ہیں یا سفید''...... عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

''تیز سرخ باس''...... جوزف نے جواب دیا۔

''پھر کوئی خطرہ نہیں۔ سرخ آنکھیں بتا رہی ہیں کہ ہمارا استقبال تو غلط کیا جائے گا لیکن ہم بچ نکلیں گے۔ ہاں اگر آنکھوں کا رنگ سفید ہوتا تو پھر ہمارے بچ نکلنے کے چانس کم رہ جاتے''...... عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں جواب دیا۔

''بس باس۔ ویسے مجھے حیرت ہے کہ آپ شوالا دیوتا کے بڑے پجاری وچ ڈاکٹر لوشاری سے بھی زیادہ اسے جانتے ہیں''۔ جوزف نے اس بار مسکراتے ہوئے کہا۔ اس کے چہرے پر ابھر آنے والی سنجیدگی یکلخت دور ہو گئی تھی۔

''تمہارا شوالا دیوتا بھی میرا مرید بننے آیا تھا لیکن میں نے اسے کہا کہ ایک جوزف ہی میرے لئے کافی ہے''...... عمران نے جواب دیا۔

''مجھے واقعی فخر ہے باس کہ میں آپ کو باس کہتا ہوں''۔ جوزف نے مسرت بھرے لہجے میں کہا تو سب بے اختیار مسکرا دیئے۔

''باس۔ جوزف نے بھی میری بات کی تائید کر دی ہے''۔ ٹائیگر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''ہاں۔ میں جوزف کی بات کو بہت اہمیت دیتا ہوں اس لئے سب نے پوری طرح محتاط رہنا ہے''...... عمران نے جواب دیا تو

جوزف کا چہرہ عمران کی بات سن کر بے اختیار کھل اٹھا۔ اس کی کار مرفی کی کار کے پیچھے نارمل رفتار سے دوڑ رہی تھی۔ مختلف سڑکوں سے گزرنے کے بعد وہ ایک موڑ مڑ کر جیسے ہی آگے بڑھے ایک سرخ پتھروں کی بنی ہوئی عمارت نظر آنے لگی۔ عمارت ایک منزلہ تھی لیکن اس کے گرد احاطہ کافی وسیع تھا اور عمارت پر رچمنڈ بار کا بورڈ موجود تھا۔ مرفی کی کار اس کے کھلے پھاٹک کے اندر مڑ گئی تو جوزف نے بھی کار اس کے پیچھے پھاٹک کے اندر موڑ دی۔ یہ واقعی ایک وسیع احاطہ تھا جس میں پچاس کے قریب کاریں موجود تھیں۔ سامنے برآمدے میں مشین گنوں سے مسلح چار آدمی موجود تھے۔ مرفی نے کار ایک سائیڈ پر روکی اور پھر نیچے اتر آیا۔ جوزف نے بھی اس کے پیچھے کار روکی اور پھر وہ سب نیچے اتر آئے۔

''آؤ میرے ساتھ۔ ہمیں تہہ خانوں میں جانا ہے۔ رچمنڈ وہیں ہوتا ہے'' ...... مرفی نے کہا اور آگے بڑھ گیا۔ عمران اور اس کے ساتھی اس کے پیچھے تھے۔ برآمدے میں کھڑے مسلح افراد نے مرفی کو بڑے مؤدبانہ انداز میں سلام کیا اور پھر وہ سب مرفی کی رہنمائی میں آگے بڑھتے چلے جا رہے تھے۔ پھر ایک خصوصی لفٹ کے ذریعے وہ نیچے تہہ خانوں میں پہنچ گئے یہاں بڑے پیمانے پر جوا ہو رہا تھا۔ ایک طرف راہداری تھی جس کے اختتام پر ایک دروازہ تھا اور راہداری میں بھی مسلح افراد موجود تھے جنہوں نے مرفی کو بڑے مؤدبانہ انداز میں سلام کیا اور ان میں سے ایک آدمی نے آگے

بڑھ کر دروازہ کھول دیا اور مرفی عمران اور اس کے ساتھیوں کو اندر آنے کا اشارہ کر کے خود بھی اندر داخل ہو گیا۔ یہ ایک بہت بڑا کمرہ تھا جسے آفس کے انداز میں سجایا گیا تھا اور اس میں موجود ایک بڑی سی میز کے پیچھے ایک بلڈاگ کے چہرے والا بھاری بھرکم جسم کا مالک آدمی بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے پینٹ اور لیدر کی جیکٹ پہنی ہوئی تھی۔ وہ مرفی کو دیکھتے ہی اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

''آؤ۔ آؤ فادر مرفی۔ بڑے دنوں بعد تم یہاں آئے ہو''۔ اس آدمی نے میز کی سائیڈ سے باہر آ کر باقاعدہ مرفی سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔

''ہاں۔ یہ پرنس ہیں ڈبل ٹاپ کے اور یہ ان کے ساتھی ہیں اور یہ رچمنڈ ہے'' ...... مرفی نے مڑ کر عمران اور اس کے ساتھیوں کا باقاعدہ تعارف کراتے ہوئے کہا اور رچمنڈ نے بڑے گرمجوشانہ انداز میں سب سے مصافحہ کیا اور پھر وہ سب اکٹھے ہی صوفوں پر بیٹھ گئے۔

''تم لوگ کیا پیو گے'' ...... رچمنڈ نے عمران اور اس کے ساتھیوں سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

''ہم ڈیوٹی پر ہیں مسٹر رچمنڈ۔ اس لئے فی الحال کچھ نہیں''۔ عمران نے سنجیدہ لہجے میں جواب دیا۔

''او کے۔ بتائیں کیا مسئلہ ہے'' ...... رچمنڈ نے کہا۔

''تمہیں تمہارے باس کنگ نے نہیں بتایا کہ ہم کس مقصد کے

لئے آئے ہیں''...... عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

''نہ صرف چیف کنگ نے بتایا ہے بلکہ فادر مرفی نے بھی بتایا ہے لیکن پہلی بات تو یہ ہے کہ آپ کو کس نے بتایا ہے کہ ہم لوگ یہ بزنس کرتے ہیں اور دوسری بات یہ کہ یہ ایسا بزنس نہیں ہے کہ ہر آدمی اسے اپنائے اس لئے آپ کا گروپ جو ہر قسم کے جرائم میں ملوث رہتا ہے اس یکسر مختلف بزنس پر کام کرنے کے لئے کیوں آمادہ ہوا ہے''...... رچمنڈ نے بڑے کاروباری لہجے میں کہا۔

''یہ انتہائی منافع بخش اور سیف بزنس ہے مسٹر رچمنڈ۔ براعظم افریقہ اور ایشیا میں بے پناہ غربت ہے اور جہاں غربت ہو وہاں بچوں کی تعداد بھی بے شمار ہوتی ہے اس لئے اگر لاکھوں کروڑوں بچوں میں سے ہزاروں بچے ہمارے ہاتھوں ہلاک بھی ہو جاتے ہیں تو ان سے ایشیا کی آبادی پر کوئی فرق نہیں پڑے گا جبکہ ہمیں اس کی انتہائی کثیر رقم مفت میں ملتی رہے گی''...... عمران نے بھی خالصتاً کاروباری لہجے میں کہا۔

''آپ نے میرے پہلے سوال کا جواب نہیں دیا کہ آپ کو کس نے بتایا ہے کہ ہم یہ بزنس کرتے ہیں''...... رچمنڈ نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

''یہ باتیں ساری دنیا کو معلوم ہیں۔ ایسی باتیں کیسے چھپی رہ سکتی ہیں''...... عمران نے جواب دیا۔

''ٹھیک ہے۔ کتنی سپلائی آپ دے سکیں گے اور کیا ریٹ لگائیں

گے۔ یہ بات میں پہلے بتا دوں کہ ہر آنکھ کام کی نہیں ہوتی۔ زیادہ آنکھیں راستے میں ہی ضائع ہو جاتی ہیں۔ یہ انتہائی حساس معاملہ ہے''...... رچمنڈ نے کہا۔

''ٹھیک ہے لیکن بزنس میں تو اونچ نیچ ہوتی ہی رہتی ہے۔ آپ خود بتائیں کہ آپ ماہانہ کتنی آنکھیں لینا چاہتے ہیں اور ان کے بدلے میں کیا دے سکتے ہیں''...... عمران نے کہا۔

''پہلے میری بات سن لیں۔ ہم براعظم افریقہ اور ایشیا کے گروپوں سے آنکھیں خریدتے ہیں اور ایک آنکھ کے ہم دس ہزار ڈالر ادا کرتے ہیں اور کاکاز کو یہ آنکھ ہم پندرہ ہزار ڈالر میں فروخت کرتے ہیں۔ کاکاز اسے آگے کتنی قیمت میں سپلائی کرتی ہے اس سے ہمارا کوئی تعلق نہیں ہے۔ اب آپ بتائیں کہ آپ ہم سے کیا لینا چاہتے ہیں''...... رچمنڈ نے کہا۔

''یہ تو بہت تھوڑی رقم ہے جبکہ ہمیں اطلاع ملی ہے کہ آپ ایک آنکھ صرف پانچ ہزار ڈالر میں خریدتے ہیں اور ایک لاکھ ڈالر میں کاکاز کو فروخت کرتے ہیں''...... عمران نے کہا۔

''نہیں۔ یہ غلط ہے''...... رچمنڈ نے کہا۔

''ہم آپ سے صرف پچاس ہزار ڈالر ایک آنکھ کے لیں گے۔ اگر آپ کو منظور نہ ہو تو صاف بتا دیں۔ ہم کاکاز کو براہ راست پچاس ہزار ڈالر میں آنکھ دے دیں گے''...... عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"کیا آپ کی کاکاز سے بات ہوئی ہے"...... رچمنڈ نے کہا۔

"ہاں۔ ہماری لارڈ اوسلو سے ابتدائی بات ہو چکی ہے"۔کا
نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ آپ کی آفر ہمیں قبول ہے"...... رچمنڈ نے ا
طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

"کتنی آنکھیں خرید سکتے ہیں"...... عمران نے کہا۔

"جتنی آپ بھیجیں گے ہم خرید لیں گے"...... رچمنڈ نے کہا۔

"آپ کا آنکھیں منگوانے کا کیا طریقہ ہے۔ مثلاً براعظم ا
کے ملکوں سے آپ کس طرح آنکھیں منگواتے ہیں۔ ظاہر
راستے میں چیکنگ ہوتی ہو گی"...... عمران نے کہا۔

"ہمارا آدمی چارٹرڈ طیارے سے آنکھیں لے آتا ہے۔ ا
طرح کوئی چیکنگ نہیں ہوتی"...... رچمنڈ نے کہا۔

"اوکے۔ ٹھیک ہے۔ ہم دوبارہ آئیں گے۔ پھر تفصیل
بات ہو گی"...... عمران نے کہا اور اٹھ کھڑا ہوا اور عمران کے ا
ہی ٹائیگر، جوزف اور جوانا بھی اٹھ کھڑے ہوئے۔

"کیا مطلب۔ کیا آپ معاہدہ نہیں کریں گے"...... رچمنڈ
اٹھتے ہوئے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"سودا ہمارا چیف سٹیفن خود کرے گا اور سودا تمہارے کنگ
ہو گا۔ ہم تو ابتدائی بات چیت کرنے آئے ہیں"...... عمران نے
مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوکے۔ ٹھیک ہے"...... رچمنڈ نے کہا۔

"میں بھی چلتا ہوں رچمنڈ"...... مرفی نے کہا اور رچمنڈ نے
ات میں سر ہلا دیا۔ پھر وہ سب رچمنڈ کے آفس سے باہر آ
ئے۔

"آپ کہاں ٹھہرے ہوئے ہیں"...... مرفی نے لفٹ کی طرف
تے ہوئے پوچھا۔

"ہوٹل اوریگا میں"...... عمران نے جواب دیا تو مرفی نے اثبات
ں سر ہلا دیا اور پھر وہ سب لفٹ میں داخل ہوئے اور لفٹ کا
وازہ بند ہوا ہی تھا کہ اچانک لفٹ کے اندر سرخ رنگ کی تیز
ئی ایک لمحے کے لئے چمکی اور دوسرے لمحے غائب ہو گئی لیکن اتنی
یں ہی عمران کو یوں محسوس ہوا جیسے کسی نے اس کے ذہن پر سیاہ
ر ڈال دی ہو۔ پھر یہ سیاہ چادر خودبخود سرکتی چلی گئی اور عمران کو
ں آ گیا۔ اس نے بے اختیار اٹھنے کی کوشش کی لیکن دوسرے
ع وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ وہ لفٹ میں موجود ہونے کی
ائے ایک ہال کمرے میں موجود تھے۔ اس کے دونوں ہاتھ دیوار
ں نصب فولادی کنڈوں میں جکڑے ہوئے تھے جبکہ اس کے دونوں
ر بھی اسی طرح دیوار کے ساتھ نصب کنڈوں میں موجود تھے۔ اس
ے دونوں کاندھوں میں درد کی تیز لہریں دوڑ رہی تھیں اور عمران
ری طرح ہوش میں آتے ہی سمجھ گیا کہ چونکہ بے ہوش ہونے کی
ہ سے اس کا جسم نیچے کی طرف ڈھلکا رہا تھا اس لئے اس کے

کاندھوں میں درد کی تیز لہریں دوڑ رہی تھیں لیکن ہوش میں آنے کے بعد وہ اپنے پیروں پر کھڑا ہو گیا تھا اس لئے چند لمحوں بعد ہی اس کے کاندھوں میں موجود درد بھی ختم ہو گیا۔ اس کے ساتھی بھی سائیڈ پر اسی طرح بندھے ہوئے تھے لیکن ٹائیگر کو دیکھ کر وہ اچھل پڑا کیونکہ ٹائیگر اپنے اصل چہرے میں تھا۔ اس نے اپنے اور ٹائیگر کے چہرے پر ایکریمین میک اپ کیا ہوا تھا جبکہ جوزف اور جوانا اپنی اصل شکلوں میں تھے اور چونکہ ان کے ذہن میں کوئی ایسا خدشہ نہ تھا کہ وہ سیکرٹ ایجنٹوں سے ٹکرا رہا ہے اس لئے اس نے عام سا میک اپ کیا تھا۔ ٹائیگر کو اصل چہرے میں دیکھ کر ہی عمران سمجھ گیا تھا کہ وہ بھی اصل چہرے میں ہو گا۔ ٹائیگر، جوزف اور جوانا تینوں کے جسم اسی طرح ڈھلکے ہوئے تھے۔ وہ ابھی ہوش میں نہ آئے تھے اور عمران کو اس پر کوئی حیرت نہ ہوئی تھی کیونکہ اسے معلوم تھا کہ اس کی خصوصی ذہنی مشقوں کے ردعمل کے نتیجے میں وہ جلدی ہوش میں آیا ہے۔ اس نے اپنی انگلیاں موڑ کر کنڈوں پر موجود بٹنوں کو ٹریس کرنا شروع کر دیا اور چند لمحوں بعد ہی وہ بٹن دبا کر اپنے دونوں ہاتھ آزاد کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ پھر وہ جھکا اور چند لمحوں بعد اس کے دونوں پیر بھی کنڈوں کی گرفت سے آزاد ہو چکے تھے۔ ہال کمرہ خالی تھا۔ اس کا اکلوتا دروازہ بند تھا۔ عمران نے ایک نظر اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھا اور پھر آگے بڑھ کر اس نے دروازہ کھولا دروازہ باہر سے بند نہیں تھا۔ ظاہر ہے بے ہوش اور زنجیروں میں

جکڑے ہوئے افراد کے لئے انہیں دروازہ لاک کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ دروازے کی دوسری طرف راہداری تھی۔ عمران اس راہداری میں آگے بڑھتا چلا گیا۔ راہداری کا اختتام ایک اور کمرے میں ہو رہا تھا۔ اسی لمحے اسے ایک آواز سنائی دی تو وہ بے اختیار چونک پڑا اور اچھل کر دروازے کے قریب ہو گیا۔ دروازہ تھوڑا سا کھلا ہوا تھا۔

''یہ سب کچھ میری سمجھ میں تو نہیں آ رہا رچمنڈ''...... ایک آدمی کی آواز سنائی دی اور عمران یہ آواز پہچان گیا۔ یہ آواز فادر مرفی کی تھی۔

''تم سمجھ ہی نہیں سکتے مرفی۔ کیونکہ تم نے کبھی سرکاری تنظیموں میں کام نہیں کیا لیکن میں ایسی تنظیموں میں کام کر چکا ہوں اور چیف کنگ بھی ان باتوں کو سمجھتا ہے۔ اب دیکھو چیف کنگ نے صرف فون پر باتیں سن کر ہی اندازہ لگا لیا تھا کہ یہ لوگ وہ نہیں جو یہ اپنے آپ کو پوز کر رہے ہیں اس لئے انہوں نے تمہیں ان لوگوں کو یہاں لے آنے اور پھر انہیں بے ہوش کر کے جکڑنے کے پیغامات دے دیئے اور ساتھ ہی مجھے فون کر کے کہہ دیا کہ میں انہیں اس انداز میں بے ہوش کروں کہ یہ آخری لمحے تک چوکنا نہ ہو سکیں اور تم نے دیکھا کہ ایسا ہی ہوا اور پھر ان کے میک اپ واش ہو گئے۔ دونوں ایکریمین کی جگہ ایشیائی چہرے سامنے آ گئے۔ اب چیف کنگ خود آ کر ان سے فائنل بات چیت کرے گا''...... دوسری آواز

سنائی دی اور عمران اس کی آواز بھی پہچان گیا۔ یہ رچمنڈ کی آواز تھی۔

"لیکن یہ لوگ کون ہو سکتے ہیں اور کیا چاہتے ہیں۔ ان کا سرکاری تنظیموں سے کیا تعلق ہو سکتا ہے"...... مرفی نے کہا۔

"یہ لوگ بچوں کی آنکھوں کے سلسلے میں آئے ہیں اور میرا ذاتی خیال ہے کہ ان کا تعلق پاکیشیا سیکرٹ سروس سے ہے۔ پاکیشیا سے سپلائی آنا بند ہو گئی ہے کیونکہ وہاں سرکاری تنظیمیں اس کے خلاف کام کر رہی ہیں"...... رچمنڈ نے کہا۔

"چیف کب پہنچے گا یہاں"...... مرفی نے پوچھا۔

"وہ آنے ہی والا ہے۔ کیوں۔ تم کیوں بار بار پوچھ رہے ہو"...... رچمنڈ نے کہا۔

"میں واپس جانا چاہتا ہوں۔ اب تم یہاں موجود ہو پھر میرے یہاں رہنے کی کیا ضرورت ہے"...... مرفی نے کہا۔

"یہ لوگ انتہائی باخبر ہیں۔ وہ لارڈ اوسلو کے بارے میں جانتے ہیں اور چیف کنگ کے بارے میں بھی اور تمہارے بارے میں بھی اس لئے تم یہیں رکو۔ شاید چیف اس معاملے میں کوئی میٹنگ کرنا چاہے"...... رچمنڈ نے کہا۔

"ہاں ٹھیک ہے"...... مرفی نے جواب دیا تو عمران نے اپنی جیبیں ٹٹولیں اور دوسرے لمحے اس کی آنکھوں میں چمک آ گئی۔ گو اس کی تمام جیبیں خالی تھیں لیکن اس کی خفیہ جیب میں سٹار پسٹل

موجود تھا۔ سٹار پسٹل چھوٹا سا تھا لیکن ڈبل کارکردگی کا حامل تھا۔ اس کی دونوں سائیڈوں میں بٹن تھے۔ اگر ایک سائیڈ کا بٹن پریس کر کے ٹریگر دبایا جاتا تو بے ہوش کر دینے والی گیس پسٹل کی نوک سے نکلتی جبکہ دوسرا بٹن دبا کر ٹریگر دبایا جائے تو فائرنگ ہوتی تھی۔

عمران تیزی سے اندر داخل ہو گیا۔

"تم۔ تم۔ کیا مطلب"...... دروازے کی طرف منہ کر کے بیٹھے رچمنڈ نے یکلخت اٹھنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا لیکن اس سے پہلے کہ وہ اٹھتا اور دروازے کی طرف پشت کئے بیٹھے مرفی نے مڑ کر دیکھا۔ عمران نے سٹار پسٹل کا بے ہوش کر دینے والی گیس کا بٹن پریس کر دیا تھا۔ پسٹل سے سرخ رنگ کی گیس نکلی اور عمران نے اپنا سانس روک لیا جبکہ ان دونوں کے جسم اس طرح ڈھلک گئے جیسے ان کے جسموں سے کسی نے اچانک تمام توانائی نکال دی ہو۔ عمران تیزی سے آگے بڑھا اور پھر وہ عمارت کا جائزہ لینے لگا۔ یہ کوئی زرعی فارم تھا جو شہر سے دور دراز علاقے میں تھا۔ اس کے گرد درختوں کے جھنڈ پھیلے ہوئے تھے اور ان دونوں کے علاوہ وہاں اور کوئی آدمی نہ تھا۔ البتہ باہر کھلے صحن میں ایک بڑی اسٹیشن ویگن موجود تھی۔ شاید انہیں اسی اسٹیشن ویگن میں یہاں لایا گیا تھا۔ عمران نے پوری عمارت کی تلاشی لینا شروع کر دی اور پھر اس نے ایک کمرے کی الماری سے جدید ساخت کی مشین گنیں اور ان کے میگزین تلاش کر لئے۔ وہ تیزی سے مڑا اور دوڑتا ہوا اس کمرے

میں آیا جہاں اس کے ساتھی ابھی تک زنجیروں میں جکڑے ہوئے
تھے اور بے ہوش تھے۔ عمران نے اس الماری سے تیز دھار خنجر نکال
لیا تھا۔ اس نے خنجر کی مدد سے ٹائیگر، جوزف اور جوانا تینوں کی
گردنوں کی پشت پر کٹس لگائے تو وہ تینوں ہوش میں آنے لگے اور
پھر چند لمحوں بعد ٹائیگر نے کراہتے ہوئے آنکھیں کھول دیں۔

''ہوش میں آؤ ٹائیگر''...... عمران نے تیز لہجے میں کہا تو ٹائیگر کا
جسم ایک جھٹکے سے سیدھا ہو گیا۔ اس کے چہرے پر حیرت کے
تاثرات ابھر آئے تھے۔

''باس آپ۔ یہ۔ یہ کیا مطلب''...... ٹائیگر نے اپنے بندھے
ہوئے ہاتھوں اور پیروں کو دیکھتے ہوئے انتہائی حیرت بھرے لہجے
میں کہا۔

''میں نے تمہیں کتنی بار کہا ہے کہ تم باقاعدگی سے ذہنی مشقیں
کیا کرو لیکن تم ایسا نہیں کرتے''...... عمران نے تلخ لہجے میں کہا۔

''میں نے شروع کی ہوئی ہیں باس''...... ٹائیگر نے آہستہ سے
کہا۔

''محنت کرو محنت''...... عمران نے کہا اور جوزف کی طرف بڑھ
گیا جو اب ہوش میں آ کر ادھر ادھر حیرت بھری نظروں سے دیکھ رہا
تھا۔ عمران نے ہاتھ اٹھا کر اس کے ہاتھ کنڈوں سے آزاد کر دیئے۔

''باس۔ یہ سب کیا ہو رہا ہے''...... جوزف نے انتہائی حیرت
بھرے لہجے میں کہا۔

''تمہارے اس دیوتا کی شرارت ہے''...... عمران نے مسکراتے
ہوئے کہا اور جوانا کی طرف بڑھ گیا جبکہ ٹائیگر کے ہاتھ اس نے
آزاد نہیں کئے تھے کیونکہ اسے معلوم تھا کہ یہ کام ٹائیگر خود ہی کر
لے گا جبکہ جوزف اور جوانا کے لئے ایسا کرنا مشکل تھا اس لئے اس
نے جوزف اور جوانا کے ہاتھ کنڈوں سے آزاد کر دیئے تھے اور پھر
تھوڑی ہی دیر میں وہ تینوں زنجیروں سے آزاد ہو چکے تھے۔

''آؤ میرے ساتھ''...... عمران نے کہا اور پھر وہ انہیں لے کر
اس کمرے میں آیا جہاں مرفی اور رچمنڈ دونوں بے ہوش پڑے
ہوئے تھے۔

''جوزف اور جوانا۔ تم ان دونوں کو اٹھا کر اس کمرے میں لے
جاؤ اور زنجیروں میں جکڑ دو جبکہ ٹائیگر میرے ساتھ آئے گا''۔ عمران
نے کہا اور آگے بڑھ گیا۔ جوزف اور جوانا وہیں رک گئے تھے جبکہ
ٹائیگر عمران کے پیچھے آگے بڑھ گیا۔ عمران نے الماری سے اسلحہ
نکال کر ٹائیگر کو دے دیا اور پھر وہ واپس اس کمرے میں آ گئے
جہاں جوزف اور جوانا، مرفی اور رچمنڈ کو زنجیروں میں جکڑنے میں
مصروف تھے۔

''تم تینوں یہ اسلحہ لے کر باہر جاؤ گے اور سامنے اور عقبی طرف
پہرہ دو گے۔ ان کے باس کنگ نے آنا ہے۔ اب یہ معلوم نہیں کہ
وہ کار میں آئے گا یا ہیلی کاپٹر پر۔ ہم نے اسے کور کرنا ہے۔ یہ
کھیتوں میں موجود زرعی فارم ہے۔ اس کے باہر درختوں کے جھنڈ

ہیں اس لئے جوزف اور جوانا اس عمارت سے باہر نکل کر نگرانی کریں گے اور ٹائیگر اندر رہ کر''...... عمران نے سپہ سالاروں کے سے انداز میں کہا۔

''جوزف۔ تم اس کمرے سے ایک کرسی اٹھا کر یہاں رکھ دو''۔ عمران نے کہا تو جوزف تیزی سے کمرے سے باہر نکل گیا۔ چند لمحوں بعد وہ کرسی لے آیا تو عمران اس پر بیٹھ گیا۔ جوزف، ٹائیگر اور جوانا تینوں باہر چلے گئے۔ عمران خاموش بیٹھا زنجیروں میں جکڑے ہوئے فادر مرفی اور رچمنڈ کو دیکھ رہا تھا۔ اسے یہ بات سمجھ نہ آ رہی تھی کہ ان لوگوں نے آخر اس انداز کی کارروائی ان کے ساتھ کیوں کی ہے اور پھر اس طرح شہر سے دور کسی عمارت میں انہیں کیوں جکڑا گیا ہے۔ اس کی کوئی وجہ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہی تھی کہ اچانک دور سے اسے کسی کار کے رکنے کی آواز سنائی دی تو وہ بجلی کی سی تیزی سے اٹھا اور دبے قدموں دوڑتا ہوا باہر راہداری میں آ گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ اس کمرے کے دروازے کی اوٹ میں موجود تھا جس کے باہر برآمدہ اور پھر صحن تھا۔ اس نے دیکھا کہ پھاٹک کو کھول دیا گیا تو ایک سیاہ رنگ کی کار اس کے کھلے ہوئے پھاٹک سے اندر داخل ہو رہی تھی۔ کار میں تین افراد تھے جن میں سے ایک ڈرائیونگ سیٹ پر، دوسرا سائیڈ پر بیٹھا تھا جبکہ عقبی سیٹ پر ایک بھاری جسم کا آدمی بڑے اکڑے ہوئے انداز میں بیٹھا تھا۔ اس کے چہرے پر خباثت کے تاثرات اتنی دور سے ہی نمایاں نظر آ

رہے تھے۔ کار اسٹیشن ویگن کے قریب رکی اور دروازے کھول کر وہ تینوں باہر آ گئے۔ اب عمران سوچ رہا تھا کہ ٹائیگر کیسے ان تینوں کو کور کرے گا اس لئے اس نے جیب سے سٹار پسٹل ایک بار پھر باہر نکال لیا لیکن اسی لمحے سٹک سٹک کی آوازیں سنائی دیں اور برآمدے کی طرف بڑھتے ہوئے وہ تینوں آدمی یکلخت لڑکھڑاتے ہوئے نیچے گرے تو عمران سمجھ گیا کہ ٹائیگر نے الماری سے بے ہوش کر دینے والا مخصوص پسٹل بھی تلاش کر لیا ہو گا۔ عمران سانس روکے دروازے سے باہر آیا تو اسی لمحے جوزف اور جوانا بھی کھلے پھاٹک سے اندر داخل ہوئے۔

''سانس روک لو''...... عمران نے برآمدے میں کھڑے ہو کر اونچی آواز میں کہا تو جوزف اور جوانا وہیں رک گئے جبکہ ٹائیگر برآمدے کے ایک ستون کی اوٹ سے نکل کر باہر آ گیا تھا۔ چند لمحوں بعد عمران نے آہستہ سے سانس لیا تو اسے کسی قسم کی بو محسوس نہ ہوئی تو اس نے زور زور سے سانس لینا شروع کر دیا۔

''بس ٹھیک ہے۔ اب سانس لے سکتے ہو اور ان دونوں کی گردنیں توڑ کر انہیں یہیں کسی اوٹ میں پھینک دو جبکہ اس تیسرے کو اٹھا کر اندر لے آؤ اور زنجیروں میں جکڑ دو''...... عمران نے کہا تو جوزف اور جوانا دونوں آگے بڑھے اور پھر کار کی فرنٹ سیٹ سے اترنے والے دونوں افراد پر جھک گئے۔ چند لمحوں بعد ہی ان دونوں کی گردنیں ٹوٹ چکی تھیں۔

''باس۔ مجھے الماری سے بے ہوش کر دینے والی گیس کا پسٹل مل گیا تھا''...... ٹائیگر نے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

''ہاں۔ اچھا کیا تم نے اسے اٹھا لیا۔ ہمارے پیشہ میں کوئی چیز حتمی نہیں ہوتی۔ ہمیں ہر قسم کے حالات کے لئے ہر وقت تیار رہنا پڑتا ہے''...... عمران نے کہا۔

''باس۔ پھاٹک بند کر دوں۔ میں نے اسے اس لئے کھول دیا تھا کہ یہ لوگ اندر آ جائیں''...... ٹائیگر نے کہا۔

''ہاں۔ پھاٹک بند کر دو''...... عمران نے کہا تو ٹائیگر برآمدے سے اتر کر پھاٹک کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ اس نے پھاٹک بند کر دیا۔ اسی لمحے جوزف اور جوانا بھی واپس آ گئے۔

''اب تم تینوں یہاں نگرانی کرو گے تاکہ میں اطمینان سے ان کے انٹرویو کر سکوں''...... عمران نے کہا۔

''باس۔ اگر آپ کہیں تو میں آپ کے ساتھ رہوں''۔ جوزف نے کہا تو عمران نے اسے چونک کر دیکھا اور پھر مسکرا دیا۔

''ٹھیک ہے۔ آؤ میرے ساتھ اور ٹائیگر تم جوانا کے ساتھ مل کر دونوں اطراف کی نگرانی کرو''...... عمران نے کہا اور ٹائیگر اور جوانا نے اثبات میں سر ہلا دیئے۔ عمران جوزف کو ساتھ لے کر کمرے میں آ گیا۔

''کیا بات ہے۔ تم نے میرے ساتھ آنے کی بات کیوں سوچ لی''...... عمران نے کمرے میں موجود کرسی پر بیٹھتے ہوئے جوزف

سے مخاطب ہو کر کہا۔

''باس۔ مجھے احساس ہو رہا ہے کہ ہم شدید خطرے میں ہیں''۔ جوزف نے کہا۔

''اوہ۔ تو یہ بات ہے۔ ٹھیک ہے تو پھر اس مرفی کو گولی مار دو اور اس رچمنڈ اور کنگ دونوں کو زنجیروں سے آزاد کر کے باہر لے چلو''...... عمران نے کہا تو جوزف تیزی سے آگے بڑھا جبکہ عمران مڑ کر کمرے سے باہر نکل گیا۔ برآمدے میں ٹائیگر موجود تھا۔

''جوانا کو بلاؤ ٹائیگر۔ ہم نے فوری طور پر یہاں سے نکلنا ہے''...... عمران نے کہا۔

''کیا ہوا باس۔ کوئی خاص بات''...... ٹائیگر نے حیران ہو کر کہا۔

''ہاں۔ جوزف یہاں خطرہ محسوس کر رہا ہے اور مجھے معلوم ہے کہ جوزف جو کچھ محسوس کرتا ہے وہ درست ہوتا ہے''...... عمران نے کہا تو ٹائیگر تیزی سے مڑا اور دوڑتا ہوا عقبی طرف کو بڑھ گیا جبکہ عمران وہیں برآمدے میں ہی رک گیا۔ چند لمحوں بعد اچانک اسے ایک دیوار کی دوسری طرف سے آہٹ سی محسوس ہوئی تو وہ تیزی سے ایک ستون کی اوٹ میں ہو گیا۔ اسی لمحے جوانا اور ٹائیگر بھی سائیڈ سے نکل کر باہر آ گئے تو عمران نے انہیں چھپ جانے کا اشارہ کیا تو وہ دونوں بجلی کی سی تیزی سے اسٹیشن ویگن کی اوٹ میں ہو گئے۔ اسی لمحے ایک آدمی کا سر دیوار کے اوپر نظر آیا اور پھر وہ

آدمی اچھل کر دیوار پر چڑھا اور بڑے ماہرانہ انداز میں اندر کود گیا اور پھر وہ دوڑتا ہوا پھاٹک کی طرف بڑھ گیا اور اس نے پھاٹک کھول دیا۔ وہیں کھڑے ہو کر اس نے دونوں ہاتھ سر کے اوپر کر کے مخصوص اشارہ کیا تو چند لمحوں بعد ہی مشین گنوں سے مسلح چار آدمی سائیڈ سے نکل کر سامنے آ گئے۔

''میں نے ایک آدمی کی جھلک برآمدے میں دیکھی ہے۔ یہاں پوزیشن ٹھیک نہیں ہے۔ ہمیں فل ایکشن کرنا ہو گا''...... پھاٹک کھولنے والے نے آہستہ سے اندر آنے والوں سے بات کرتے ہوئے کہا اور پھر وہ پانچوں بڑے چوکنا انداز میں آگے بڑھنے ہی لگے تھے کہ ایک بار پھر سٹک سٹک کی آوازیں سنائی دیں اور اس کے ساتھ ہی وہ پانچوں بے اختیار اچھلے ہی تھے کہ لڑکھڑاتے ہوئے نیچے گر گئے۔ وہ سب ساکت پڑے ہوئے تھے جبکہ عمران نے سٹک سٹک کی آوازیں سنتے ہی ایک بار پھر سانس روک لیا تھا۔ اسے کمرے میں موجود جوزف کی فکر تھی کہ وہ رچمنڈ اور کنگ دونوں کو اٹھائے باہر آئے گا لیکن اسی لمحے اسے جوزف دروازے سے باہر آتا دکھائی دیا۔ اس کا چہرہ بتا رہا تھا کہ وہ سانس روک چکا ہے۔ تھوڑی دیر بعد عمران نے آہستہ سے سانس لیا اور پھر زور زور سے سانس لینے شروع کر دیئے۔

''باس۔ اب خطرہ محسوس ہونا ختم ہو گیا ہے''...... جوزف نے بھی سانس لیتے ہوئے کہا۔

''ویسے تمہارے اندر موجود خطرے کا احساس کرنے والا میٹر اگر خراب ہوتا تو شاید اب تک ہم سب کی لاشیں یہاں پڑی ہوتیں''۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر وہ برآمدے کی سیڑھیاں اتر کر آگے بڑھنے لگا۔ جوانا اور ٹائیگر بھی اسٹیشن ویگن کی اوٹ سے باہر آ گئے تھے۔

''یہ کون لوگ ہو سکتے ہیں باس''...... ٹائیگر نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''یہ خود بتائیں گے۔ جوزف اس اندر کودنے والے کو اٹھا کر اندر لے جاؤ اور جوانا۔ تم باقی چاروں کی بھی گردنیں توڑ دو''۔ عمران نے ہدایات دیتے ہوئے کہا تو تھوڑی دیر بعد اس کے حکم کی تعمیل کر دی گئی۔ عمران ایک بار پھر ٹائیگر اور جوانا کو باہر چھوڑ کر بڑے کمرے میں آیا تو وہاں اب زنجیروں میں جکڑے ہوئے تین افراد موجود تھے جبکہ مرفی کی لاش ایک طرف پڑی ہوئی تھی۔ اس کی گردن توڑ دی گئی تھی۔

''تم نے میری ہدایت پر عمل نہیں کیا تھا۔ میں نے تو کہا تھا کہ کنگ اور رچمنڈ کو زنجیروں سے کھول کر باہر لے آنا''...... عمران نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے جوزف سے کہا۔

''میں ایسا کرنے ہی لگا تھا کہ مجھے خطرہ محسوس ہونے لگا اور میں باہر آ گیا''...... جوزف نے بڑے سادہ سے لہجے میں جواب دیا تو عمران بے اختیار مسکرا دیا۔

''اس نئے آنے والے کو پہلے ہوش میں لے آؤ''...... عمران نے کہا۔

''لیکن باس۔ اس گیس کا اینٹی تو ہمارے پاس موجود نہیں ہے''...... جوزف نے کہا۔

''اس کا ناک اور منہ بند کردو۔ باہر کھلی فضا میں استعمال ہونے والی گیس کے اثرات کم عرصے کے لئے ہوتے ہیں''...... عمران نے کہا تو جوزف نے آگے بڑھ کر اس آدمی کا ناک اور منہ ایک ہاتھ سے ہی بند کر دیا۔ چند لمحوں بعد اس کے جسم میں حرکت کے تاثرات نمودار ہونے شروع ہو گئے تو جوزف نے ہاتھ ہٹایا اور پیچھے ہٹ کر عمران کے ساتھ کھڑا ہو گیا۔

''تمہارے پاس خنجر ہے''...... عمران نے پوچھا۔

''یس باس''...... جوزف نے کہا۔

''خنجر ہاتھ میں لے لو اور اس آدمی کے قریب کھڑے ہو جاؤ''...... عمران نے کہا تو جوزف آگے بڑھ گیا اور پھر وہ اس ہوش میں آتے ہوئے آدمی کے قریب کھڑا ہو گیا۔ اس کے ہاتھ میں اب خنجر نظر آ رہا تھا۔ چند لمحوں بعد اس آدمی نے کراہتے ہوئے آنکھیں کھول دیں اور پھر وہ سیدھا کھڑا ہو گیا۔ اب وہ حیرت سے ادھر ادھر دیکھ رہا تھا۔ پھر اس کی نظریں جیسے ہی رچمنڈ اور کنگ پر پڑیں تو اس نے بے اختیار اٹھنے کی کوشش کی۔

''کیا نام ہے تمہارا''...... عمران نے سرد لہجے میں کہا۔

''تم۔ تم کون ہو۔ یہ سب کیا ہے''...... اس آدمی نے عمران کے سوال کا جواب دینے کی بجائے الٹا سوال کر دیا۔

''اس کی ایک آنکھ نکال دو جوزف''...... عمران نے سرد لہجے میں کہا تو اس آدمی کے قریب کھڑے جوزف کا ہاتھ بجلی کی سی تیزی سے حرکت میں آیا تو کمرہ اس آدمی کے حلق سے نکلنے والی کربناک چیخ سے گونج اٹھا۔ جوزف نے انتہائی بے دردی سے خنجر کی نوک سے اس آدمی کی بائیں آنکھ کا ڈھیلا کاٹ کر باہر اچھال دیا تھا۔ اور وہ آدمی چیختا ہوا دائیں بائیں سر مار رہا تھا۔

''اب اگر جواب دینے کی بجائے سوال کیا تو دوسری آنکھ بھی نکال دی جائے گی۔ بولو۔ کیا نام ہے تمہارا''...... عمران نے غراتے ہوئے لہجے میں کہا۔

''مم۔ مم۔ میرا نام اروکا ہے۔ اروکا''...... اس آدمی نے رک رک کر جواب دیتے ہوئے کہا۔

''تم باہر کیوں رک گئے تھے۔ کس نے تمہیں ایسا کرنے کے لئے کہا تھا۔ بولو''...... عمران نے کہا۔

''چیف کنگ نے۔ ہم کنگ کے خصوصی گارڈز ہیں۔ جہاں بھی چیف کنگ جاتا ہے ہم وہاں باقاعدہ ریڈ کرتے ہیں تاکہ اگر چیف کسی مشکل میں پھنس جائے تو ہم اسے مشکل سے نکال سکیں۔ چیف یہاں پہلی بار آ رہا تھا اس لئے چیف نے ہمیں یہاں ریڈ کرنے کا کہہ دیا۔ ہم نے پہلے اس عمارت کے گرد چاروں طرف علاقے کو

چیک کیا۔ علاقہ صاف تھا اس لئے ہم نے چیف کو آنے کا اشارہ
دے دیا اور چیف جو یہاں سے دور رک گیا تھا یہاں آ گیا۔
چیف اندر چلا گیا تو ہم کچھ دیر باہر رک کر خفیہ طور پر اندر داخل
ہوئے تاکہ صورت حال کو درست انداز میں چیک کیا جائے
پھر اچانک ہم سب بے ہوش ہو گئے''..... اروکا نے تفصیلی
جواب دیتے ہوئے کہا۔

''کیا چیف کو یہاں خطرہ تھا جو اس نے اس قسم کے انتظامات
دیئے تھے''..... عمران نے قدرے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''ہاں۔ چیف اول تو ہیڈکوارٹر سے باہر نہیں آتا اور اگر آتا ہے
بے حد محتاط رہتا ہے''..... اروکا نے جواب دیا۔

''تم وہاں ہیڈکوارٹر میں رہتے ہو''..... عمران نے پوچھا۔

''ہاں''..... اروکا نے جواب دیا۔

''کہاں ہے ہیڈکوارٹر۔ سوچ کر جواب دینا۔ تمہارے ساتھ
حبشی کھڑا ہے اسے فوراً علم ہو جاتا ہے کہ تم نے جھوٹ بولا ہے
پلک جھپکنے سے پہلے ہی تمہاری دوسری آنکھ غائب ہو جائے گی اور
سمجھ سکتے ہو کہ تمہارے معاشرے میں اندھے آدمی کی کیا حیثیت
ہوتی ہے''..... عمران نے سرد لہجے میں کہا۔

''ہیڈکوارٹر ریڈ کراسنگ روڈ پر ہے۔ تین منزلہ عمارت ہے۔ اس
میں ریڈ کراسنگ کلب واقع ہے۔ اس کلب کے نیچے خفیہ تہہ خانہ
میں ہیڈکوارٹر ہے''..... اروکا نے جواب دیا تو عمران بے اختیار

کیونکہ اسے معلوم ہو گیا تھا کہ وہ دوسری آنکھ نکل جانے کے
ے سچ بول رہا ہے۔

''جوزف۔ اسے آف کر دو''..... عمران نے جوزف سے کہا تو
رے لمحے کمرہ اروکا کے حلق سے نکلنے والی گھٹی گھٹی چیخ سے گونج
جوزف نے بجلی کی سی تیزی سے اس کے سینے میں خنجر دستے
اتار دیا تھا۔

''اب اس کنگ کو ہوش میں لے آؤ''..... عمران نے کہا تو
نے آگے بڑھ کر کنگ کا ناک اور منہ دونوں ہاتھوں سے بند
یا۔ چند لمحوں بعد کنگ کے جسم میں حرکت کے تاثرات نمودار
روع ہو گئے تو جوزف پیچھے ہٹا اور مڑ کر اس نے اروکا کے
ں موجود خنجر کھینچا اور اسے اروکا کے لباس سے ہی صاف کیا
پھر خنجر ہاتھ میں پکڑے وہ کنگ کے قریب کھڑا ہو گیا۔

''باس۔ یہ گیس سے بے ہوش تھے۔ پھر یہ کس طرح اس انداز
ہوش میں آ جاتے ہیں''..... جوزف نے کہا۔

''یہ اندر تھے اس لئے دوسری بار گیس کے اثرات ان تک کم
ہوں گے اور پہلی گیس سے بے ہوش ہوئے انہیں کافی دیر ہو
ہے اس لئے''..... عمران نے جواب دیا تو جوزف نے اثبات
سر ہلا دیا۔ چند لمحوں بعد کنگ نے کراہتے ہوئے آنکھیں کھول
اور پھر وہ ایک جھٹکے سے سیدھا ہو گیا۔

''یہ۔ یہ کیا۔ کیا مطلب۔ اوہ۔ کیا ہے یہ سب''..... کنگ نے

ایسے لہجے میں کہا جیسے اسے اپنی پوزیشن پر یقین نہ آ رہا ہو۔

''تمہارا نام کنگ ہے۔ کنگ ..... اور تم ریڈ لائٹ کے اعلیٰ سربراہ ہو''...... عمران نے انتہائی سرد لہجے میں کہا۔

''ہاں۔ مگر۔ مگر کیا مطلب۔ یہ رچمنڈ اس حالت میں۔ اوہ۔ اوہ۔ اروکا بھی یہاں ہے۔ یہ سب کیا ہے''..... کنگ کی حالت واقعی یہ سب کچھ دیکھ کر مزید تباہ ہو رہی تھی۔

''تم نے اپنے تحفظ کے لئے طریقہ تو اچھا اختیار کیا ہے لیکن میرا ساتھی جوزف دور سے ہی خطرے کی بو سونگھ لیتا ہے اس لئے اروکا اور اس کے ساتھی مارے گئے اور تم اس حالت میں نظر آ رہے ہو''...... عمران نے کہا۔

''مگر۔ مگر رچمنڈ اور مرفی نے تو مجھے بتایا تھا کہ تم لوگ بے ہوش ہو اور زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہو۔ پھر تم کیسے آزاد ہو گئے''...... کنگ نے کہا۔ اس کے لہجے میں وہی پہلے جیسی حیرت تھی۔

''ان باتوں کو چھوڑو کنگ۔ یہ باتیں بعد میں ہوتی رہیں گی۔ پہلے یہ بتاؤ کہ جب رچمنڈ نے ہمیں بے ہوش کر دیا تھا تو پھر ہمیں یہاں کیوں لایا گیا اور تم ہم سے کیا معلوم کرنے کے لئے خود یہاں آئے ہو''...... عمران نے سرد لہجے میں کہا۔

''تم نے سٹیفن شوکارز کا حوالہ دیا تھا جس سے میں سمجھ گیا کہ تم غلط آدمی ہو کیونکہ سٹیفن شوکارز سے میری آج صبح کو بات ہوئی تھی۔ وہ ایری مونا جا رہا تھا اور اسے وہاں میری مدد کی ضرورت تھی

لیکن تم نے سٹیفن شوکارز کا حوالہ دیا تھا اس لئے میں نے مرفی کو کہہ دیا کہ وہ تمہیں رچمنڈ کے پاس لے جائے اور رچمنڈ کو میں نے کہہ دیا تھا کہ پہلے تم سے اصل بات ویسے ہی معلوم کرنے کی کوشش کی جائے لیکن اگر اس طرح نہ ہو سکے تو وہ تمہیں بے ہوش کر کے یہاں پہنچا دے پھر میں خود تم سے آ کر پوچھ گچھ کروں گا کیونکہ میں نہیں چاہتا تھا کہ سٹیفن شوکارز کا حوالہ دینے والے ویسے ہی مارے جائیں اس لئے جب مرفی اور رچمنڈ نے مجھے رپورٹ دی تو میں یہاں آ گیا''...... کنگ نے تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا۔

''بچوں کی آنکھوں کے بزنس کا انچارج کون ہے''...... عمران نے پوچھا۔

''یہ رچمنڈ کا سیکشن ہے۔ وہی اس کا انچارج ہے''...... کنگ نے جواب دیا۔

''تمہیں یہ بزنس شروع کرنے کا خیال کیسے آیا''...... عمران نے پوچھا۔

''یہ سب کچھ کاکاز کے لارڈ اوسلو کے حکم پر کیا گیا ہے۔ تمام انتظامات بھی انہوں نے خود ہی کئے ہیں۔ ہم تو صرف ان کے احکامات کی تعمیل کرتے ہیں''...... کنگ نے جواب دیا۔

''کیا لارڈ اوسلو ریڈ لائٹ کا سربراہ ہے''...... عمران نے پوچھا۔

''ہاں۔ اصل آدمی وہی ہے۔ ویسے عملی انچارج میں ہوں۔ وہ

سامنے نہیں آتا''...... کنگ نے جواب دیا۔

''وہ کہاں رہتا ہے''...... عمران نے پوچھا۔

''لارڈ اوسلو مینشن میں''...... کنگ نے جواب دیا اور پھر اس نے خود ہی اس بارے میں تمام تفصیل بتا دی۔

''جوزف۔ اب اس رچمنڈ کو ہوش میں لے آؤ''...... عمران نے کہا تو جوزف نے خنجر جیب میں ڈالا اور آگے بڑھ کر اس نے رچمنڈ کی ناک اور منہ دونوں ہاتھوں سے بند کر دیئے۔ کنگ ہونٹ بھینچے خاموش کھڑا تھا۔ چند لمحوں بعد جب رچمنڈ کے جسم میں حرکت کے تاثرات نمودار ہونے شروع ہو گئے تو جوزف نے ہاتھ ہٹائے اور رچمنڈ کی دوسری طرف کھڑا ہو گیا۔ چند لمحوں بعد رچمنڈ نے کراہتے ہوئے آنکھیں کھولیں اور سیدھا کھڑا ہو گیا۔

''آ۔ آ۔ آپ چیف۔ یہ۔ یہ سب۔ کیا مطلب۔ اوہ۔ اوہ۔ یہ کیسے آزاد ہو گئے۔ یہ تو بے ہوش تھے اور زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے''...... رچمنڈ نے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''تم پوری طرح ہوش میں آ گئے ہو اس لئے اب میرے سوالوں کے جواب اپنے چیف کنگ کی طرح صاف صاف دے دو۔ تم اروکا کی لاش دیکھ رہے ہو۔ اس کی ایک آنکھ غائب ہے اور اس کو ہلاک بھی کر دیا گیا ہے اس لئے کہ اس نے میرے سوالوں کے جواب نہیں دیئے تھے جبکہ تمہارے چیف کنگ نے درست جواب دیئے اس لئے اس کا جسم صحیح سلامت ہے اور وہ زندہ بھی

ہے''...... عمران نے سرد لہجے میں کہا۔

''تم۔ تم کون ہو اور کیا چاہتے ہو''...... رچمنڈ نے کہا۔

''جوزف۔ اس کی ایک آنکھ نکال دو''...... عمران نے سرد لہجے میں کہا، تو رچمنڈ کی دوسری طرف کھڑے جوزف کا ہاتھ بجلی کی سی تیزی سے گھوما اور کمرہ رچمنڈ کے حلق سے نکلنے والی چیخ سے گونج اٹھا۔ جوزف نے اروکا کی طرح رچمنڈ کی بھی ایک آنکھ کاٹ کر باہر اچھال دی تھی جبکہ کنگ ہونٹ بھینچے خاموش کھڑا تھا۔

''اب اگر تم نے سوال کیا تو تمہاری دوسری آنکھ بھی غائب کر دی جائے گی اور مجھے معلوم ہے کہ تمہارا چیف کنگ خود اپنے ہاتھوں سے تم جیسے اندھے کو گولی سے اڑا دے گا''...... عمران نے سرد لہجے میں کہا۔

''تم۔ تم''...... رچمنڈ نے انتہائی تکلیف آمیز لہجے میں کہا۔

''پاکیشیا میں تمہارا کون آدمی ہے جو بچوں کی آنکھیں تمہیں بھجواتا ہے''...... عمران نے انتہائی سرد لہجے میں کہا۔

''پپ۔ پپ۔ پاکیشیا سے۔ نہیں۔ پاکیشیا میں ہمارا کوئی آدمی نہیں ہے۔ ہمارا آدمی تو کافرستان میں ہے۔ پاکیشیا والے اسے مال بھجواتے ہیں اور وہ ہمیں بھجواتا ہے۔ اس کا نام سورما سنگھ ہے۔ وہ وہاں کا بڑا بحری اسمگلر ہے''...... رچمنڈ نے خود ہی تفصیل سے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''کہاں رہتا ہے وہ۔ اس کا پورا ایڈریس بتاؤ''...... عمران نے

کہا۔

''اس کا ہوٹل ہے۔ ریلیکس ہوٹل۔ وہیں ساحل کے قریب۔ لیکن وہ کسی کے سامنے نہیں آتا''...... رچمنڈ نے جواب دیا۔

''کس طرح وہ آنکھیں بھجواتا ہے''...... عمران نے پوچھا۔

''وہ خود چارٹرڈ طیارے پر آنکھیں لے کر یہاں آتا ہے اور یہاں وہ مخصوص ڈبے ایک خصوصی لاکر میں پہنچا دیتا ہے جہاں سے انہیں نکال لیا جاتا ہے''...... رچمنڈ نے کہا۔

''کیا یہ ڈبے لارڈ اوسلو براہ راست نکلواتا ہے''...... عمران نے کہا تو رچمنڈ نے کنگ کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

''بتا دو سب کچھ۔ میں تو ویسے ہی اس بزنس کے خلاف تھا مگر لارڈ صاحب کی ضد کی وجہ سے خاموش تھا''...... کنگ نے کہا۔

''لارڈ صاحب کو ہم فون پر اطلاع دے دیتے ہیں اور ان کے آدمی خود ہی وہاں سے ڈبے نکال لیتے ہیں''...... رچمنڈ نے جواب دیا۔

''جوزف۔ تمہارے پاس مشین پسٹل ہے یا نہیں''...... عمران نے اونچی آواز میں کہا۔

''نہیں باس''...... جوزف نے جواب دیا۔

''جاؤ اور باہر کسی ساتھی سے مشین گن لے آؤ اور ان دونوں کو اڑا دو''...... عمران نے کہا تو جوزف سر ہلاتا ہوا مڑا اور کمرے سے باہر چلا گیا۔

''تم مجھے چھوڑ دو۔ میرا وعدہ کہ ہم اس بزنس میں تمہیں شامل کر لیں گے''...... کنگ نے کہا۔

''میرا تعلق پاکیشیا سے ہے۔ سمجھے۔ اور تم لوگ معاف کر دینے کے قابل نہیں ہو۔ تم دولت کے لالچ میں کمینگی کی آخری حدود سے بھی آگے بڑھ چکے ہو''...... عمران نے سرد لہجے میں کہا۔ اسی لمحے جوزف اندر داخل ہوا تو اس کے ہاتھ میں مشین گن تھی۔

''ختم کر دو ان دونوں کو''...... عمران نے انتہائی نفرت بھرے لہجے میں کہا تو دوسرے ہی لمحے تڑتڑاہٹ کی تیز آوازوں کے ساتھ ہی کمرہ ان دونوں کی چیخوں سے گونج اٹھا۔ چند لمحوں بعد وہ دونوں ساکت ہو کر زنجیروں میں جھول رہے تھے۔ عمران اٹھا اور کمرے سے باہر آ گیا۔

''کیا ہوا باس''...... ٹائیگر نے قریب آتے ہوئے پوچھا۔

''اب ہم نے اس کنگ کے ہیڈکوارٹر کو اڑانا ہے اور پھر اس لارڈ اوسلو کا خاتمہ کرنا ہے''...... عمران نے خشک لہجے میں کہا۔

''یس باس''...... ٹائیگر نے عمران کے لہجے کی خشکی کو محسوس کرتے ہوئے قدرے سہمے ہوئے لہجے میں کہا۔

''آؤ۔ اب یہاں سے چلیں''...... عمران نے کہا اور پھر وہ اسٹیشن ویگن کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے کار لے جانے کا اس لئے نہ سوچا تھا کہ ہو سکتا ہے کہ کار پہچان لی جائے۔

آفس کے انداز میں سجے ہوئے کمرے میں میز کے پیچھے ایک ادھیڑ عمر آدمی بیٹھا ہوا تھا جس کی بڑی بڑی مونچھیں سائیڈوں پر تیروں کی طرح نکلی ہوئی تھیں۔ اس کے چہرے پر بے پناہ سختی اور خباثت موجود تھی۔ یہ سورما سنگھ تھا جو کافرستان کی بحری اسمگلنگ کا کنگ سمجھا جاتا تھا۔ وہ شراب کی بوتل ہاتھ میں پکڑے بیٹھا ہوا تھا جبکہ دو خوبصورت اور نوجوان لڑکیاں اس کی کرسی کے دونوں بازوؤں پر بیٹھیں اس سے اس طرح بار بار لپٹ رہی تھیں جیسے لوہا مقناطیس سے چمٹ جاتا ہے کہ میز پر پڑے ہوئے فون کی گھنٹی بج اٹھی تو ایک لڑکی نے کرسی کے بازو سے اٹھ کر میز پر پڑے ہوئے فون کا رسیور اٹھا لیا۔

''یس۔ لوسی بول رہی ہوں''...... اس لڑکی نے بڑے لاڈ بھرے لہجے میں کہا۔

''باس سے بات کراؤ لوسی۔ میں رانا سنگھ بول رہا ہوں''۔ دوسری طرف سے ایک مردانہ آواز سنائی دی۔ لوسی جانتی تھی کہ رانا سنگھ، سورما سنگھ کے تمام کاروبار کا عملی طور پر انچارج ہے۔

''رانا سنگھ کا فون ہے''...... لوسی نے رسیور سورما سنگھ کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

''کیا بات ہے رانا۔ کیوں اس وقت فون کیا ہے''...... سورما سنگھ نے قدرے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔

''باس۔ پاکیشیا سے آنکھوں کی سپلائی مکمل طور پر بند ہو چکی ہے اس لئے مطلوبہ تعداد پوری نہیں ہو رہی اور اگر مزید دیر ہو گئی تو جو کچھ موجود ہے وہ بھی ضائع ہو جائے گا اس لئے آپ پاکیشیا بات کریں تاکہ سپلائی مکمل ہو تو رامانیہ بھجوائی جا سکے''...... رانا سنگھ نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

''اچھا۔ میں بات کرتا ہوں''...... سورما سنگھ نے کہا اور پھر ہاتھ بڑھا کر اس نے خود ہی کریڈل دبایا اور پھر ٹون آنے پر اس نے تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

''فیشن کلب''...... ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

''سلامت سے بات کراؤ میں سورما سنگھ بول رہا ہوں''۔ سورما سنگھ نے کہا۔

''ہولڈ کریں''...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

''ہیلو۔ سلامت بول رہا ہوں''...... چند لمحوں بعد ایک بھاری سی

آواز سنائی دی۔

''سورما سنگھ بول رہا ہوں۔ پاکیشیا سے تمہاری طرف سے اس ماہ سپلائی نہیں آ رہی۔ کیوں''...... سورما سنگھ نے سخت لہجے میں کہا۔

''میں نے تمہیں اطلاع تو دے دی تھی کہ یہاں اس کاروبار کے خلاف انٹیلی جنس اور سپیشل پولیس کام کر رہی ہے۔ ہمارے سپلائی کرنے والے دو سپیشل گروپ ہلاک کر دیئے گئے ہیں اس لئے چیف باس نے اس کام کو کلوز کر دیا ہے۔ اب جب تک معاملات درست نہیں ہو جاتے ہماری طرف سے کوئی سپلائی نہیں آئے گی''۔ سلامت نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''تو کیا تمہارا نیٹ ورک اتنا کمزور ہے کہ پولیس اور انٹیلی جنس کو بھی نہیں سنبھال سکتا''...... سورما سنگھ نے غصیلے لہجے میں کہا۔

''میں مزید کچھ نہیں کہنا چاہتا''...... دوسری طرف سے سلامت نے جھٹکے دار لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔

''ہونہہ۔ نانسنس۔ بین الاقوامی سطح پر کام کرتے ہیں اور پولیس اور انٹیلی جنس کو نہیں سنبھال سکتے''...... سورما سنگھ نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ایک بار پھر کریڈل دبا دیا اور پھر ٹون آنے پر اس نے دوبارہ نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

''فیوگر کلب''...... رابطہ قائم ہوتے ہی ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

''کافرستان سے سورما سنگھ بول رہا ہوں۔ فیوگر سے بات

کراؤ''...... سورما سنگھ نے تیز لہجے میں کہا۔

''ہولڈ کریں''...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

''ہیلو۔ فیوگر بول رہا ہوں''...... چند لمحوں بعد ایک کرخت سی آواز سنائی دی۔

''سورما سنگھ بول رہا ہوں کافرستان سے''...... سورما سنگھ نے کہا۔

''اوہ تم۔ کیوں کال کی ہے''...... دوسری طرف سے چونک کر کہا گیا۔

''سپلائی کے دن قریب آ گئے ہیں لیکن پاکیشیا سے سپلائی آنا بند ہو گئی ہے اور ابھی وہاں سے سپلائی آنے کی کوئی توقع بھی نہیں ہے تو پھر ایسا ہے کہ جو سپلائی موجود ہے وہ میں لے آتا ہوں ورنہ زیادہ دن گزرنے کے بعد وہ خراب ہو جائے گی''...... سورما سنگھ نے کہا۔

''سوری سورما سنگھ۔ اب کسی سپلائی کی ضرورت نہیں ہے۔ جو سپلائی موجود ہے اسے ضائع کر دو یا اپنے طور پر وہاں کام کر سکو تو کر لو۔ ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے''...... دوسری طرف سے سرد لہجے میں کہا گیا تو سورما سنگھ بے اختیار اچھل پڑا۔

''کیا۔ کیا کہہ رہے ہو۔ کیا مطلب''...... سورما سنگھ نے حلق کے بل چیختے ہوئے کہا۔

''چیخو مت۔ میں ایسا لہجہ سننے کا عادی نہیں ہوں''...... دوسری

طرف سے یکلخت غراتے ہوئے کہا گیا۔

''میں تو حیرت کی شدت سے چیخ رہا ہوں۔ کیا ہوا ہے''۔ اس بار سورما سنگھ نے نرم لہجے میں کہا کیونکہ اسے معلوم تھا کہ فیوگر ایک بہت بڑے گروپ کا ہیڈ ہے اور یہ گروپ پورے یورپ میں پھیلا ہوا ہے جبکہ وہ خود صرف کافرستان تک ہی محدود تھا۔

''اس بزنس کو مجبوراً کلوز کرنا پڑا ہے کیونکہ یہ بزنس ریڈ لائٹ کلب کے ذریعے کیا جاتا تھا اور سپلائی ریڈ لائٹ کلب کے سپر چیف اور ایک اور تنظیم کاکاز کے سربراہ اور رامانیہ کے سب سے بڑے آدمی لارڈ اوسلو کو ہوتی تھی جن کا نیٹ ورک پوری دنیا میں پھیلا ہوا تھا اور بچوں کی آنکھیں پوری دنیا میں انتہائی گراں قدر قیمت پر فروخت کی جاتی تھیں لیکن اچانک یہاں طوفان آ گیا ہے۔ ریڈ لائٹ کلب کا فادر مرفی آئی بزنس کے سیکشن انچارج رچمنڈ اور ریڈ لائٹ کے چیف باس کنگ کو ہلاک کر دیا گیا ہے۔ کنگ کا ہیڈکوارٹر میزائلوں سے اڑا دیا گیا ہے اور ریڈ لائٹ کلب کا بھی یہی حشر ہوا ہے اور لارڈ اوسلو کا مینشن بھی میزائلوں سے مکمل طور پر تباہ کر دیا گیا ہے وہاں سے لارڈ اوسلو کی لاش ملی ہے۔ اسے گولیوں سے چھلنی کر دیا گیا ہے۔ بے شمار افراد ہلاک ہوئے ہیں اور سب کچھ ختم ہو گیا ہے۔ میں تو درمیانی آدمی تھا۔ میرا کام صرف اتنا تھا کہ تم سے سپلائی لے کر رچمنڈ تک پہنچاتا تھا اور رچمنڈ سے یہ سپلائی کاکاز تک پہنچا دی جاتی تھی اور اس طرح ایک مکمل نیٹ ورک کام کر

رہا تھا لیکن اب یہ نیٹ ورک ختم ہو گیا ہے اور اب میرا اس بزنس سے کوئی تعلق نہیں رہا اس لئے میں نے براعظم افریقہ میں بھی تمام سپلائر کو کہہ دیا ہے کہ وہ اب مجھے سپلائی نہ بھیجیں اور میں تمہیں بھی کال کرنے ہی والا تھا کہ تم نے خود کال کر لیا ہے اس لئے اب تم جانو اور سپلائی جانے۔ گڈ بائی''...... فیوگر نے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو سورما سنگھ کا چہرہ لٹک سا گیا اور اس نے ڈھیلے ہاتھوں سے رسیور رکھ دیا۔

''کیا ہوا باس''...... لوسی نے کہا۔

''کمائی کا ایک بہت بڑا ذریعہ بند ہو گیا ہے۔ ٹھیک ہے۔ اب میں خود کوشش کروں گا۔ رانا سنگھ سے میری بات کراؤ''...... سورما سنگھ نے بے اختیار ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا تو لوسی نے جلدی سے رسیور اٹھایا اور تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

''یس''...... دوسری طرف سے رانا سنگھ کی آواز سنائی دی۔

''لوسی بول رہی ہوں۔ چیف باس سے بات کر لو''...... لوسی نے کہا اور رسیور سورما سنگھ کی طرف بڑھا دیا۔

''ہیلو رانا سنگھ''...... سورما سنگھ نے کہا۔

''یس باس''...... رانا سنگھ نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

''جتنی سپلائی موجود ہے اسے ضائع کر دو اور تمام سپلائی سنٹرز کو کہہ دو کہ تاحکم ثانی سپلائی بند کر دیں''...... سورما سنگھ نے کہا۔

''کیا۔ کیا کہہ رہے ہیں باس آپ۔ کیا مطلب''...... رانا سنگھ نے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا تو سورما سنگھ نے اسے فیگر سے معلوم ہونے والی تفصیل بتا دی۔

''یس باس۔ اس کا مطلب ہے کہ یہ بہت بڑا سیٹ اپ ختم ہو گیا''...... رانا سنگھ نے طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

''ہاں۔ فی الحال تو بند ہو گیا ہے کیونکہ ہمارے پاس تو ایسے کوئی ذرائع نہیں ہیں کہ ہم سپلائی کو آگے فروخت کر سکیں۔ اس لئے ختم کر دو سب کچھ۔ جو ہو گیا سو ہو گیا''...... سورما سنگھ نے کہا۔

''باس۔ یہ سب کارروائی رامانیہ میں کس نے کی ہو گی''...... رانا سنگھ نے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''کسی نے بھی کی ہے ہمارا تو بہرحال راستہ رک گیا ہے''۔ سورما سنگھ نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے رسیور رکھ دیا۔

''تم دونوں جاؤ''...... سورما سنگھ نے لوسی اور دوسری لڑکی سے کہا تو وہ دونوں تیزی سے کمرے کے عقبی دروازے میں غائب ہو گئیں۔ سورما سنگھ کچھ دیر خاموش بیٹھا رہا۔ پھر اس نے رسیور اٹھایا اور تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

''ٹاپ ہلز کلب''...... رابطہ قائم ہوتے ہی ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

''کافرستان سے سورما سنگھ بول رہا ہوں۔ جیری سے بات کراؤ''...... سورما سنگھ نے کہا۔

''ہولڈ کریں''...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

''ہیلو۔ جیری بول رہا ہوں''...... چند لمحوں بعد ایک اور مردانہ آواز سنائی دی۔

''سورما سنگھ بول رہا ہوں کافرستان سے''...... سورما سنگھ نے کہا۔

''اوہ تم۔ آج کیسے فون کیا ہے۔ کوئی پرابلم تو نہیں ہے بزنس میں''...... جیری نے ہنستے ہوئے کہا۔

''میرا ایک بزنس تھا ریڈ لائٹ کلب سے۔ وہ اچانک بند ہو گیا ہے اور مجھے معلوم ہوا کہ ریڈ لائٹ کلب کے مرفی، رچمنڈ اور کنگ کو ہلاک کر دیا گیا ہے اور کاکاز کے چیف لارڈ اوسلو کو بھی ہلاک کر دیا گیا ہے۔ میں نے سوچا تمہیں بہرحال معلوم ہو گا اس لئے تم سے پوچھ لوں کہ اچانک یہ سب کیا ہوا ہے اور کس نے کیا ہے''۔ سورما سنگھ نے کہا۔

''پاکیشیا سیکرٹ سروس کے لئے کام کرنے والے ایک آدمی علی عمران کو جانتے ہو''...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

''نہیں۔ یہ تو میں نام ہی پہلی بار سن رہا ہوں۔ کیا تمہارا مطلب ہے کہ یہ کارروائی پاکیشیا کی طرف سے ہوئی ہے''...... سورما سنگھ نے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''ہاں۔ یہ عمران دنیا کا سب سے خطرناک ترین سیکرٹ ایجنٹ سمجھا جاتا ہے۔ اسے ریڈ لائٹ کے کسی ایسے بزنس کا علم ہوا جو اس

کے نزدیک انتہائی ظالمانہ اور غیر انسانی تھا۔ چنانچہ وہ پاکیشیا سے اپنے ساتھیوں سمیت یہاں پہنچا اور پھر رچمنڈ، مرفی اور کنگ اور پھر لارڈ اوسلو سب ختم ہو گئے۔ ریڈ لائٹ کا ہیڈکوارٹر، کلب، سیکشنز، سب میزائلوں سے اڑا دیئے گئے۔ لارڈ اوسلو کا کاکاز کا ہیڈکوارٹر بموں سے اڑا دیا گیا۔ لارڈ اوسلو کی رہائش گاہ کو میزائلوں سے تباہ کر دیا گیا ہے اور لارڈ اوسلو کو مشین گنوں کی گولیوں سے اس طرح چھلنی کر دیا گیا ہے کہ اس کے جسم کے ایک ایک عضو پر گولیاں ماری گئی ہیں''...... جیری نے کہا تو سورما سنگھ کی آنکھیں حیرت سے پھیلتی چلی گئیں۔

''کیا یہ سب لوگ اس قدر کمزور تھے کہ چند افراد نے ان کا حشر نشر کر کے رکھ دیا''...... سورما سنگھ نے حیرت بھرے لہجے میں کہا تو دوسری طرف سے جیری بے اختیار ہنس پڑا۔

''تم عمران کو جانتے ہی نہیں اس لئے یہ باتیں کر رہے ہو اور سنو۔ اگر تمہارا بزنس ریڈ لائٹ کلب سے ہے جسے عمران نے ظالمانہ کہا ہے تو پھر تم فوری طور پر یہ بزنس بند کر دو ورنہ تمہارا بھی سارا سیٹ اپ تنکوں کی طرح بکھیر دیا جائے گا''...... جیری نے کہا۔

''ارے نہیں۔ میرا کسی ظالمانہ بزنس سے کیا تعلق۔ تمہیں معلوم تو ہے کہ میں بحری اسمگلنگ کرتا ہوں اور ریڈ لائٹ کلب والے میرے ذریعے بزنس کرتے تھے اس لئے کہہ رہا ہوں لیکن تمہیں یہ سب کچھ اتنی تفصیل سے کیسے معلوم ہے''...... سورما سنگھ نے کہا۔

''عمران میرا دوست ہے۔ میں کسی وقت ایکریمیا کی ایک سرکاری ایجنسی میں کام کرتا تھا۔ پھر میں اسے چھوڑ کر یہاں رامانیہ میں کلب بزنس میں آ گیا۔ عمران اپنے ساتھیوں سمیت مجھ سے ملنے آیا تھا۔ اس نے یہ سب تفصیل مجھے بتائی ہے''...... جیری نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ شکریہ''...... سورما سنگھ نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔ جیری کی باتیں سن کر اسے احساس ہو گیا تھا کہ معاملات بہت اونچی سطح کے ہیں اس لئے اسے اس سلسلے میں خاموش ہی رہنا چاہئے۔

صدیقی اپنے ساتھیوں نعمانی، چوہان اور خاور کے ساتھ فور سٹارز کے ہیڈکوارٹر کے سٹنگ روم میں موجود تھا۔

''یہ مشن تو کسی صورت آگے بڑھ ہی نہیں رہا صدیقی''۔ نعمانی نے کہا۔

''اب کیا کریں۔ جہاں پہنچتے ہیں آگے راستہ بند ہوتا ہے۔ ویسے ایک بات ہے۔ ان لوگوں نے بڑا سخت جال بچھایا ہوا ہے''...... صدیقی نے کہا اور پھر اس سے پہلے کہ مزید آگے بات ہوتی کال بیل کی آواز سنائی دی تو وہ سب بے اختیار چونک پڑے۔

''میں دیکھتا ہوں کون ہے''...... نعمانی نے اٹھتے ہوئے کہا۔

''خیال رکھنا''...... صدیقی نے کہا تو نعمانی سر ہلاتا ہوا کمرے سے باہر چلا گیا۔ چند لمحوں بعد کار کی اندر آتی ہوئی آواز سنائی دی۔

''اوہ۔ یہ عمران صاحب کی سپورٹس کار کی مخصوص آواز ہے''۔ صدیقی نے اٹھتے ہوئے کہا تو باقی ساتھیوں نے بھی اثبات میں سر ہلا دیئے۔

''السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ یا اہل آسمان''...... سٹنگ روم میں داخل ہوتے ہی عمران نے کہا۔

''اہل آسمان۔ کیا مطلب ہوا عمران صاحب''...... صدیقی نے سلام کا جواب دیتے ہوئے کہا۔

''سٹارز تو آسمان پر ہی جگمگاتے ہیں''...... عمران نے کہا تو صدیقی سمیت سب بے اختیار ہنس پڑے۔ نعمانی بھی عمران کے پیچھے اندر آ گیا تھا۔

''عمران صاحب۔ آپ تو جوزف اور جوانا کے ساتھ رامانیہ گئے ہوئے تھے۔ کب واپسی ہوئی ہے''...... صدیقی نے پوچھا۔

''آج صبح واپس آیا ہوں۔ تم سناؤ۔ ان بچوں کے سلسلے میں کیا پیش رفت ہوئی ہے''...... عمران نے پوچھا تو صدیقی نے کرمو دادا کے بارے میں تفصیل بتا دی۔

''اس ڈاکٹر لیاقت کی کوٹھی پر چھاپہ مارا گیا۔ ڈاکٹر لیاقت کا بھی وہی طریقہ تھا کہ بچوں کی آنکھیں نکال کر مخصوص ڈبوں میں محلول میں رکھ کر وہ مخصوص لاکر میں رکھ دیتا تھا اور پھر لاکر سے یہ ڈبے پراسرار طور پر نکال لئے جاتے تھے اور اسے بھاری رقم لاکر میں پڑی مل جاتی تھی۔ اس سے زیادہ وہ نہیں جانتا تھا اس لئے میں نے

اسے اور اس کی کوٹھی کے تمام ملازموں کو جو اس کے ساتھ مل کر یہ غیر انسانی کام کرتے تھے ہلاک کر دیا لیکن ہم پھر وہیں پہنچ گئے جہاں سے چلے تھے۔ میں نے آپ کے فلیٹ فون کیا تھا تاکہ آپ سے مشورہ کیا جا سکے کہ مین آدمی تک کیسے پہنچا جائے لیکن سلیمان نے بتایا کہ آپ جوزف اور جوانا کے ساتھ اچانک رامانیہ چلے گئے ہیں''...... صدیقی نے کہا۔

''ہاں۔ میں نے مین آدمی تک پہنچنے کے لئے دوسرا طریقہ استعمال کیا کہ جہاں یہ آنکھیں بھیجی جاتی ہیں وہاں سے معلوم کیا جائے''...... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''اوہ۔ پھر کیا معلوم ہوا''...... صدیقی نے چونک کر اور حیرت بھرے لہجے میں کہا تو عمران نے ریڈ لائٹ کلب اور لارڈ اوسلو کے سلسلے میں ساری تفصیل بتا دی۔

''اس کا مطلب ہے کہ آپ نے اس سارے سیٹ اپ کو ہی جڑ سے اکھاڑ پھینکا ہے تاکہ یہ کام آگے نہ بڑھ سکے۔ ویری گڈ''۔ صدیقی نے کہا۔

''ان کا خاتمہ ضروری تھا ورنہ چند افراد کے ہلاک ہونے سے یہ ظالمانہ بزنس بند نہیں ہو سکتا تھا۔ اب یہ خودبخود بند ہو جائے گا کیونکہ آگے اس کی کھپت نہیں ہو گی''...... عمران نے کہا تو صدیقی سمیت سب نے اثبات میں سر ہلا دیئے۔

''لیکن اصل مسئلہ یہ ہے کہ یہاں جو آدمی اس پورے نیٹ

ورک کے پیچھے ہے اس کا پتہ چلنا چاہئے''...... عمران نے کہا۔

''ہاں۔ لیکن کیا کریں کوئی کلیو ہی نہیں ملتا''...... صدیقی نے کہا تو عمران نے سامنے میز پر پڑے ہوئے فون کا رسیور اٹھایا اور تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔ آخر میں اس نے لاؤڈر کا بٹن بھی پریس کر دیا۔

''ناٹران بول رہا ہوں''...... چند لمحوں بعد ناٹران کی آواز سنائی دی تو صدیقی سمیت سب چونک پڑے کیونکہ انہیں معلوم تھا کہ ناٹران کافرستان میں چیف کا خصوصی ایجنٹ ہے۔

''علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) بول رہا ہوں''۔ عمران نے اپنے مخصوص لہجے میں کہا۔

''اوہ۔ عمران صاحب آپ''...... دوسری طرف سے ناٹران نے چونک کر کہا۔

''چیف نے تمہیں سورما سنگھ کے بارے میں کوئی حکم دیا تھا''۔ عمران نے پوچھا۔

''سورما سنگھ۔ نہیں۔ کیوں۔ کون ہے یہ''...... دوسری طرف سے کہا گیا تو عمران نے بے اختیار ایک طویل سانس لیا۔

''یہ کافرستان کی بحری اسمگلنگ کا کنگ کہلاتا ہے اور اس کا مین اڈا ساحل کے پاس ایک ہوٹل ریلیکس ہے''...... عمران نے کہا۔

''اوہ اچھا۔ لیکن مسئلہ کیا ہے''...... ناٹران نے پوچھا۔

''یہ سورما سنگھ ایک انتہائی ظالمانہ جرم میں ملوث ہے''...... عمران

نے کہا اور پھر اس نے بچوں کی آنکھیں نکالنے اور بچوں کو ہلاک کرنے کے بارے میں تفصیل بتا دی۔

''اوہ۔ اوہ۔ ویری بیڈ۔ اس حد تک گر گئے ہیں یہ لوگ''۔ ناٹران نے انتہائی افسوس بھرے لہجے میں کہا۔

''میں اس سلسلے میں جوزف، جوانا اور ٹائیگر کے ساتھ رامانیہ گیا تھا کیونکہ اس سارے بزنس کا مین گڑھ وہی تھا۔ وہاں میں نے ان سارے لوگوں کا خاتمہ کر دیا ہے جو اس بزنس سے متعلق تھے۔ ان کے اڈے اور ہیڈکوارٹر سب تباہ کر دیئے گئے ہیں۔ وہیں سے مجھے پتہ چلا ہے کہ ایشیا کے چند ممالک جن میں پاکیشیا بھی شامل ہے، سے بچوں کی آنکھیں اس سورما سنگھ کو پہنچائی جاتی ہیں اور پھر سورما سنگھ چارٹرڈ طیارے سے انہیں لے کر رامانیہ پہنچاتا ہے۔ اس اطلاع پر میں نے چیف سے درخواست کی تھی کہ وہ تمہیں کہہ کر اس سورما سنگھ سے معلومات کرائے کہ پاکیشیا سے بچوں کی آنکھیں اسے کون بھجواتا ہے تاکہ یہاں کا اصل آدمی سامنے آ سکے''...... عمران نے کہا۔

''میں معلوم کرتا ہوں''...... ناٹران نے کہا۔

''کتنا وقت لو گے اس کام میں''...... عمران نے پوچھا۔

''اس سورما سنگھ کو گھیرنا پڑے گا۔ پھر اسے اغوا کر کے کسی اڈے پر لے جانا ہوگا تب ہی معلوم ہوگا''...... ناٹران نے کہا۔

''یہ لوگ انسان نہیں ہیں ناٹران۔ خونی درندوں سے بھی بدتر

ہیں۔ کسی سوچ بچار اور پلاننگ کی ضرورت نہیں ہے۔ اپنے ساتھیوں سمیت فل ریڈ کرو اور جو بھی نظر آئے اسے گولیوں سے اڑا دو اور اس سورما سنگھ کی گردن دبا کر اس سے سب کچھ معلوم کرو اور اس کے پورے ہوٹل کو بھی میزائلوں سے اڑا دو''...... عمران نے انتہائی جارحانہ لہجے میں کہا۔

''ٹھیک ہے۔ آپ کس نمبر سے بول رہے ہیں''...... ناٹران نے پوچھا۔

''میں فورسٹارز کے ہیڈکوارٹر سے بول رہا ہوں''...... عمران نے کہا اور ساتھ ہی یہاں کا فون نمبر بتا دیا۔

''میں دو گھنٹوں کے اندر اندر آپ کو یہاں فون کرتا ہوں عمران صاحب۔ آپ واقعی درست کہہ رہے ہیں۔ ایسے لوگوں کا وجود اس دنیا پر بوجھ ہے''...... ناٹران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو عمران نے کریڈل دبایا اور ٹون آنے پر نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔ اس کے چہرے پر سختی کے تاثرات ابھر آئے تھے۔

''ایکسٹو''...... رابطہ قائم ہوتے ہی دوسری طرف سے چیف کی آواز سنائی دی تو ایک بار پھر صدیقی اور اس کے ساتھی چونک پڑے۔

''علی عمران بول رہا ہوں جناب۔ میں نے رامانیہ سے آپ سے درخواست کی تھی کہ آپ ناٹران کو حکم دے دیں کہ وہ سورما سنگھ کو ٹریس کر کے اس سے بچوں کی ہلاکت کے سلسلے میں اصل آدمی

کے بارے میں معلوم کرے۔ اب میں نے ناٹران کو فون کیا تو آپ نے اسے حکم ہی نہیں دیا تھا“...... عمران نے قدرے سخت لہجے میں کہا۔

”یہ کیس سیکرٹ سروس کا نہیں ہے کہ میں ناٹران کو حکم دوں۔ یہ اصول کے خلاف ہے۔ تم اپنے طور پر اس سے بات کرو“۔ دوسری طرف سے انتہائی سخت لہجے میں کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہوگیا تو عمران نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے رسیور رکھ دیا۔

”یہ اصول بھی بعض اوقات مسئلہ بن جاتے ہیں“...... عمران نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”چیف درست کہہ رہے ہیں عمران صاحب۔ وہ اصولوں پر کام کرتے ہیں۔ اس جرم کی سنگینی اپنی جگہ لیکن بہرحال یہ سیکرٹ سروس کا کیس نہیں ہے“...... صدیقی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”سیکرٹ سروس کا نہ سہی فور سٹارز کا کیس تو ہے“...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”فور سٹارز کا دائرہ پاکیشیا تک محدود ہے“...... صدیقی نے کہا تو عمران بے اختیار ہنس پڑا۔ پھر تقریباً دو گھنٹے بعد فون کی گھنٹی بج اٹھی تو صدیقی نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

”یس“...... صدیقی نے کہا۔

”میں کافرستان سے ناٹران بول رہا ہوں۔ یہاں علی عمران صاحب ہوں گے“...... دوسری طرف سے ناٹران کی آواز سنائی دی

تو صدیقی نے رسیور عمران کی طرف بڑھا دیا۔

”یس۔ علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) بول رہا ہوں“...... عمران نے اپنے مخصوص لہجے میں کہا۔

”عمران صاحب۔ آپ کے حکم کی تعمیل ہو گئی ہے۔ اتفاق سے سورما سنگھ اور اس کا اسسٹنٹ رانا سنگھ دونوں ہی ریلیکس ہوٹل میں مل گئے اور ہم نے آپ کے حکم کے مطابق ہوٹل میں فل آپریشن کیا۔ کم از کم ساٹھ کے قریب آدمی ہلاک ہو گئے ہیں۔ اس سورما سنگھ اور رانا سنگھ کو اغوا کر کے ہم نے اس پورے ہوٹل کو میزائلوں سے اڑا دیا ہے اور رانا سنگھ کو معلوم ہے کہ اسے بچوں کی آنکھیں پاکیشیا سے ایک آدمی سلامت بھجواتا ہے۔ سلامت فیشن کلب کا مالک اور جنرل منیجر ہے لیکن سورما سنگھ نے بتایا ہے کہ یہ سلامت بھی درمیانی آدمی ہے۔ وہاں کا اصل آدمی کوئی اور ہے جسے سلامت چیف باس کہتا ہے اور پھر سورما سنگھ نے بتایا کہ اس نے سلامت سے بات کی تو سلامت نے بتایا کہ پاکیشیا میں پولیس اور انٹیلی جنس اس کاروبار کے خلاف حرکت میں آ گئی ہیں اور تقریباً تمام سپلائرز ہلاک کر دیئے گئے ہیں اس لئے فی الحال کاروبار بند کر دیا گیا ہے“...... ناٹران نے کہا۔

”اوکے۔ ٹھیک ہے۔ شکریہ“...... عمران نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔

”یہ فیشن کلب کہاں ہے۔ یہ نام تو میں سن ہی پہلی بار رہا ہوں“۔

صدیقی نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''پاکیشیا میں نجانے کتنے کلب ہیں۔ ہر بار نیا نام سامنے آ جاتا ہے۔ بہرحال ٹرانسمیٹر لے آؤ میں ٹائیگر سے معلوم کرتا ہوں''۔ عمران نے کہا تو صدیقی نے اٹھ کر ایک الماری سے لانگ رینج ٹرانسمیٹر نکال کر عمران کے سامنے رکھ دیا۔ عمران نے اس پر ٹائیگر کی فریکونسی ایڈجسٹ کی اور پھر اس کا بٹن آن کر دیا۔

''ہیلو۔ ہیلو۔ علی عمران کالنگ۔ اوور''...... عمران نے بار بار کال دیتے ہوئے کہا۔

''یس باس۔ ٹائیگر بول رہا ہوں۔ اوور''...... چند لمحوں بعد ٹائیگر کی آواز سنائی دی۔

''ٹائیگر۔ فیشن کلب کے بارے میں تمہیں معلوم ہے جس کا مالک اور جنرل مینجر سلامت نامی آدمی ہے۔ اوور''...... عمران نے کہا۔

''یس باس۔ ارسلان روڈ پر ایک چھوٹا سا کلب ہے۔ ایک پرائیویٹ کوٹھی میں بنا ہوا ہے اور اونچے طبقے کا کلب ہے۔ اوور''۔ ٹائیگر نے کہا۔

''تم وہاں پہنچو۔ فورسٹارز وہاں پہنچ رہے ہیں۔ تم نے ان کے ساتھ مل کر آپریشن کرنا ہے اور اس سلامت کو ہر صورت میں اغوا کر کے فورسٹارز کے ہیڈکوارٹر پہنچانا ہے۔ اوور''...... عمران نے کہا۔

''یس باس۔ میں پہنچ رہا ہوں۔ اوور''...... دوسری طرف سے کہا

گیا تو عمران نے اوور اینڈ آل کہہ کر ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔

''آپ نے اپنی بات نہیں کی عمران صاحب''...... صدیقی نے قدرے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''میں تو فور سٹارز میں شامل ہی نہیں ہوں''...... عمران نے جواب دیا تو سب بے اختیار ہنس پڑے۔

''آپ تو سپر سٹار ہیں عمران صاحب''...... صدیقی نے اٹھتے ہوئے کہا۔

''ارے نہیں۔ بے چارہ جوکر کہاں سپر سٹار بن سکتا ہے۔ بہرحال تم جا کر اس سلامت کو اٹھا لاؤ یا اگر اس کا یہاں لانا مشکل ہو تو وہیں اس سے اصل آدمی کے بارے میں معلوم کر لینا تا کہ اس نیٹ ورک کا خاتمہ کیا جا سکے۔ میں اپنے فلیٹ پر جا رہا ہوں۔ ضرورت پڑے تو مجھے کال کر لینا''...... عمران نے اٹھتے ہوئے کہا تو سب نے اثبات میں سر ہلا دیئے۔

سیٹھ اکمل اپنے آفس میں موجود تھا کہ فون کی گھنٹی بج اٹھی اور اس نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

''یس۔ سیٹھ اکمل بول رہا ہوں'' ...... سیٹھ اکمل نے کہا۔

''اعظم بول رہا ہوں جناب۔ فیشن کلب سے'' ...... دوسری طرف سے ایک مؤدبانہ آواز سنائی دی۔

''تم نے کیوں کال کی ہے۔ سلامت کہاں ہے'' ...... سیٹھ اکمل نے کہا۔

''جناب۔ یہی تو بتانے کے لئے کال کی ہے۔ باس سلامت کو ان کے آفس میں ہلاک کر دیا گیا ہے'' ...... دوسری طرف سے کہا گیا تو سیٹھ اکمل بے اختیار اچھل پڑا۔

''کیوں۔ کس نے ایسا کیا ہے۔ وجہ'' ...... سیٹھ اکمل نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''ایک گھنٹہ پہلے کلب میں پانچ افراد داخل ہوئے۔ ان میں سے

ایک یہاں کا بڑا بدمعاش ٹائیگر بھی شامل تھا۔ انہوں نے باس سلامت سے ملنے کی بات کی تو کاؤنٹر پر موجود شخص نے باس سلامت کو فون کیا تو انہوں نے ٹائیگر کا نام سن کر اجازت دے دی اور وہ پانچوں ان کے آفس میں چلے گئے۔ پھر تقریباً چالیس منٹ بعد وہ سب واپس ہال میں آئے اور باہر چلے گئے۔ میں نے کچھ دیر بعد باس سے ایک ضروری انفارمیشن لینے کے لئے انہیں فون کیا تو فون اٹنڈ نہ کیا گیا جس پر میں پریشان ہوا اور میں خود وہاں گیا تو باس کی لاش آفس میں پڑی ہوئی تھی۔ ان کے آفس کے باہر موجود مسلح گارڈ کی لاش بھی آفس میں پڑی تھی۔ باس سلامت کی ایک آنکھ غائب تھی اور ان کے چہرے پر بھی شدید تشدد کے نشانات تھے۔ میں نے فوری طور پر آفس میں موجود خفیہ کیمرے کی فلم چیک کی تو معلوم ہوا کہ ان پانچوں نے باس سلامت سے بچوں کی ہلاکت کے سلسلے میں بات کی اور باس سلامت کے انکار پر انتہائی بے رحمانہ انداز میں تشدد کیا گیا۔ ان کی آنکھ نکال دی گئی۔ بہرحال باس سلامت نے آپ کا نام بتا دیا اور آپ کی رہائش گاہ کے بارے میں بھی بتا دیا اور یہ بھی بتا دیا کہ یہ سارا نیٹ ورک آپ کے تحت تھا جسے اب اس لئے کلوز کر دیا گیا ہے کہ پولیس اور انٹیلی جنس اس کے پیچھے لگ گئی ہے'' ...... اعظم نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

''اوہ۔ اوہ۔ ویری بیڈ۔ اس کا مطلب ہے کہ اب وہ لوگ مجھ

تک پہنچیں گے۔ ویری بیڈ''..... سیٹھ اکمل نے انتہائی پریشان ہوتے ہوئے کہا۔

''جناب۔ آپ فوراً انڈر گراؤنڈ ہو جائیں''..... اعظم نے کہا۔

''ہونہہ۔ ٹھیک ہے۔ تم نے چونکہ اطلاع دے دی ہے اب میں انہیں فوری سنبھال لوں گا۔ تم سلامت کی جگہ لے لو''..... اس بار سیٹھ اکمل کا لہجہ پہلے کی نسبت سنبھلا ہوا تھا۔

''لیس سر۔ تھینک یو سر''..... دوسری طرف سے کہا گیا تو سیٹھ اکمل نے ہاتھ بڑھا کر کریڈل دبایا اور پھر ٹون آنے پر اس نے تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

''شرافت خان بول رہا ہوں''..... دوسری طرف سے ایک بھاری سی آواز سنائی دی۔

''سیٹھ اکمل بول رہا ہوں''..... سیٹھ اکمل نے کہا۔

''اوہ آپ۔ بتائیں کیا حکم ہے''..... دوسری طرف سے چونک کر پوچھا گیا۔

''کیا تم کسی بدمعاش ٹائیگر کو جانتے ہو''..... سیٹھ اکمل نے کہا۔

''بدمعاش تو نہیں البتہ شریف بدمعاش کہیں۔ وہ جرائم کے اعلیٰ طبقوں میں کام کرتا ہے۔ عام بدمعاشی نہیں کرتا۔ کیوں''۔ شرافت خان نے کہا۔

''وہ جو بھی ہے بہرحال اسے چیک کر کے اغوا کراؤ اور اس سے پوچھو کہ اس کے ساتھ چار آدمی کون تھے جن کے ساتھ اس

ۂ فیشن کلب میں جا کر میرے آدمی سلامت پر تشدد کر کے اسے
ل کیا ہے اور پھر ان چاروں آدمیوں کو بھی اغوا کر کے ان سے
علوم کرو کہ وہ کس کے کہنے پر کام کر رہے ہیں اور پھر ان پانچوں
وہلاک کر دو''..... سیٹھ اکمل نے کہا۔

''حکم کی تعمیل ہو گی سیٹھ۔ لیکن معاوضہ دوگنا ہو گا''..... شرافت
ن نے کہا۔

''میں تمہیں تین گنا معاوضہ دوں گا لیکن کام انتہائی تیزی سے
رو۔ جس قدر جلد از جلد ہو سکے یہ کام ہو جانا چاہئے اور ان کے
ہے جو بھی ہے اس کے بارے میں مجھے معلوم ہونا چاہئے''..... سیٹھ
ل نے کہا۔

''ایسا ہی ہو گا سیٹھ۔ آپ جانتے تو ہیں مجھے۔ کیا آپ کو اسی
ہر پر اطلاع دی جائے''..... شرافت خان نے کہا۔

''نہیں۔ میں خود تمہیں کال کر کے رپورٹ لے لوں گا۔ میں
ری طور پر ملک سے باہر جا رہا ہوں''..... سیٹھ اکمل نے کہا اور
کریڈل دبا دیا اور پھر ٹون آنے پر اس نے ایک بار پھر تیزی سے
ر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

''رجب علی بول رہا ہوں''..... رابطہ قائم ہوتے ہی ایک آواز
ائی دی۔

''سیٹھ اکمل بول رہا ہوں''..... سیٹھ اکمل نے کہا۔

''حکم سر''..... دوسری طرف سے بولنے والے کا لہجہ یکلخت

انتہائی مؤدبانہ ہو گیا۔

''میں پوائنٹ نمبر تھری پر شفٹ ہو رہا ہوں''...... سیٹھ اکمل نے کہا۔

''اوہ۔ کیا کوئی خاص بات ہو گئی ہے جناب''...... دوسری طرف سے چونک کر پوچھا گیا۔

''ہاں۔ ایک گروپ میرے پیچھے لگا ہوا ہے۔ میں نے شرافت خان کو کہہ دیا ہے کہ وہ اس گروپ کو ٹریس کر کے ہلاک کر دے اس لئے جب تک شرافت خان کارروائی مکمل نہیں کر لیتا میں وہیں رہوں گا۔ اب یہاں سب کچھ تم نے ہی سنبھالنا ہے''...... سیٹھ اکمل نے کہا۔

''یس سر۔ آپ بے فکر رہیں۔ آپ ملک سے باہر ہیں اور کہاں ہیں یہ کسی کو بھی معلوم نہیں ہے''...... رجب علی نے جواب دیا۔

''اوکے''...... سیٹھ اکمل نے اطمینان بھرے لہجے میں کہا اور رسیور رکھ کر وہ اٹھا اور تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا آفس سے باہر چلا گیا۔ اسے معلوم تھا کہ رجب علی تک کوئی نہیں پہنچ سکے گا کیونکہ رجب علی کا اس سے براہ راست کوئی تعلق نہیں تھا لیکن وہ اس کے دوبارہ سامنے آنے تک اس کے تمام کاروبار کو بخوبی سنبھال لے گا۔ ویسے اسے یقین تھا کہ شرافت خان کا گروپ جو پیشہ ور قاتلوں پر مبنی ہے بہت جلد اس گروپ اور اس کے پیچھے موجود شخصیت کو ٹریس کر لے گا اس لئے اب اس کے چہرے پر گہرے اطمینان کے تاثرات نمایاں تھے۔

ٹائیگر کی کار تیزی سے جانسن کلب کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی۔ وہ کار میں اکیلا تھا۔ اس نے فور سٹارز کے ساتھ مل کر فیشن کلب میں ریڈ کیا تھا اور سلامت نے خاصے تشدد کے بعد زبان کھولی تھی کہ بچوں کی ہلاکت اور ان کی آنکھیں نکالنے کے بارے میں سارے ٹیٹ ورک کے پیچھے سیٹھ اکمل ہے۔ سیٹھ اکمل زرعی ادویات کا بہت بڑا امپورٹر تھا اور سلامت نے یہی بتایا تھا کہ سیٹھ اکمل درپردہ اونچے جرائم میں بھی ملوث رہتا ہے۔ چنانچہ فیشن کلب سے نکل کر وہ فور سٹارز کے ساتھ اس کے آفس گیا لیکن وہاں سے انہیں یہ معلوم ہوا کہ سیٹھ اکمل چار روز سے ملک سے باہر ہے۔ وہ اس کی رہائش گاہ پر گئے تو وہاں بھی یہی بات سامنے آئی کہ سیٹھ اکمل کاروبار کے سلسلے میں ملک سے باہر ہے جس پر فور سٹارز تو واپس چلے گئے البتہ ٹائیگر ان سے علیحدہ ہو کر جانسن کلب کی طرف

بڑھا چلا جا رہا تھا کیونکہ سیٹھ اکمل کی رہائش گاہ پر اس کے خاص ملازم نے بتایا تھا کہ سیٹھ اکمل جب دارالحکومت میں ہوتے ہیں تو وہ جانسن کلب ضرور جاتے ہیں۔ چنانچہ اس نے سوچا کہ وہ جانسن کلب جا کر معلوم کرے کہ وہاں سیٹھ اکمل کے بارے میں ضرور اطلاع مل جائے گی کہ وہ کہاں ہے اور کب واپس آئے گا کیونکہ وہ جانسن کلب کے بارے میں بہت اچھی طرح جانتا تھا کہ وہاں سیٹھ اکمل جیسے لوگوں کو ان کی عیاشی کا سامان مکمل طور پر مہیا کیا جاتا ہے اور ایسے لوگ ملک سے باہر جانے سے پہلے یہ بتا کر جاتے ہیں کہ وہ کب واپس آئیں گے تا کہ ان کی خاص عورتوں کو اس تاریخ کے لئے پابند کیا جا سکے۔ جانسن کلب کے کمپاؤنڈ گیٹ میں اس نے کار موڑی اور پھر وہ اسے سیدھا پارکنگ کی طرف لے گیا۔ ابھی وہ کار کی کھڑکیاں بند ہی کر رہا تھا کہ ایک اور کار اس کے ساتھ آ کر رکی اور اس میں سے چار لمبے تڑنگے آدمی باہر آئے۔ ٹائیگر نے کار کا دروازہ کھول کر باہر نکلنے کے لئے ابھی ٹانگ باہر رکھی ہی تھی کہ ان چاروں میں سے ایک نے اس کے سر پر کوئی چیز ماری تو ٹائیگر کو یوں محسوس ہوا جیسے اس کے سر پر کسی نے ایٹم بم مار دیا ہو اور اس کے ساتھ ہی اس کے ذہن پر گہری تاریکی پھیلتی چلی گئی۔ پھر جب تاریکی روشنی میں تبدیل ہونا شروع ہوگئی تو ٹائیگر کو اپنے جسم میں درد کی تیز لہریں سی دوڑتی ہوئی محسوس ہوئیں اور یہ احساس ہوتے ہی اس کا شعور ایک جھٹکے سے جاگ اٹھا۔ شعور بیدار ہوتے ہی اس

نے اٹھنے کی کوشش کی لیکن دوسرے لمحے اسے معلوم ہو گیا کہ وہ لوہے کی ایک کرسی پر بیٹھا ہوا ہے اور اس کے جسم کو انتہائی سختی سے رسی کی مدد سے کرسی کے ساتھ باندھ دیا گیا ہے۔ اس نے گردن گھمائی تو اس نے دیکھا کہ وہ ایک تہہ خانے کے کمرے میں موجود ہے اور اس کمرے کا اکلوتا دروازہ بند تھا جبکہ کمرہ خالی پڑا ہوا تھا۔ ابھی وہ یہ سوچ ہی رہا تھا کہ اس پر اس دیدہ دلیری سے جانسن کلب میں کس نے حملہ کیا ہے اور اس وقت وہ کہاں ہے کہ دروازہ کھلا اور ایک لمبا تڑنگا آدمی اندر داخل ہوا۔ اس کے کاندھے سے شین گن لٹک رہی تھی۔ البتہ اس نے ہاتھوں میں ایک کرسی اٹھائی ہوئی تھی۔ اس نے کرسی ٹائیگر کے سامنے کچھ فاصلے پر رکھ دی۔

"تم بدمعاش ضرور ہو ٹائیگر لیکن یہاں بڑے بڑے بدمعاشوں کی ایک لمحے میں چیں بول جاتی ہے اس لئے میرا مشورہ ہے کہ سردار تم سے جو کچھ پوچھے تم سچ سچ اور فوراً بتا دینا"...... اس آدمی نے ٹائیگر سے مخاطب ہو کر کہا اور واپس مڑ گیا۔

"ایک منٹ۔ یہ تو بتا دو کہ تمہارا سردار کون ہے"...... ٹائیگر نے پوچھا۔

"شرافت خان کا نام سنا ہے کیا تم نے"...... اس آدمی نے مڑ کر کہا۔

"شرافت خان۔ وہ کون ہے۔ میں نے تو نہیں سنا"...... ٹائیگر نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''سردار شرافت خان ہے ہمارا سردار اور وہ انسان کو اس طرح کچل دیتا ہے جیسے کیڑے کو ایڑی کے نیچے کچلا جاتا ہے''...... اس آدمی نے کہا اور مڑ کر دروازہ کھولا اور باہر چلا گیا۔

''شرافت خان۔ یہ کون ہو سکتا ہے اور اس نے مجھے کیوں اس طرح اغوا کیا ہے''...... ٹائیگر نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ البتہ اس کے ساتھ ہی اس نے رسیوں کا جائزہ لینا شروع کر دیا اور اسے یہ دیکھ کر بے حد حیرت ہوئی کہ رسیاں انتہائی احمقانہ اور اناڑی انداز میں باندھی گئی تھیں اور وہ آسانی سے ان کی گانٹھ کھول کر رسیوں سے آزادی حاصل کر سکتا تھا لیکن ان رسیوں میں چونکہ لوہے کی تاریں مکس کی ہوئی تھیں اس لئے وہ انہیں ناخنوں میں موجود بلیڈوں سے کاٹ نہیں سکتا تھا۔ اس قسم کی رسیاں ہیوی مشینری میں ٹرانسفرٹیشن کے لئے خصوصی طور پر بنائی جاتی تھیں تا کہ جھٹکے لگنے سے ٹوٹ نہ جائیں۔ کرسی لے کر آنے والے کا انداز اور جسامت اور اس کا لباس دیکھ کر اور پھر اس رسی کو دیکھ کر اس نے یہی اندازہ لگایا تھا کہ ان لوگوں کا تعلق ٹرانسفرٹیشن کے بزنس سے ہے لیکن جس دلیرانہ انداز میں انہوں نے جانسن کلب کی پارکنگ میں اس پر ہاتھ ڈالا تھا اس پر وہ حیران تھا کہ اچانک دروازہ کھلا اور ایک آدمی اندر داخل ہوا۔ وہ خاصا بھاری جسم کا تھا۔ اس کا چہرہ چوڑا اور مونچھیں بڑی بڑی تھیں۔ اس نے سر پر کپڑے کی ٹوپی پہنی ہوئی تھی۔ ایسی ٹوپی جس میں چھوٹے چھوٹے شیشے جڑے ہوئے تھے اور

وہ بڑے فاخرانہ انداز میں چلتا ہوا آگے بڑھا اور کرسی پر بیٹھ گیا۔ اس کے پیچھے دو آدمی تھے۔ ایک تو وہی جو کرسی لے کر آیا تھا اور دوسرا ایک لمبے قد لیکن دبلے جسم کا آدمی تھا جس کی آنکھوں کا رنگ گہرا نیلا تھا۔ اس کا چہرہ لمبوترا اور ٹھوڑی آگے کی طرف نکلی ہوئی تھی اور ٹائیگر اسے دیکھتے ہی سمجھ گیا کہ یہ آدمی انتہائی سخت دل ہے۔

''تمہارا نام ٹائیگر ہے اور تم بدمعاش ہو''...... کرسی پر بیٹھے ہوئے آدمی نے بھاری لیکن انتہائی کرخت لہجے میں کہا۔

''ہاں۔ میرا نام ٹائیگر ہے۔ تم کون ہو''...... ٹائیگر نے بڑے اطمینان بھرے لہجے میں کہا۔

''میرا نام شرافت خان ہے اور سنو۔ اگر تم سیدھی طرح بتا دو کہ تم نے جب فیشن کلب میں جا کر سلامت کو اس کے آفس میں ہلاک کیا تو تمہارے ساتھ وہ چار آدمی کون تھے۔ ان کے حلیئے اور نام بتا دو اور وہ کہاں رہتے ہیں یہ سب بھی بتا دو تو تمہیں انگلی بھی نہیں لگائی جائے گی لیکن اگر تم نے بدمعاشی دکھانے کی کوشش کی تو جابر تمہارے جسم کی ایک ایک رگ کاٹ دے گا۔ تمہاری آنکھیں نکال دے گا۔ تمہارے جسم کی تمام ہڈیاں توڑ دے گا''...... شرافت خان نے گھمبیر لہجے میں کہا۔

''کیا تم سیٹھ اکمل کے لئے کام کرتے ہو''...... ٹائیگر نے اندازہ لگاتے ہوئے کہا۔

''ہاں۔ مجھے سیٹھ اکمل نے یہ کام دیا ہے''...... شرافت خان نے

بڑے صاف لہجے میں کہا۔

''لیکن سیٹھ اکمل تو چار روز سے ملک سے باہر ہے۔ اس نے تمہیں کب کام دیا ہے''...... ٹائیگر نے کہا۔

''سیٹھ اکمل یہیں ہے۔ تم اس بات کو چھوڑو۔ میری بات کا جواب دو۔ کیا کہتے ہو۔ یہ سن لو کہ چونکہ تم بدمعاش ہو اور ہماری لائن کے آدمی ہو اس لئے میں تمہیں یہ آفر کر رہا ہوں ورنہ اب تک تم عبرتناک انجام سے دوچار ہو چکے ہوتے''...... شرافت خان نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

''کیا تم جانتے ہو کہ سیٹھ اکمل اس وقت کہاں ہے''...... ٹائیگر نے اس کی بات کا جواب دینے کی بجائے الٹا سوال کرتے ہوئے کہا۔

''نہیں۔ مجھے معلوم نہیں ہے''...... شرافت خان نے جواب دیا۔

''تو پھر تم میرے بارے میں اسے رپورٹ کیسے دو گے۔ ٹائیگر نے کہا۔

''وہ خود فون کر کے معلوم کرے گا اور سنو۔ اب مزید باتیں نہیں ہوں گی۔ میری بات کا جواب دو''...... شرافت خان نے کہا۔

''ان چاروں آدمیوں کو بھی تم نے اسی طرح جکڑنا ہے یا ہلاک کرنا ہے''...... ٹائیگر نے کہا۔

''ان سے ہم نے پوچھنا ہے کہ ان کے پیچھے کون سی شخصیت ہے''...... شرافت خان نے جواب دیا۔

''یہ بات میں بتا دیتا ہوں''...... ٹائیگر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

البتہ اس کا ہاتھ رسی کی گانٹھ پر جما ہوا تھا۔ وہ ایک جھٹکے سے گانٹھ کھول سکتا تھا اور رسیاں جس انداز میں بندھی ہوئی تھیں وہ خود بخود کھل کر نیچے گر جاتیں کیونکہ لوہے کی تاروں کی وجہ سے وہ عام رسیوں سے کہیں زیادہ وزنی تھیں۔

''چلو تم بتا دو''...... شرافت خان نے کہا۔ وہ شاید اس لئے مطمئن تھا کہ ان رسیوں سے ٹائیگر کسی صورت بھی آزاد نہ ہو سکتا تھا۔

''اس کا نام جانسن ہے۔ جانسن کلب کا مالک''...... ٹائیگر نے جواب دیا۔

''ٹھیک ہے۔ اب تم ان چاروں کے بارے میں بتاؤ۔ ہم ان سے بھی کنفرم کریں گے''...... شرافت خان نے کہا۔

''وہ دولت آباد میں رہتے ہیں اسپارو کلب میں''...... ٹائیگر نے جواب دیا۔

''جابر خان''...... شرافت خان نے اچانک گردن موڑ کر اس دبلے پتلے آدمی سے مخاطب ہو کر کہا۔

''جی سردار''...... جابر خان نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

''خنجر سے اس کی ایک آنکھ نکال دو۔ یہ جھوٹ بول رہا ہے''۔ شرافت خان نے کہا۔

''حکم کی تعمیل ہو گی سردار''...... جابر خان نے کہا اور پھر جیب

سے ایک تیز دھار خنجر نکال کر وہ تیزی سے ٹائیگر کی طرف بڑھا۔ اس کا انداز واقعی جارحانہ تھا اور ٹائیگر کو اس کا چہرہ اور انداز دیکھ کر ہی فوراً احساس ہو گیا تھا اب اگر اس نے دیر کی تو اس کی ایک آنکھ واقعی ضائع ہو جائے گی۔

''مت فائر کرو''...... ٹائیگر نے ان کے عقب میں دیکھتے ہوئے چیخ کر کہا تو اس کی توقع کے عین مطابق جابر خان اور اس کا ساتھی دونوں اچھل پڑے اور تیزی سے مڑے۔ شرافت خان نے بھی تیزی سے گردن موڑی۔ ٹائیگر کے لئے اتنا وقفہ کافی تھا۔ اس نے ایک زور دار جھٹکے سے گانٹھ کھولی اور پوری رسی ایک دھماکے سے نیچے گری۔ اس کے ساتھ ہی ٹائیگر اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ جابر خان نے بجلی کی سی تیزی سے ہاتھ میں موجود خنجر اس کے سینے پر مار دیا لیکن ٹائیگر اس ردعمل کے لئے پہلے ہی تیار تھا اس لئے اس کا جسم بجلی کی سی تیزی سے سائیڈ پر ہوا اور اس کے ساتھ ہی اس نے خنجر کو تھکی دے کر ہوا میں اچھال دیا۔ دوسرے لمحے خنجر اس کے ہاتھ میں موجود تھا۔ یہ سب کچھ اس قدر تیز رفتاری سے ہوا کہ شرافت خان، جابر اور تیسرا آدمی حیرت سے پلکیں جھپکتے رہ گئے اور پھر اس سے پہلے کہ وہ سنبھلتے ٹائیگر کا ہاتھ گھوما اور جابر کے حلق سے انتہائی کربناک چیخ نکلی اور وہ اچھل کر شرافت خان پر پشت کے بل جا گرا۔ ٹائیگر کے ہاتھ سے نکلا ہوا خنجر دستے تک اس کے دل میں اترتا چلا گیا تھا۔ شرافت خان کے حلق سے بھی چیخ نکلی لیکن ٹائیگر

اس دوران تیسرے آدمی پر چھلانگ لگا چکا تھا جو اب تیزی سے مشین گن کاندھے سے اتار رہا تھا اور چند لمحوں بعد ہی وہ آدمی چیختا ہوا اچھل کر عقبی دیوار سے جا ٹکرایا جبکہ مشین گن اب ٹائیگر کے ہاتھ میں تھی۔ اس کے ساتھ ہی ریٹ ریٹ کی آوازوں کے ساتھ ہی تیسرا آدمی جو نیچے گر کر تیزی سے اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا چیختا ہوا دوبارہ نیچے جا گرا جبکہ ٹائیگر نے بجلی کی سی تیزی سے مشین گن کا رخ شرافت خان کی طرف موڑا جو جابر خان کو ایک طرف اچھال کر اب اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

''ہاتھ اوپر اٹھا لو شرافت خان ورنہ حشر کر دوں گا''...... ٹائیگر نے سرد لہجے میں کہا تو شرافت خان نے بے اختیار دونوں ہاتھ اوپر اٹھا لئے۔

''دیوار کی طرف منہ کر کے آگے بڑھو''...... ٹائیگر نے کہا تو شرافت خان واقعی شرافت سے دیوار کی طرف مڑ گیا اور اس نے ابھی قدم بڑھایا ہی تھا کہ ٹائیگر نے مشین گن کو اچھال کر اسے نال سے پکڑا اور دوسرے لمحے مشین گن کا دستہ شرافت خان کے سر پر اس قدر قوت سے پڑا کہ شرافت خان چیختا ہوا اچھل کر منہ کے بل فرش پر جا گرا۔ نیچے گرتے ہی اس نے اٹھنے کی کوشش کی ہی تھی کہ ٹائیگر نے دوسرا وار کر دیا اور اس بار شرافت خان جھٹکا کھا کر گرا اور ساکت ہو گیا۔ ٹائیگر تیزی سے دوڑتا ہوا دروازے کی طرف بڑھا۔ اسے اصل فکر یہ تھی کہ اسے یہ معلوم نہ تھا کہ باہر کتنے آدمی موجود

ہیں لیکن تھوڑی دیر بعد وہ اس پوری عمارت کا جائزہ لے چکا تھا۔
وہاں اور کوئی آدمی نہ تھا۔ البتہ باہر صحن میں دو کاریں موجود تھیں اور
یہ عمارت شہر سے باہر کھلے علاقے میں تھی۔ اس کے گرد کھیت پھیلے
ہوئے تھے لیکن یہ عمارت زرعی فارم کے انداز میں نہ بنی ہوئی تھی
بلکہ یوں لگتا تھا جیسے کسی نے یہاں رہنے کے لئے اسے بنوایا ہو
لیکن پھر چھوڑ کر چلا گیا ہو۔ پھاٹک اندر سے بند تھا اور عمارت کے
باقی تمام کمرے خالی پڑے ہوئے تھے۔ صرف ایک کمرے میں چند
کرسیاں اور ایک میز پڑی تھی۔ ٹائیگر مطمئن انداز میں واپس اس
کمرے میں آیا جہاں جابر خان اور تیسرے آدمی کی لاشیں پڑی
ہوئی تھیں جبکہ شرافت خان ویسے ہی اوندھے منہ پڑا ہوا تھا۔ ٹائیگر
نے مشین گن ایک طرف رکھی اور پھر جھک کر اس نے شرافت خان
کو اٹھایا اور اسے لا کر اسی کرسی پر ڈال دیا جس پر پہلے وہ خود بیٹھا
تھا۔ پھر فرش پر پڑی ہوئی رسی اس نے اٹھائی اور اس سے شرافت
خان کو اچھی طرح باندھ دیا اور پھر وہ پیچھے ہٹا اور اس نے شرافت
خان کے چہرے پر یکے بعد دیگرے تھپڑ مارنے شروع کر دیئے۔
چوتھے تھپڑ پر شرافت خان کراہتا ہوا ہوش میں آ گیا تو ٹائیگر مڑا اور
اس نے فرش پر پڑی ہوئی جابر کی لاش کے سینے سے خنجر باہر کھینچا
اور مڑ کر شرافت خان کے سامنے کھڑا ہو گیا جو کرسی سے اٹھنے کی
ناکام کوشش کر رہا تھا۔

''اب بولو۔ کہاں ہے تمہارا اڈا۔ کتنے آدمی ہیں تمہارے گروپ

میں''...... ٹائیگر نے سرد لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے
انتہائی بے رحمانہ انداز میں خنجر کی نوک سے اس کی ایک آنکھ کا
ڈھیلا باہر اچھال دیا۔ شرافت خان کی چیخوں سے کمرہ گونج اٹھا اور
وہ انتہائی کربناک انداز میں دائیں بائیں سر مارنے لگا۔

''بولو۔ ورنہ دوسری آنکھ بھی نکال دوں گا''...... ٹائیگر نے سرد
لہجے میں کہا تو شرافت خان اس طرح تیزی سے بولنے لگا جیسے ٹیپ
ریکارڈر چل پڑتا ہے اور ٹائیگر نے بے اختیار ایک طویل سانس لیا
کیونکہ اس کا اندازہ درست ثابت ہوا تھا۔ شرافت خان ٹرک اڈے
کا مالک تھا اور اس نے دس افراد پر مشتمل ایک گروپ بنایا ہوا تھا
جو پیشہ ور قاتل تھے اور ان کا تعلق بہادرستان سے تھا۔

''تم مجھے کیسے جانتے ہو''...... ٹائیگر نے پوچھا۔

''میں جانسن کلب میں جاتا رہتا ہوں۔ تمہیں کئی بار میں نے
وہاں جانسن کے ساتھ دیکھا ہے اور جانسن نے مجھے بتایا تھا کہ تم
بدمعاش ہو لیکن اونچے ہاتھ مارتے ہو''...... شرافت خان نے جواب
دیا۔

''تمہارے آدمی کیسے میرے پیچھے جانسن کلب پہنچ گئے''۔ ٹائیگر
نے پوچھا۔

''میرے آدمی جانسن کلب سے باہر نکلے ہی تھے کہ تمہاری کار
انہوں نے کلب کے اندر مڑتی ہوئی دیکھی تو وہ تمہارے پیچھے مڑ
گئے اور پھر تمہیں اغوا کر کے یہاں لے آئے تا کہ تم سے اطمینان

سے پوچھ گچھ ہو سکے۔ یہ جگہ ہم نے خصوصی طور پر پوچھ گچھ کے لئے رکھی ہوئی ہے''...... شرافت خان نے جواب دیا۔

''اب بتاؤ کہ سیٹھ اکمل کہاں ہے اس وقت''...... ٹائیگر نے کہا۔

''مجھے نہیں معلوم''...... شرافت خان نے جواب دیا تو ٹائیگر کا خنجر والا ہاتھ بجلی کی سی تیزی سے حرکت میں آیا اور کمرہ ایک بار پھر شرافت خان کی چیخوں سے گونج اٹھا۔ اس کا دایاں کان جڑ سے کٹ کر نیچے جا گرا تھا۔

''بتاؤ ورنہ''...... ٹائیگر نے غراتے ہوئے کہا۔

''مجھے نہیں معلوم۔ رجب علی کو معلوم ہو گا۔ وہ اس کا خاص آدمی ہے''...... شرافت خان نے چیختے ہوئے کہا۔

''رجب علی کون ہے۔ تفصیل بتاؤ''...... ٹائیگر نے سرد لہجے میں کہا۔

''رجب علی سیٹھ اکمل کا خاص آدمی ہے۔ سیٹھ اکمل تمام جرائم رجب علی کے ذریعے کراتا ہے۔ وہ اس کے ایسے تمام بزنس کو سنبھالتا ہے۔ لاٹو محلے میں اس کا اڈا اور ہوٹل ہے''...... شرافت خان نے جواب دیا اور پھر ٹائیگر کے پوچھنے پر اس نے رجب علی کے بارے میں تمام تفصیل بتا دی۔

''اس رجب علی کا فون نمبر کیا ہے''...... ٹائیگر نے پوچھا تو شرافت خان نے فون نمبر بتا دیا اور ٹائیگر کا خنجر والا ہاتھ ایک بار پھر

حرکت میں آیا اور خنجر دستے سمیت شرافت خان کے سینے میں اترتا چلا گیا۔ اس کے ساتھ ہی ٹائیگر تیزی سے مڑا اور دوڑتا ہوا کمرے سے باہر آ گیا۔ اس نے دونوں کاریں چیک کیں۔ ایک کار کے اگنیشن میں چابیاں موجود تھیں۔ ٹائیگر نے پھاٹک کھولا اور پھر کار میں بیٹھ کر اس نے اسے اسٹارٹ کیا اور چند لمحوں بعد وہ کار لئے اس عمارت سے نکلا اور ناپختہ سڑک پر اسے دوڑاتا ہوا مین روڈ پر پہنچ گیا۔ وہ شہر سے تقریباً پچاس کلومیٹر کے فاصلے پر تھا اور پھر اس نے کار کو دارالحکومت کی طرف بڑھا دیا۔ وہ اب جلد از جلد جانسن کلب پہنچنا چاہتا تھا تاکہ وہاں سے اپنی کار حاصل کرے اور پھر وہ اس رجب علی کے اڈے پر چھاپہ مارے۔ اسے یقین تھا کہ اس رجب علی سے اسے سیٹھ اکمل کے بارے میں معلوم ہو جائے گا۔ ویسے اسے اب یقین آ گیا تھا کہ سیٹھ اکمل ملک سے باہر نہیں ہے بلکہ یہیں چھپا ہوا ہے اور اسے یقین تھا کہ وہ اس رجب علی سے اصل بات اگلوا لے گا۔

عمران اپنے فلیٹ میں بیٹھا ایک کتاب کے مطالعہ میں مصروف تھا۔ وہ دانستہ فور سٹارز کے ساتھ نہ گیا تھا کیونکہ عام غنڈوں اور بدمعاشوں سے یکطرفہ طور پر لڑنے پر اس کا موڈ نہ بن رہا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ ٹائیگر اور فور سٹارز مل کر یہ کارروائی مکمل کر لیں گے اس لئے وہ فور سٹارز کے ہیڈکوارٹر سے واپس اپنے فلیٹ پر آ گیا تھا۔ سلیمان کسی کام کے لئے کوٹھی گیا ہوا تھا۔ اس وقت عمران اکیلا موجود تھا کہ پاس پڑے ہوئے فون کی گھنٹی بج اٹھی تو اس نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا۔

”علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) بول رہا ہوں“۔ عمران نے اپنے مخصوص لہجے میں کہا۔ البتہ اس کی نظریں کتاب پر جمی ہوئی تھیں۔

”جانسن کلب سے جانسن بول رہا ہوں“...... دوسری طرف سے

اجنبی سی آواز سنائی دی تو عمران بے اختیار چونک پڑا۔ اس ، چہرے پر حیرت کے تاثرات ابھر آئے تھے۔

”فرمایئے“...... عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”ٹائیگر آپ کا شاگرد ہے۔ اسے میرے کلب کی پارکنگ سے ا کر لیا گیا ہے اور اغوا کرنے والے مشہور پیشہ ور قاتلوں کا ایک روپ ہے۔ ان کا سرغنہ شرافت خان نامی ایک ٹرانسپورٹر ہے۔ ہائی خطرناک اور بے رحم آدمی ہے۔ میں نے اس لئے آپ کو ل کیا ہے کہ آپ کو اس سلسلے میں میری مدد کی ضرورت ہو تو میں اضر ہوں“...... جانسن نے کہا۔

”آپ مجھے کیسے جانتے ہیں“...... عمران نے کہا۔

”ٹائیگر میرا انتہائی قریبی دوست ہے۔ اس نے مجھے خود آپ کے بارے میں بتایا تھا اور ویسے بھی میں سپرنٹنڈنٹ فیاض کی وجہ ے آپ کو بہت اچھی طرح جانتا ہوں“...... دوسری طرف سے انسن نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اس گروپ کا اڈا کہاں ہے“...... عمران نے پوچھا۔

”ٹرک اڈے پر ہے جناب“...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

”کیا آپ خود ان کے خلاف کام نہیں کر سکتے جبکہ آپ ٹائیگر کو وست بھی کہہ رہے ہیں اور اسے آپ کے کلب سے ہی اغوا کیا گیا ہے“...... عمران نے کہا۔

”نہیں جناب۔ میں کلب چلاتا ہوں۔ میں کھل کر سامنے نہیں آ

سکتا''...... جانسن نے کہا۔

''اوکے۔ ٹھیک ہے۔ آپ بے فکر رہیں۔ ٹائیگر تر نوالہ نہیں ہے۔ وہ اپنا تحفظ خود کر لے گا۔ آپ کی اطلاع کا بے حد شکریہ''۔ عمران نے کہا اور کریڈل دبا دیا اور پھر ٹون آنے پر اس نے تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

''صدیقی بول رہا ہوں''...... رابطہ قائم ہوتے ہی صدیقی کی آواز سنائی دی۔

''ٹائیگر کہاں ہے صدیقی۔ وہ تو تمہارے ساتھ تھا''...... عمران نے کہا۔

''ہم واپس آ گئے ہیں عمران صاحب کیونکہ سیٹھ اکمل کے بارے میں حتمی طور پر معلوم ہوا ہے کہ وہ ملک سے باہر ہے۔ ٹائیگر ہم سے علیحدہ ہو کر چلا گیا تھا۔ آپ کیوں پوچھ رہے ہیں''۔ صدیقی نے کہا۔

''مجھے جانسن کلب کے جانسن کا فون آیا ہے کہ ٹائیگر کو اس کے کلب کی پارکنگ سے پیشہ ور قاتلوں کے ایک گروپ جس کے سرغنہ کا نام شرافت خان ہے اغوا کر لیا ہے لیکن جانسن خود سامنے نہیں آنا چاہتا۔ اس نے بتایا ہے کہ شرافت خان ٹرانسپورٹر ہے اور ٹرک اڈے پر رہتا ہے''...... عمران نے کہا۔

''کیا وہ بچوں والے کیس کے سلسلے میں اغوا ہوا ہے''۔ صدیقی نے کہا۔

''اب یہ تو مجھے معلوم نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے وہی سلسلہ ہو اور یہ ہو سکتا ہے کہ ٹائیگر کا کوئی زیر زمین دنیا کا سلسلہ ہو''...... عمران لہا۔

''تو کیا ہم اس گروپ کے خلاف کام کریں''...... صدیقی نے

''میرے خیال میں اس کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ ٹائیگر اگر ان عام گروپوں کے ہاتھوں مر سکتا ہے تو پھر اسے مر ہی جانا ہئے۔ میں نے تو صرف اس لئے فون کیا ہے تا کہ پوچھ سکوں کہ ر تمہارے ساتھ گیا تھا پھر علیحدہ کیوں ہو گیا''...... عمران نے

''ہم نے یہی سوچا کہ چار پانچ روز بعد آپریشن کریں گے اس ے ہم واپس آ گئے تھے''...... صدیقی نے کہا۔

''اوکے''...... عمران نے کہا اور رسیور رکھ کر وہ اٹھا اور اس نے اری کھول کر اس میں سے ٹرانسمیٹر نکالا اور اسے لا کر میز پر رکھ ا اور پھر کرسی پر بیٹھ کر اس نے ٹرانسمیٹر پر ٹائیگر کی فریکونسی ڈجسٹ کی اور پھر اسے آن کر کے بار بار کال دینی شروع کر دی یکن دوسری طرف سے کال اٹنڈ نہ کی گئی تو عمران نے ٹرانسمیٹر ف کر دیا۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ ٹائیگر کو بے ہوش کر دیا گیا ہو گا اس لئے وہ کال کا جواب نہیں دے رہا۔ اس نے بے اختیار ایک طویل انس لیا اور پھر ایک بار پھر کتاب اٹھا لی۔ اسے معلوم تھا کہ ٹائیگر

کا اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے موت کا وقت نہیں آیا تو وہ اس عام سے گروپ سے مار نہیں کھا سکتا لیکن اگر اس کی موت کا وقت آ گیا ہے تو پھر ظاہر ہے عمران تو کیا دنیا کی کوئی طاقت بھی اسے نہیں بچا سکتی اس لئے وہ دوبارہ کتاب کے مطالعہ میں مصروف ہو گیا۔ اس کے چہرے پر گہرے اطمینان کے تاثرات موجود تھے۔ پھر تقریباً ڈیڑھ دو گھنٹوں بعد جب اس نے کتاب ختم کر کے اسے بند کیا اور میز پر رکھا تو اسے ٹائیگر کا خیال آ گیا۔ اس نے ٹرانسمیٹر کا بٹن آن کیا اور ایک بار پھر کال دینا شروع کر دی۔

"یس۔ ٹائیگر اٹنڈنگ۔ اوور"...... کچھ دیر بعد ٹائیگر کی آواز سنائی دی تو عمران بے اختیار مسکرا دیا کیونکہ ٹائیگر کے لہجے کا اطمینان بتا رہا تھا کہ وہ اس گروپ کو کور کر چکا ہے۔

"کہاں موجود ہو۔ اوور"...... عمران نے پوچھا۔

"میں دارالحکومت سے باہر ہوں اور اب دارالحکومت واپس آ رہا ہوں۔ اوور"...... ٹائیگر نے کہا۔

"شرافت خان گروپ کا کیا ہوا جس نے تمہیں جانسن کلب کی پارکنگ سے اغوا کیا تھا اور جو پیشہ ور قاتلوں کا گروپ ہے۔ اوور"...... عمران نے کہا۔

"باس۔ آپ کو کیسے علم ہوا ہے۔ اوور"...... دوسری طرف سے ٹائیگر کی انتہائی حیرت بھری آواز سنائی دی۔

"مجھے تمہارے دوست جانسن کلب کے مالک جانسن نے فلیٹ

پر فون کر کے بتایا تھا لیکن میں نے اسے کہہ دیا کہ ٹائیگر تر نوالہ نہیں ہے۔ وہ خود ہی ان سے نمٹ لے گا۔ یہ تقریباً ڈیڑھ دو گھنٹے پہلے کی بات ہے۔ میں نے تمہیں ٹرانسمیٹر پر کال بھی کیا تھا لیکن تم نے کال اٹنڈ نہیں کی تھی۔ اوور"...... عمران نے کہا تو دوسری طرف سے ٹائیگر نے پوری تفصیل بتا دی۔

"اس کا مطلب ہے کہ سیٹھ اکمل ملک سے باہر نہیں ہے۔ یہیں کہیں چھپا ہوا ہے۔ اوور"...... عمران نے کہا۔

"یس باس۔ اور رجب علی اس کا خاص آدمی بتایا گیا ہے۔ میں اب اس رجب علی کے پاس جا رہا تھا تاکہ اس سے معلوم کر کے اس سیٹھ اکمل کو پکڑا جائے۔ اوور"...... ٹائیگر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اگر کہو تو میں صدیقی اور اس کے ساتھیوں کو بھیج دوں وہاں۔ اوور"...... عمران نے کہا۔

"اس کی ضرورت نہیں ہے باس۔ میں اسے کور کر لوں گا۔ اوور"...... ٹائیگر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"لیکن سیٹھ اکمل پر تم نے خود ریڈ نہیں کرنا بلکہ مجھے اس بارے میں بتانا ہے۔ ایسے آدمی کے کرتوت پبلک کے سامنے لانے ضروری ہوتے ہیں۔ اوور"...... عمران نے کہا۔

"یس باس۔ میں آپ کو کال کر کے بتا دوں گا۔ پھر آپ جیسے حکم دیں۔ اوور"...... ٹائیگر نے جواب دیا تو عمران نے اوور اینڈ

آل کہہ کر ٹرانسمیٹر آف کر دیا اور پھر اسے اٹھا کر واپس الماری میں رکھ دیا۔ تھوڑی دیر بعد سلیمان واپس آ گیا۔

''سلیمان''...... عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

''جی صاحب''...... سلیمان نے کمرے میں آ کر انتہائی سنجیدہ لہجے میں جواب دیا۔

''تم کوٹھی گئے تھے۔ اماں بی کی طبیعت کیسی ہے''...... عمران نے پوچھا۔

''اللہ کا فضل ہے صاحب۔ بڑی بیگم صاحبہ ٹھیک ہیں۔ آپ کے بارے میں انہوں نے مجھ سے تفصیل سے پوچھا تھا''۔ سلیمان نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''کیسی تفصیل۔ کیا پوچھا تھا''...... عمران نے چونک کر کہا۔

''یہی کہ آپ فلیٹ میں کیا کرتے ہیں۔ باہر کہاں کہاں جاتے ہیں اور کون کون آپ سے ملنے فلیٹ پر آتا ہے''...... سلیمان نے جواب دیا۔

''تو پھر تم نے کیا جواب دیا''...... عمران نے چونک کر پوچھا۔

''ظاہر ہے بڑی بیگم صاحبہ کے سامنے میں جھوٹ تو نہیں بول سکتا اس لئے جو سچ تھا وہ میں نے بتا دیا''...... سلیمان نے اسی طرح سنجیدہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

''کیا سچ بتایا ہے۔ تفصیل بتاؤ''...... عمران نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

''میں نے بڑی بیگم صاحبہ کو بتایا ہے کہ آپ یا تو سارا دن آوارہ گردی کرتے رہتے ہیں یا پھر فلیٹ میں بیٹھے کتابیں پڑھتے رہتے ہیں اور اس دوران مسلسل چائے پیتے رہتے ہیں اور اگر چائے نہ دی جائے تو سخت ناراض ہو جاتے ہیں۔ زیادہ تر کھانا باہر ہی کھاتے ہیں اور باہر ہی رہتے ہیں''...... سلیمان نے بڑے معصوم سے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

''میں آوارہ گردی کرتا ہوں۔ یہ سچ ہے۔ بولو۔ میں کھانا ہوٹلوں میں کھاتا ہوں کیا یہ سچ ہے اور یہ مسلسل چائے والی بات کیوں کی تم نے۔ تیسرے سے چوتھے کپ پر تم چائے بنانے سے صاف انکار کر دیتے ہو اور کہہ رہے ہو کہ تم نے سچ بولا ہے''۔ عمران نے آنکھیں نکالتے ہوئے کہا۔

''میں نے سچ بولنے کے ساتھ ہی ایک لفظ کبھی کبھی بھی کہہ دیا تھا اس لئے تو بڑی بیگم صاحبہ خاموش ہو گئی تھیں ورنہ تو شاید اب تک آپ اصل سچ کے نتائج بھی بھگت چکے ہوتے''...... سلیمان نے مسکراتے ہوئے جواب دیا تو عمران نے بے اختیار ایک طویل سانس لیا۔

''میں بھی سوچ رہا تھا کہ تمہارے منہ سے یہ باتیں سننے کے باوجود اماں بی تمہارے ساتھ کیوں نہیں آ گئیں۔ بے حد شکریہ۔ اب اس کبھی کبھار کو میں خود بھگت لوں گا۔ تم یہ بتاؤ کہ اگر کوئی بڑا آدمی انتہائی ظالمانہ، سنگین اور خوفناک جرم کرے تو اسے پبلک کے سامنے

کیسے لایا جا سکتا ہے''...... عمران نے پوچھا۔

''یہ جرائم کرتے ہی بڑے آدمی ہیں۔ غریب آدمی کو تو روٹی کمانے سے فرصت نہیں ملتی''...... سلیمان نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

''تمہیں معلوم ہے کہ آج کل فورسٹارز کس جرم کے خلاف کام کر رہی ہے''...... عمران نے کہا۔

''کوئی سماجی برائی ہو گی''...... سلیمان نے جواب دیا تو عمران نے اسے بچوں کی آنکھیں نکال کر یورپ میں فروخت کرنے اور انہیں ہلاک کر کے زمین میں دفن کر دینے کی تفصیل بتا دی تو سلیمان کے چہرے پر انتہائی کرب کے تاثرات ابھر آئے۔

''اوہ۔ اوہ۔ اس قدر خوفناک اور ظالمانہ جرم۔ ایسے لوگوں کو تو عبرت ناک موت مرنا چاہئے''...... سلیمان نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

''اس سارے کام کے پیچھے یہاں کا ایک بڑا سیٹھ ہے جس کا نام اکمل سیٹھ ہے۔ موت تو بہرحال اسے آنی ہے لیکن عام موت تو اس کے اس سنگین ترین بلکہ ہارڈ کرائم کے مقابلے میں کوئی سزا نہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ پوری دنیا کو معلوم ہو جائے کہ یہ شخص ایسا جرم کرتا تھا''...... عمران نے کہا۔

''صاحب۔ ایسے جرائم کی تفصیل جب عام لوگوں کے سامنے آتی ہے تو حقیقتاً ان کا انسانیت سے یقین اٹھ جاتا ہے اس لئے ایسے جرائم کی پبلسٹی کم سے کم ہونی چاہئے لیکن ایسے مجرموں کو انتہائی

عبرتناک سزا ملنی چاہئے۔ ایسی سزا کہ ان کا نام ہی لوگوں کے لئے نفرت کا نشان بن جائے''...... سلیمان نے کہا۔

''تمہارا مطلب ہے کہ اس جرم کی تفصیل نہ بتائی جائے''۔ عمران نے کہا۔

''نہیں۔ میرا یہ مطلب نہیں کہ ایسے جرائم کو سرے سے ظاہر ہی نہ کیا جائے بلکہ ایسے جرائم کی تفصیلات کو باقاعدہ ڈرامہ بنا کر لوگوں کو سامنے لایا جائے''...... سلیمان نے جواب دیتے ہوئے کہا اور پھر اس سے پہلے کہ عمران کوئی جواب دیتا فون کی گھنٹی بج اٹھی تو عمران نے ہاتھ بڑھا کر رسیور اٹھا لیا اور سلیمان واپس چلا گیا۔

''علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) بول رہا ہوں''۔ عمران نے اپنے مخصوص لہجے میں کہا۔

''ٹائیگر بول رہا ہوں باس''...... دوسری طرف سے ٹائیگر کی آواز سنائی دی۔

''ہاں۔ کیا رپورٹ ہے''...... عمران نے چونک کر پوچھا۔

''رجب علی کے مطابق یہ سیٹھ اکمل ملک سے باہر ہے''۔ دوسری طرف سے کہا گیا۔

''اب رجب علی کہاں ہے''...... عمران نے پوچھا۔

''میں اس کے مخصوص اڈے سے ہی فون کر رہا ہوں۔ وہ بے ہوش پڑا ہے۔ مجھے یہاں تقریباً دس بدمعاشوں کو ہلاک کرنا پڑا ہے تب جا کر رجب علی سامنے آیا ہے۔ میں نے اس سے ہر لحاظ سے

پوچھ گچھ کی ہے لیکن اس کا ایک ہی جواب ہے کہ سیٹھ اکمل ملک سے باہر ہے۔ میں نے اس لئے کال کی ہے کہ آپ اس سے پوچھ گچھ کریں گے یا میں اسے گولی مار کر ختم کر دوں''...... ٹائیگر نے کہا۔

''تم اسے اٹھا کر فور سٹارز کے ہیڈکوارٹر لے آؤ۔ میں وہیں جا رہا ہوں''......عمران نے کہا۔

''یس باس''...... دوسری طرف سے کہا گیا تو عمران نے رسیور رکھا اور اٹھ کھڑا ہوا۔ تھوڑی دیر بعد اس کی کار فور سٹارز کے ہیڈکوارٹر کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی۔

سیٹھ اکمل پوائنٹ تھری میں بنے ہوئے اپنے مخصوص آفس میں بیٹھا ٹی وی پر اپنا پسندیدہ پروگرام دیکھ رہا تھا کہ اچانک پاس پڑے ہوئے فون کی گھنٹی بج اٹھی تو وہ اس طرح اچھلا جیسے فون کی گھنٹی کی بجائے اچانک بم پھٹ پڑا ہو۔ وہ اس طرح حیرت بھری نظروں سے فون کو دیکھ رہا تھا جیسے اسے یقین نہ آ رہا ہو کہ فون کی گھنٹی واقعی بج رہی ہے کیونکہ اس فون نمبر کا علم صرف اس کی ذات کے علاوہ اور کسی کو نہ تھا حتیٰ کہ اس کے خاص آدمی رجب علی کو بھی اس کا علم نہ تھا۔ گو رجب علی کو معلوم تھا کہ وہ پوائنٹ تھری پر ہے لیکن اسے بھی پوائنٹ تھری کی تفصیلات کا علم نہ تھا۔ وہ خود جسے چاہتا فون کر لیتا تھا لیکن یہ فون نمبر اس نے کسی کو نہ بتایا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ وہ فون کی گھنٹی بجنے پر اس طرح حیران ہو رہا تھا جیسے کوئی بم پھٹ پڑا ہو اور پھر اس نے رسیور اٹھا لیا۔

''یس''...... سیٹھ اکمل نے ایک لفظ بولتے ہوئے کہا۔

''جانسن کلب سے جانسن بول رہا ہوں۔ سیٹھ اکمل سے بات کرائیں''...... دوسری طرف سے آواز سنائی دی تو سیٹھ اکمل نے بے اختیار ایک طویل سانس لیا کیونکہ جانسن کا سن کر اس کی حیرت دور ہو گئی تھی۔ جانسن کو نہ صرف یہاں کے بارے میں علم تھا بلکہ یہ جگہ اسے جانسن نے اپنے نام سے لے کر دی تھی۔

''سیٹھ اکمل بول رہا ہوں۔ تم نے یہاں کیسے فون کیا ہے''۔ سیٹھ اکمل نے کہا۔

''میرا اندازہ تھا کہ آپ یہاں ہو سکتے ہیں''...... دوسری طرف سے جانسن نے کہا۔

''کیسے اندازہ لگایا ہے تم نے''...... سیٹھ اکمل نے قدرے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''اس لئے کہ آپ کے بارے میں سب یہی بتا رہے ہیں کہ آپ ملک سے باہر ہیں لیکن مجھے علم ہے کہ آپ ملک سے باہر جانے سے پہلے کم از کم مجھے بتا کر جاتے ہیں اس لئے میرا خیال تھا کہ آپ یہاں موجود ہوں گے''...... دوسری طرف سے جانسن نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''فون کرنے کی کوئی خاص وجہ''...... سیٹھ اکمل نے کہا۔

''آپ نے ٹائیگر کے خلاف شرافت خان گروپ کو ہائر کیا تھا''۔ جانسن نے کہا۔

''ہاں۔ کیوں''...... سیٹھ اکمل نے چونک کر پوچھا۔

''انہوں نے ٹائیگر کو میرے کلب کی پارکنگ سے اغوا کیا اور لے گئے لیکن بعد میں رپورٹ ملی ہے کہ شرافت خان کو اپنے چار ساتھیوں سمیت دارالحکومت سے باہر ایک عمارت میں گولیاں مار کر ہلاک کر دیا گیا ہے اور اس کا باقی گروپ خوف کے مارے دارالحکومت سے ہی فرار ہو گیا ہے''...... جانسن نے کہا۔

''اس کا مطلب ہے کہ ٹائیگر نے الٹا انہیں ہلاک کر دیا ہے۔ یہ کیسے ممکن ہے۔ ایک آدمی کیسے انہیں ہلاک کر سکتا ہے۔ وہ تو بے حد تیز اور فعال لوگ تھے''...... سیٹھ اکمل نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''آپ کے خاص آدمی رجب علی کا بھی یہی حشر ہوا ہے۔ اس کے خصوصی اڈے میں قتل عام کر دیا گیا ہے اور رجب علی کو بھی اغوا کر کے لے جایا گیا ہے اور جہاں تک مجھے رپورٹ ملی ہے یہ کام بھی ٹائیگر نے کیا ہے''...... جانسن نے کہا۔

''ٹائیگر نے۔ اکیلے ٹائیگر نے۔ ویری سٹرینج۔ یہ کس ٹائپ کا آدمی ہے۔ کیا یہ مافوق الفطرت ہے''...... سیٹھ اکمل نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''وہ انتہائی تیز طرار آدمی ہے سیٹھ صاحب۔ آپ نے اس کے بارے میں غلط اندازہ لگایا ہے۔ وہ عام غنڈوں، بدمعاشوں اور پیشہ ور قاتلوں کے بس کا روگ نہیں ہے۔ آپ نے اسے ہلاک ہی کرانا

تھا تو آپ مجھے بتاتے‘‘...... جانسن نے کہا۔

’’مجھے تو یہی بتایا گیا ہے کہ وہ بھی ایک بدمعاش ہے۔ کیا وہ کوئی خاص آدمی ہے‘‘...... سیٹھ اکمل نے کہا۔

’’جی ہاں۔ وہ دنیا کے خطرناک ترین سیکرٹ ایجنٹ علی عمران کا شاگرد ہے اور علی عمران نے اس کی خصوصی ٹریننگ کی ہوئی ہے اور میں نے اس لئے آپ کو کال کی ہے کہ کیا رجب علی کو آپ کی یہاں موجودگی کے بارے میں علم ہے یا نہیں‘‘...... جانسن نے کہا۔

’’نہیں۔ اسے یہ تو معلوم ہے کہ میں پوائنٹ تھری پر ہوں لیکن وہ بھی پوائنٹ تھری کی لوکیشن نہیں جانتا اور نہ ہی اسے یہاں کے فون نمبر کا علم ہے‘‘...... سیٹھ اکمل نے کہا۔

’’لیکن سیٹھ صاحب۔ آپ کب تک یہاں چھپے رہیں گے‘‘۔ جانسن نے کہا۔

’’میرا خیال تھا کہ ٹائیگر کو ہلاک کر دیا جائے گا تو میں سامنے آ جاؤں گا لیکن اب تم نے جو کچھ بتایا ہے اس کے بعد تو واقعی مجھے اس بارے میں سوچنا پڑے گا۔ تم بتاؤ کہ مجھے کیا کرنا چاہئے‘‘۔ سیٹھ اکمل نے کہا۔

’’ٹائیگر کے ہلاک ہونے سے آپ کا مسئلہ حل ہو جائے گا‘‘۔ جانسن نے کہا۔

’’ہاں۔ بظاہر تو ہو جائے گا۔ ویسے اس کا استاد وہ کیا نام بتا رہے تھے تم علی عمران۔ اگر وہ بھی ہلاک ہو جائے تو پھر معاملہ مکمل

طور پر نمٹ سکتا ہے‘‘...... سیٹھ اکمل نے کہا۔

’’ان دونوں کے لئے آپ کو کسی غیر ملکی گروپ کو ہائر کرنا پڑے گا جو واقعی ان کا خاتمہ کر سکے۔ یہ لوگ یہاں کے مقامی لوگوں کے بس کے نہیں ہیں‘‘...... جانسن نے کہا۔

’’تو تم ایسا کرو کہ جسے تم مناسب سمجھو ہائر کر کے ان کا خاتمہ کرا دو‘‘...... سیٹھ اکمل نے کہا۔

’’ایک شرط پر ایسا ہو سکتا ہے سیٹھ اکمل‘‘...... جانسن نے کہا۔

’’کون سی شرط‘‘...... سیٹھ اکمل نے چونک کر پوچھا۔

’’جانسن کلب میں آپ کا جو شیئر ہے وہ آپ چھوڑ دیں‘‘۔ جانسن نے کہا۔

’’تمہارا مطلب ہے کہ مکمل جانسن کلب تمہاری ملکیت بنا دوں لیکن اس کی کیا گارنٹی ہے کہ تم ان دونوں کو واقعی ہلاک کرا دو گے‘‘...... سیٹھ اکمل نے کہا۔

’’میرے بارے میں آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ میں جو کہتا ہوں وہ کرتا ہوں۔ اس طرح نہ صرف آپ کی زندگی بچ جائے گی بلکہ آپ کے تمام بزنس بھی دوبارہ چل سکتے ہیں جبکہ اس ٹائیگر اور عمران نے آپ کا پیچھا قیامت تک نہیں چھوڑنا‘‘...... جانسن نے کہا۔

’’ٹھیک ہے۔ مجھے تم پر اعتماد ہے‘‘...... سیٹھ اکمل نے کہا۔

’’تو میں اپنا آدمی بھیج دوں آپ کے پاس۔ آپ کاغذات پر

دستخط کر دیں۔ باقی کام مجھ پر چھوڑ دیں۔ صرف دو دن کے اندر ان دونوں کی لاشیں آپ کے سامنے پڑی ہوں گی''...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

''او کے۔ ٹھیک ہے۔ بھیج دو''...... سیٹھ اکمل نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے رسیور رکھ دیا۔

''تم بے فکر رہو جانسن۔ میرا کام ہو جائے۔ پھر دیکھنا تمہارا کیا حشر ہوتا ہے۔ مجھے بلیک میل کرنے والا عبرتناک موت کا شکار ہوتا ہے''...... سیٹھ اکمل نے رسیور رکھ کر بڑبڑاتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ریموٹ کنٹرول اٹھا کر ٹی وی آف کیا اور اٹھ کر کمرے کے بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا تاکہ آنے والے کو وہیں پھاٹک پر ہی دستخط کر کے فارغ کر دے۔

عمران فورسٹارز کے ہیڈکوارٹر کے بڑے کمرے میں موجود تھا۔ ٹائیگر اور فورسٹارز بھی وہاں موجود تھے۔ عمران کی پیشانی پر شکنوں کا جال سا پھیلا ہوا تھا کیونکہ رجب علی نے جو کچھ بتایا تھا اس سے یہ تو حتمی طور پر طے ہو گیا تھا کہ سیٹھ اکمل ملک سے باہر نہیں ہے بلکہ یہیں کہیں چھپا ہوا ہے۔ رجب علی نے بتایا تھا کہ وہ پوائنٹ تھری پر موجود ہے لیکن پوائنٹ تھری کے بارے میں اسے بھی علم نہیں تھا۔ عمران نے یہ تمام معلومات اس کے لاشعور سے براہ راست حاصل کی تھیں کیونکہ ٹائیگر جس حالت میں رجب علی کو لے کر آیا تھا اس حالت میں اس پر مزید تشدد بے کار تھا۔ گو عمران نے اس کے لاشعور سے یہ معلومات حاصل کرنے کے بعد اس کا خاتمہ کر دیا تھا لیکن اب مسئلہ یہ تھا کہ پوائنٹ تھری کو کیسے ٹریس کیا جائے اور یہ بات کسی کی سمجھ میں نہ آ رہی تھی اور شاید اسی سوچ بچار کے نتیجے

میں عمران کی پیشانی پر شکنوں کا جال پھیلا ہوا تھا کہ اچانک عمران ایک خیال کے تحت چونک پڑا۔

''تم نے سیٹھ اکمل کے ذاتی آفس کی تلاشی لی تھی''...... عمران نے صدیقی سے پوچھا۔

''ذاتی آفس۔ آپ کا مطلب اس کی رہائش گاہ سے ہے تو وہاں کی ہم نے مکمل اور تفصیلی تلاشی لی ہے۔ وہاں آفس ٹائپ کی کوئی چیز نہیں ہے اور جہاں تک اس کے پیشہ وارانہ آفس کا تعلق ہے تو وہ وہاں جاتا ہی نہیں۔ اس کے مینجرز ہی سارا کام کرتے ہیں۔ البتہ اس کی رہائش گاہ کے تمام ملازمین کا ایک ہی کہنا تھا کہ وہ ملک سے باہر ہے''...... صدیقی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''اس کے بیوی بچے کیا اس کے ساتھ نہیں رہتے''...... عمران نے چونک کر پوچھا۔

''اس کے ملازموں نے بتایا ہے کہ وہ شادی شدہ نہیں ہے''۔ صدیقی نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''ایسے لوگ جو اس قسم کے سنگین جرائم میں ملوث ہوتے ہیں کردار کے لحاظ سے وہ انتہائی گھٹیا ہوتے ہیں اس لئے یا تو اس نے کوئی خاص عورت رکھی ہوئی ہو گی یا پھر وہ کہیں جا کر اپنے گھٹیا کردار کا مظاہرہ کرتا ہو گا''...... عمران نے کہا۔

''میں نے اس کے ملازمین سے اس بارے میں بھی پوچھ گچھ کی تھی عمران صاحب۔ لیکن وہ کچھ بھی نہیں بتا سکے۔ انہیں صرف اسی

ہائش گاہ کے بارے میں علم تھا۔ باہر وہ کیا کرتا ہے، کہاں جاتا ہے ر کہاں نہیں جاتا انہیں واقعی کوئی علم نہیں تھا اور ان کے مطابق اس ہائش گاہ پر کبھی کوئی عورت اس کے ساتھ نہیں آئی تھی''...... صدیقی نے جواب دیا۔

''باس۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں اس بارے میں معلوم کروں''...... ٹائیگر نے کہا۔

''کیسے معلوم کرو گے''...... عمران نے چونک کر پوچھا۔

''یہاں ایک خفیہ کلب ہے جسے سیکرٹ کلب یا ایس کلب کہا جاتا ہے۔ وہاں بڑے بڑے سیٹھ، اسمگلرز، جرائم پیشہ افراد، صنعت کار، جاگیر دار اور اعلیٰ افسران آتے جاتے رہتے ہیں۔ وہاں خفیہ طور پر انہیں ہر وہ سہولت مہیا کی جاتی ہے جو وہ چاہتے ہیں اور اسے انتہائی خفیہ رکھا جاتا ہے۔ اگر سیٹھ اکمل کا کردار غلط ہو گا تو وہ لازماً اسی کلب آتا جاتا رہتا ہو گا''...... ٹائیگر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''لیکن کیا انہیں معلوم ہو گا کہ وہ اس وقت کہاں ہے''۔ عمران نے کہا۔

''ہاں۔ واقعی انہیں یہ بات تو معلوم نہیں ہو گی''...... ٹائیگر نے بے اختیار ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

''جب تم کہہ رہے ہو کہ وہ سیکرٹ کلب ہے تو پھر تمہیں کون بتائے گا سیٹھ اکمل کے بارے میں''...... عمران نے کہا۔

''وہاں ایک سپروائزر ہے جونی۔ وہ میرا دوست اس لئے ہے کہ میں اسے بھاری رقومات دے کر اس سے ضروری معلومات حاصل کرتا رہتا ہوں''...... ٹائیگر نے جواب دیا۔

''ٹھیک ہے۔ اسے فون کرو۔ شاید کوئی ایسی بات معلوم ہو جائے جس سے ہم آگے بڑھ سکیں ورنہ اس وقت تو حالت یہ ہے کہ ہر طرف دیواریں ہی دیواریں نظر آتی ہیں''...... عمران نے کہا تو ٹائیگر نے رسیور اٹھایا اور نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔ آخر میں اس نے خود ہی لاؤڈر کا بٹن پریس کر دیا۔

''ایس کلب''...... رابطہ قائم ہوتے ہی ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

''تھری ٹی بول رہا ہوں۔ سپروائزر جونی سے بات کراؤ''۔ ٹائیگر نے کہا۔

''ہولڈ کریں''...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

''ہیلو۔ جونی بول رہا ہوں''...... چند لمحوں بعد ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

''تھری ٹی بول رہا ہوں جونی۔ سپیشل نمبر پر پہنچ جاؤ۔ تمہارے لئے بھاری رقم تیار ہے''...... ٹائیگر نے کہا۔

''اوہ۔ اوہ تم۔ اچھا۔ ٹھیک ہے''...... دوسری طرف سے چونک کر کہا گیا تو ٹائیگر نے رسیور رکھ دیا۔ چند لمحوں بعد اس نے دوبارہ رسیور اٹھایا اور نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔ لاؤڈر کا بٹن چونکہ

پہلے ہی پریسڈ تھا اس لئے اس کو دوبارہ پریس کرنے کی ضرورت نہ تھی۔

''یس''...... رابطہ قائم ہوتے ہی جونی کی آواز سنائی دی۔

''ٹائیگر بول رہا ہوں جونی''...... ٹائیگر نے کہا۔

''تم کہاں سے بات کر رہے ہو''...... جونی نے انتہائی بے چین سے لہجے میں کہا تو ٹائیگر بے اختیار چونک پڑا۔

''کیوں۔ تم کیوں پوچھ رہے ہو۔ کوئی خاص بات ہے''۔ ٹائیگر نے پوچھا۔

''تم میرے اچھے فنانسر ہو ٹائیگر اور مجھے تمہارے بارے میں انتہائی تشویشناک اطلاع اتفاقاً ملی ہے اس لئے میں پوچھ رہا ہوں''...... جونی نے کہا۔

''کیا اطلاع ملی ہے''...... ٹائیگر نے کہا۔

''تمہیں اور تمہارے استاد علی عمران کو ہلاک کرنے کے لئے دارالحکومت کے سب سے خطرناک گروپ کرائس کی خدمات حاصل کی گئی ہیں اور تم اگر نہیں جانتے تو میں بتا دوں کہ کرائس گروپ انتہائی خطرناک اور انتہائی تیز رفتار گروپ ہے۔ وہ اب پورے دارالحکومت میں تمہیں اور تمہارے استاد کو تلاش کر رہے ہوں گے اور جیسے ہی انہیں تمہارے بارے میں کوئی اطلاع ملی وہ اس پوری عمارت کو ہی میزائلوں سے اڑا دیں گے جہاں تم یا تمہارا استاد موجود ہو گا۔ اگر تم کار میں ہو گے تو اس کار کو اڑا دیا جائے گا۔ یہ لوگ

اس کی پرواہ نہیں کرتے کہ اس طرح اور کتنے افراد ہلاک ہوتے ہیں''...... جونی نے کہا۔

''کرائس گروپ کو کس نے ہمارے خلاف ہائر کیا ہے''۔ ٹائیگر نے پوچھا اور عمران نے اس انداز میں سر ہلا دیا جیسے اسے ٹائیگر کا سوال پسند آیا ہو۔

''تمہیں معلوم تو ہے کہ یہ باتیں سیکرٹ ہوتی ہے۔ مجھے کرائس کے ایک آدمی نے بتایا ہے۔ وہ تمہارے بارے میں معلوم کرنے میرے پاس آیا تھا۔ وہ میرا دوست بھی ہے اس لئے اس نے مجھے بتا دیا کہ وہ کیوں تمہارے بارے میں پوچھ رہا ہے۔ میں نے اسے بتایا کہ تم کبھی کبھار ہی یہاں آتے ہو''...... جونی نے کہا۔

''تمہیں معلوم ہے کہ اس کرائس گروپ کا چیف کون ہے اور اس کا ہیڈکوارٹر کہاں ہے''...... ٹائیگر نے کہا۔

''ارے۔ حیرت ہے تمہیں نہیں معلوم۔ اس کا چیف معروف گینگسٹر روبن ہے۔ ایسٹ وڈ کلب کا مالک اور جنرل مینجر۔ پاکیشیا کا سب سے خطرناک آدمی''...... جونی نے کہا۔

''اوہ اچھا۔ ٹھیک ہے۔ یہ بتاؤ کہ سیٹھ اکمل کو جانتے ہو''۔ ٹائیگر نے پوچھا۔

''سیٹھ اکمل۔ ہاں جانتا ہوں۔ کیوں''...... جونی نے کہا۔

''وہ کسی خفیہ جگہ چھپا ہوا ہے اور میں اسے ایک پارٹی کے لئے تلاش کر رہا ہوں۔ تمہیں تمہارا منہ مانگا معاوضہ مل سکتا ہے اگر تم اس

کے بارے میں کوئی حتمی معلومات مہیا کر دو''...... ٹائیگر نے کہا۔

''نہیں۔ وہ کبھی کبھار ہی یہاں آتا ہے۔ اس کے بارے میں مجھے کسی تفصیل کا علم نہیں ہے۔ ویسے بھی وہ ایک غیر اہم سا آدمی ہے''...... جونی نے کہا۔

''اوکے۔ اس اطلاع کا شکریہ''...... ٹائیگر نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔

''یقیناً اس سیٹھ اکمل نے ہی اس کرائس گروپ کو ہمارے خلاف ہائر کیا ہوگا اور کرائس گروپ کا چیف جانتا ہو گا کہ سیٹھ اکمل کہاں ہے اس لئے اب اسے گھیرنا پڑے گا''...... عمران نے کہا۔

''آپ اور ٹائیگر یہیں رہیں۔ ہم جا کر اسے کور کرتے ہیں''۔ صدیقی نے کہا۔

''ارے نہیں۔ پہلے بھی میں تمہارے ساتھ نہیں گیا تھا اس لئے تم لوگ ناکام واپس لوٹے تھے۔ اب میں تمہارے ساتھ جاؤں گا۔ جب تک دُم دار ستارہ ساتھ نہ ہو فور سٹارز لنڈورے ہی رہتے ہیں''...... عمران نے کہا تو صدیقی اور اس کے ساتھی بے اختیار ہنس پڑے۔

روبن لمبے قد اور بھاری جسم کا مالک تھا۔ اس کا چہرہ لمبوترا اور پیشانی تنگ تھی اور سر پر گھنگھریالے بال تھے۔ اس کے چہرے پر زخموں کے مندمل نشانات کافی تعداد میں تھے جن کی وجہ سے اس کا چہرہ دیکھ کر فوراً یہ احساس ہوتا تھا کہ روبن لڑنے بھڑنے والا آدمی ہے۔ وہ اپنے کلب کے تہہ خانے میں بنے ہوئے اپنے مخصوص آفس میں موجود تھا کہ سامنے رکھے ہوئے فون کی گھنٹی بج اٹھی تو روبن نے ہاتھ بڑھا کر رسیوز اٹھا لیا۔

''یس''...... روبن نے دھاڑتے ہوئے لہجے میں کہا۔ وہ اسی لہجے میں بات کرنے کا عادی تھا۔

''ٹونی بول رہا ہوں باس''...... دوسری طرف سے ایک سہمی ہوئی سی مردانہ آواز سنائی دی۔

''کیا بات ہے۔ کیوں فون کیا ہے''...... روبن نے اسی طرح

دھاڑتے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

''آپ کے دوست جانسن کلب کے جانسن کا فون ہے۔ وہ آپ سے بات کرنا چاہتا ہے''...... ٹونی نے اسی طرح سہمے ہوئے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

''جانسن۔ اچھا کراؤ بات''...... روبن نے چونک کر کہا۔

''ہیلو۔ جانسن بول رہا ہوں''...... چند لمحوں بعد ایک اور مردانہ آواز سنائی دی۔ لہجہ قدرے بے تکلفانہ تھا۔

''روبن بول رہا ہوں۔ کیسے فون کیا ہے''...... روبن نے اپنی طرف سے نرم لہجے میں بات کی لیکن اس کے باوجود اس کے لہجے میں غراہٹ نمایاں تھی۔

''ایک کام تمہارے گروپ کو دینا چاہتا ہوں''...... دوسری طرف سے کہا گیا تو روبن چونک پڑا۔

''کون سا کام۔ کیا مطلب''...... روبن نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''یہاں انڈر ورلڈ میں ایک آدمی کام کرتا ہے۔ اس کا نام ٹائیگر ہے۔ وہ جرائم کے اعلیٰ طبقوں میں موو کرتا ہے۔ ایک اور آدمی ہے جس کا نام علی عمران ہے اور وہ اس ٹائیگر کا استاد ہے اور کنگ روڈ کے فلیٹ نمبر دو سو میں اپنے ایک باورچی کے ساتھ رہتا ہے۔ یہ عمران پاکیشیا سیکرٹ سروس کے لئے کام کرتا ہے اور انتہائی خطرناک ایجنٹ سمجھا جاتا ہے۔ میں ان دونوں کو جس قدر جلد ممکن ہو سکے

ہلاک کرانا چاہتا ہوں“...... جانسن نے کہا۔

”لیکن میں تو ان دونوں میں سے کسی کو نہیں جانتا اور ان جیسے غیر اہم آدمیوں کے لئے تمہیں میرا گروپ ہی نظر آیا ہے۔ شہر میں اور بے شمار گروپ ہیں۔ کسی کو بھی ہائر کر لو“...... روبن نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

”اسی لئے تو تم سے بات کر رہا ہوں روبن کہ تم نہیں جانتے۔ یہ دونوں حد درجہ چالاک، عیار، شاطر اور خطرناک آدمی ہیں اور اسی لئے تو میں نے تمہیں ان کے خلاف ہائر کرنے کے بارے میں سوچا ہے“...... جانسن نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ اگر ایسا ہے تو پھر میں یہ مشن لینے کے لئے تیار ہوں۔ ان کے حلیئے اور رہائش گاہیں بتا دو۔ لیکن یہ سن لو کہ معاوضہ دس لاکھ ڈالر ہو گا“...... روبن نے کہا۔

”میں تمہیں بیس لاکھ ڈالر دوں گا لیکن ان دونوں کا خاتمہ یقینی طور پر ہونا چاہئے۔ علی عمران کی رہائش گاہ میں تمہیں پہلے ہی بتا چکا ہوں۔ کنگ روڈ کے فلیٹ نمبر دو سو میں وہ اپنے باورچی کے ساتھ رہتا ہے جبکہ ٹائیگر ہوٹل الاسکا میں رہتا ہے۔ یہ عام طور پر میک اپ بھی کر لیتے ہیں لیکن اب چونکہ ان کو علم نہیں ہو گا کہ تم ان کے خلاف ہائر ہو چکے ہو اس لئے وہ اپنے اصل چہروں میں ہوں گے۔ ان کی تفصیل میں تمہیں بتا دیتا ہوں“...... جانسن نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے تفصیل سے ٹائیگر اور عمران کے حلیئے اور

قدوقامت کی تفصیل بتا دی۔

”اوکے۔ بے فکر رہو۔ جیسے ہی یہ ٹریس ہوئے دوسرے لمحے ختم ہو جائیں گے“...... روبن نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے رسیور رکھا اور سائیڈ سیٹ پر پڑے ہوئے انٹرکام کا رسیور اٹھا کر اس نے یکے بعد دیگرے تین نمبر پریس کر دیئے۔

”انتھونی بول رہا ہوں“...... دوسری طرف سے ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

”روبن بول رہا ہوں“...... روبن نے کہا۔

”اوہ۔ اوہ۔ آپ چیف باس۔ حکم فرمائیں“...... انتھونی کا لہجہ یکدم بھیک مانگنے والوں جیسا ہو گیا۔

”ایک مشن میں نے لے لیا ہے۔ دو آدمیوں کا خاتمہ کرنا ہے اور جس قدر جلد ممکن ہو سکے پورے گروپ کو دارالحکومت میں پھیلا دو اور مجھے جلد از جلد مشن مکمل ہونے کی اطلاع دو“...... روبن نے اسی طرح دھاڑتے ہوئے لہجے میں کہا۔

”یس چیف باس۔ کیا تفصیل ہے باس“...... دوسری طرف سے انتھونی نے کہا تو روبن نے اسے ٹائیگر کا حلیہ، قدوقامت کی تفصیل بتائی اور پھر علی عمران کا نام، اس کا حلیہ اور قدوقامت کی تفصیل کے ساتھ ساتھ ان کی رہائش گاہوں کے بارے میں بھی بتا دیا۔

”یس باس۔ میں ابھی مشن پر کام شروع کر دیتا ہوں اور جلد ہی آپ کو اطلاع دوں گا“...... انتھونی نے کہا تو روبن نے بغیر کچھ کہے

رسیور رکھ دیا لیکن پھر دو گھنٹے گزر گئے اور انتھونی کی طرف سے کوئی اطلاع نہ ملی تو روبن بے حد حیران ہوا کیونکہ کرائس گروپ کے بارے میں اسے علم تھا کہ یہ کس قدر تیزی سے کام کرتا ہے اور آج تک بڑے سے بڑے مشن پر اتنا وقت کبھی نہیں لگا تھا۔ زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹے کے اندر اندر مشن مکمل کر دیا جاتا تھا کیونکہ یہ گروپ پورے دارالحکومت میں پھیل کر اپنے شکار کو ٹریس کرتا تھا۔ روبن نے انٹرکام کا رسیور اٹھایا اور یکے بعد دیگرے تین نمبر پریس کر دیئے۔

''انتھونی بول رہا ہوں''...... دوسری طرف سے انتھونی کی آواز سنائی دی۔

''روبن بول رہا ہوں۔ دو گھنٹے مشن کو گزر گئے ہیں لیکن تم نے اطلاع نہیں دی۔ کیوں''...... روبن نے حلق کے بل چیختے ہوئے کہا۔

''باس۔ یہ دونوں پورے دارالحکومت میں کہیں ٹریس نہیں ہو رہے۔ پورے دارالحکومت میں گروپ پھیل چکا ہے اور ہر کار کو چیک کیا جا رہا ہے۔ ہر کلب اور ہوٹل میں انہیں چیک کیا جا رہا ہے۔ ان کی رہائش گاہیں مسلسل چیک کی جا رہی ہیں لیکن وہ دونوں غائب ہیں۔ ان کے بارے میں ہر طرف سے معلومات حاصل کی جا رہی ہیں۔ جیسے ہی وہ سامنے آئے دوسرا سانس نہ لے سکیں گے''...... انتھونی نے تفصیلی رپورٹ دیتے ہوئے کہا۔

''اوکے۔ جس قدر جلد ممکن ہو سکے مشن مکمل کرو اور سنو۔ میں اب ایک ضروری کام کرنا چاہتا ہوں اس لئے اگر مشن مکمل ہو جائے تب بھی دو گھنٹوں تک تم مجھ سے رابطہ نہیں کرو گے۔ دو گھنٹوں بعد میں خود تم سے رابطہ کروں گا اور سنو۔ ان دو گھنٹوں میں مشن ہر صورت میں مکمل ہونا چاہئے۔ وہ چاہے پاتال میں کیوں نہ چھپ جائیں انہیں باہر نکالو اور ہلاک کر دو۔ یہ کرائس کی توہین ہے کہ وہ اپنے مشن کی تکمیل میں اتنا طویل وقت لے''...... روبن نے دھاڑتے ہوئے لہجے میں کہا اور رسیور رکھ کر اس نے میز پر پڑے ہوئے ایک چھوٹے سے ڈبے پر موجود سرخ رنگ کا بٹن پریس کر دیا اور پھر اٹھ کر وہ عقبی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ ڈبے کے اس بٹن کے دبتے ہی وہ خفیہ راستہ کھل گیا تھا جہاں سے وہ کسی کی نظروں میں آئے بغیر باہر جا سکتا تھا۔ وہ کلب کے ہی ایک ضروری کام کی وجہ سے جا رہا تھا اور پھر واقعی دو گھنٹے بعد اس کی واپسی ہوئی۔ اس نے ڈبے پر موجود بٹن کو دو بار پریس کیا اور دوبارہ اپنی کرسی پر بیٹھ کر اس نے ایک بار پھر انٹرکام کا رسیور اٹھایا اور یکے بعد دیگرے تین بٹن پریس کر دیئے۔

''انتھونی بول رہا ہوں''...... دوسری طرف سے انتھونی کی آواز سنائی دی۔

''روبن بول رہا ہوں۔ مشن کا کیا ہوا''...... روبن نے غراتے ہوئے پوچھا۔

''وہ کہیں بھی ٹریس نہیں ہو رہے باس اور مجھے لگتا ہے کہ وہ دارالحکومت میں موجود نہیں ہیں اور نہ ہی وہ اپنی رہائش گاہوں پر آئے ہیں۔ اس علی عمران کے باورچی سے پوچھ گچھ کی گئی ہے۔ وہ بھی لاعلم ہے لیکن ہم مسلسل کام کر رہے ہیں''...... انتھونی نے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ اگر وہ دارالحکومت میں ہی موجود نہ ہوں تو پھر کیا کیا جا سکتا ہے۔ بہرحال تم کام جاری رکھو اور مشن مکمل ہوتے ہی مجھے اطلاع دو۔ اب میں آفس میں موجود ہوں''...... روبن نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔ اب اس کے چہرے پر قدرے اطمینان کے تاثرات ابھر آئے تھے۔ اسے خیال آ گیا تھا کہ اگر اب تک وہ ٹریس نہیں ہو سکے تو واقعی وہ دارالحکومت سے باہر ہوں گے کیونکہ اسے کرائس گروپ کی تیز کارکردگی کا بخوبی علم تھا۔ بہرحال اسے یقین تھا کہ وہ دونوں کرائس گروپ سے کسی صورت نہیں بچ سکتے۔

دو کاریں خاصی تیز رفتاری سے سڑک پر دوڑتی ہوئی آگے بڑھی چلی جا رہی تھی جن میں سے ایک کار کی ڈرائیونگ سیٹ پر ٹائیگر تھا جبکہ عمران سائیڈ سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا۔ دوسری کار میں فور سٹارز سوار تھے۔ اس کی ڈرائیونگ سیٹ پر نعمانی تھا جبکہ سائیڈ سیٹ پر صدیقی اور عقبی سیٹ پر خاور اور چوہان بیٹھے ہوئے تھے۔ عمران نے اپنا اور ٹائیگر کا میک اپ کیا ہوا تھا اور کاروں کا رخ کرائس کلب کی طرف تھا۔ عمران کے کہنے پر روانگی سے قبل ٹائیگر نے ایک کال کر کے کرائس گروپ کے بارے میں کسی آدمی سے معلومات حاصل کر لی تھیں۔ اس آدمی نے بتایا تھا کہ کرائس گروپ کا ہیڈ انتھونی ہے جس کا آفس کلب کے اندر ہی ہے۔ اس کے انڈر بیس افراد ہیں جو سب کے سب پیشہ ور قاتل ہیں۔ یہ گروپ انتہائی فعال سمجھا جاتا ہے اور یہ بڑے بڑے مشن لیتا ہے۔ روبن کے بارے میں اس

آدمی نے بتایا کہ کلب کے نیچے تہہ خانے میں اس کا آفس ہے لیکن وہاں تک کوئی نہیں پہنچ سکتا۔ تمام رابطے فون پر ہوتے ہیں اور وہ کسی کے سامنے نہیں آتا۔ ویسے کلب کا مینجر راڈکس نامی ایک آدمی ہے۔ اس کلب میں اونچی آواز میں بولنے والے کو بھی ہلاک کر کے اس کی لاش غائب کر دی جاتی ہے اس لئے وہاں بڑے بڑے جرائم پیشہ افراد اور غنڈے بھی دب کر بات کرتے ہیں۔

''باس۔ کیا ہمیں اس انتھونی کو کور کرنا ہو گا''...... ٹائیگر نے اچانک کہا۔

''نہیں۔ ہم نے اس روبن سے معلوم کرنا ہے کہ اسے ہمارے خلاف مشن کس نے دیا ہے۔ انتھونی کے پاس مشن ہم دونوں کے خلاف ہو گا اور ہم میک اپ میں ہیں۔ وہ بہرحال ہمیں ٹریس کرتے پھریں گے لیکن ہمیں پہلے اس سیٹھ اکمل کو بل سے باہر نکالنا ہے''...... عمران نے جواب دیا۔

''لیکن باس۔ پھر تو ہمیں خفیہ راستہ تلاش کرنا ہو گا اس روبن تک پہنچنے کے لئے''...... ٹائیگر نے کہا۔

''تو کیا ہوا۔ کیا تم ایسے کلبوں کے خفیہ راستوں سے واقف نہیں ہو۔ ایسے کلبوں میں ہمیشہ خصوصی راستے ایک ہی طرز کے بنائے جاتے ہیں''...... عمران نے کہا۔

''آپ کا مطلب ہے کہ کلب کی عقبی طرف گلی میں راستہ ہو گا''...... ٹائیگر نے کہا۔

''ہاں۔ ایسا بھی ہو سکتا ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ راستہ کسی رہائش گاہ میں یا قریب کے کسی دوسرے کلب میں جا نکلتا ہو۔ وہاں پہنچ کر چیک کرنا ہو گا''...... عمران نے کہا اور ٹائیگر نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ پھر تقریباً چالیس منٹ کی ڈرائیونگ کے بعد کاریں کرائس کلب کے سامنے پہنچ گئیں تو عمران نے ٹائیگر کو عقبی طرف کا کہہ دیا لیکن جب آگے جا کر وہ سڑک پر گھومے تو کلب کی عقبی طرف بھی ایک عمارت تھی۔ درمیان میں کوئی گلی موجود نہ تھی اور ٹائیگر نے کار کچھ آگے لے جا کر روک دی۔ صدیقی اور اس کے ساتھیوں کی کار ان کے عقب میں پہنچ کر رک گئی تھی۔

''اس کا مطلب ہے کہ یہ خفیہ راستہ کسی عمارت میں جا نکلتا ہے۔ تم یہیں ٹھہرو۔ میں فون پر معلوم کرتا ہوں''...... عمران نے کار کا دروازہ کھول کر نیچے اترتے ہوئے کہا اور پھر اس نے عقبی کار میں موجود ساتھیوں کو ہاتھ کے اشارے سے وہیں رکنے کے لئے کہا اور تیز تیز قدم اٹھاتا آگے کچھ فاصلے پر موجود ایک پبلک فون بوتھ کی طرف بڑھ گیا۔ ایک فون بوتھ میں داخل ہو کر اس نے رسیور اٹھایا اور انکوائری کے نمبر پریس کر دیئے۔ چونکہ انکوائری کے لئے فون سیٹ میں سکے نہ ڈالنے پڑتے تھے اس لئے اس نے کوئی سکہ نہ ڈالا تھا۔

''انکوائری پلیز''...... رابطہ قائم ہوتے ہی ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

"سن شائن کلب کا نمبر دیں"...... عمران نے کہا تو دوسری طرف سے چند لمحوں کی خاموشی کے بعد نمبر بتا دیا گیا تو عمران نے رسیور رکھا اور جیب سے سکے نکل کر اس نے انہیں مخصوص خانے میں ڈالا تو فون سیٹ پر سبز رنگ کا ایک بلب جل اٹھا اور عمران نے رسیور اٹھا کر انکوائری آپریٹر کے بتائے ہوئے نمبر پریس کر دیئے۔

"سن شائن کلب"...... رابطہ قائم ہوتے ہی ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

"راسٹر سے بات کراؤ۔ میں پرنس آف ڈھمپ بول رہا ہوں"۔ عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"یس سر۔ ہولڈ کریں"...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

"راسٹر بول رہا ہوں"...... چند لمحوں بعد ایک مردانہ آواز سنائی دی۔

"پرنس آف ڈھمپ بول رہا ہوں"...... عمران نے کہا۔

"اوہ۔ اوہ۔ آپ۔ کہاں سے بات کر رہے ہیں پرنس"۔ دوسری طرف سے چونک کر پوچھا گیا۔

"کیوں۔ تم کیوں پوچھ رہے ہو"...... عمران نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"اس لئے کہ مجھے اطلاع ملی ہے کہ کرائس گروپ آپ کو ہلاک کرنے کے مشن پر کام کر رہا ہے۔ اس نے آپ کے فلیٹ پر فون کیا لیکن وہاں آپ کے باورچی سلیمان نے بتایا کہ آپ موجود نہیں

ہیں۔ یہ انتہائی خطرناک گروپ ہے پرنس اس لئے مجھے بے حد فکر تھی"...... راسٹر نے جواب دیا۔

"مجھے اطلاع مل چکی ہے اس لئے تو میں نے اپنا نام پرنس لیا ہے۔ اس کرائس گروپ کا چیف ہے روبن اور وہ کلب کے نیچے کسی تہہ خانے میں رہتا ہے وہاں تک کلب کے عقب سے جانے کا کوئی راستہ نہیں ہے۔ میں نے تمہیں اس لئے فون کیا ہے کہ تم جیسے آدمی کو لامحالہ اس بارے میں تفصیل معلوم ہو گی"...... عمران نے کہا۔

"پرنس۔ روبن میرا بہترین دوست ہے اس لئے عام حالات میں اگر آپ پوچھتے تو میں آپ کو نہ بتاتا لیکن روبن نے آپ کے خلاف مشن لے کر اپنی زندگی کی سب سے بڑی حماقت کی ہے۔ مجھے معلوم ہے کہ اگر میں نے آپ کو تفصیل نہ بتائی تو آپ اس پورے کلب کو ہی میزائلوں سے اڑا سکتے ہیں لیکن پرنس۔ روبن صرف حکم دیتا ہے۔ اس کا اصل کام اس کا آدمی انتھونی کرتا ہے اور اس خطرناک گروپ میں بہت سے آدمی ہیں۔ اب تک آپ انہیں دستیاب نہیں ہوئے ورنہ وہ مشن مکمل کر چکے ہوتے"...... راسٹر نے کہا۔

"مجھے معلوم ہے۔ میں نے روبن سے یہ معلوم کرنا ہے کہ اسے یہ مشن کس نے دیا ہے۔ مجھے اس سے دلچسپی ہے۔ باقی کام میرا شاگرد ٹائیگر کرے گا"...... عمران نے کہا۔

"اوہ۔ اوہ۔ ٹائیگر کے خلاف بھی وہ کام کر رہے ہیں"۔ راسٹر

نے کہا۔

"مجھے معلوم ہے۔ تم مجھے بتاؤ کہ اس کے خفیہ تہہ خانے کا راستہ کس طرف سے ہے اور اس کا حلیہ وغیرہ بتاؤ"...... عمران نے کہا تو جواب میں راسٹر نے اسے سب کچھ تفصیل سے بتا دیا۔

"او کے۔ شکریہ"...... عمران نے کہا اور رسیور رکھ کر وہ فون بوتھ سے نکلا اور تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا واپس کاروں کی طرف آ گیا۔ عقبی کار سے اب صدیقی اور اس کے ساتھی بھی باہر نکل کر کھڑے تھے جبکہ ٹائیگر کار کے اندر ہی موجود تھا۔

"میں نے اس روبن تک پہنچنے کا راستہ معلوم کر لیا ہے اور میں اور ٹائیگر اس سے معلومات حاصل کریں گے جبکہ تم چاروں نے اس کلب میں داخل ہو کر اس انتھونی کو کور کرنا ہے اور اس سے اس گروپ کو اس کے ہیڈ کوارٹر میں اکٹھا کر کے ان سب کا خاتمہ کرنا ہے۔ یہ واقعی انتہائی خطرناک گروپ ہے۔ اس کا خاتمہ بے حد ضروری ہے"...... عمران نے کہا۔

"ہیڈ کوارٹر کیا علیحدہ ہو گا یا یہی کلب ہے"...... صدیقی نے پوچھا۔

"دونوں کام ہو سکتے ہیں"...... عمران نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ ہم سمجھ گئے ہیں۔ آپ بے فکر رہیں۔ اس گروپ کا مکمل خاتمہ ہمارے ذمے"...... صدیقی نے کہا اور عمران سر ہلاتا ہوا مڑا اور دوبارہ اس کار کی سائیڈ پر بیٹھ گیا جس کی ڈرائیونگ سیٹ

پر ٹائیگر تھا جبکہ عقبی کار سٹارٹ ہو کر آگے بڑھی اور ان کی کار کو کراس کرتی ہوئی آگے نکل گئی۔

"آگے ایک سڑک دائیں ہاتھ پر مڑتی ہے اور اسی سڑک پر ایک سرخ رنگ کی چھوٹی سی عمارت ہے اس عمارت میں بظاہر کسی ڈاکٹر وکٹر کی رہائش ظاہر کی گئی ہے اور وہاں صرف چار مسلح افراد موجود رہتے ہیں۔ اس عمارت سے خفیہ راستہ روبن کے آفس تک جاتا ہے"...... عمران نے کہا تو ٹائیگر نے اثبات میں سر ہلا دیا اور کار آگے بڑھا دی۔ تھوڑی دیر بعد وہ اس سڑک پر پہنچ گئے جہاں یہ سرخ رنگ کی عمارت تھی۔

"کار کو سامنے پارکنگ میں روک دو اور باکس میں سے سائیلنسر لگے مشین پسٹل نکال لو۔ ہم نے تین افراد کو فوری ہلاک کرنا ہے جبکہ چوتھا ہمیں روبن تک لے جائے گا لیکن یہ کام فوری کرنا ہے ورنہ روبن تک اطلاع پہنچ گئی تو وہ راستہ کلوز بھی کر سکتا ہے"...... عمران نے کہا تو ٹائیگر نے اثبات میں سر ہلایا اور پھر کار کو وہ ایک پبلک پارکنگ میں لے گیا جہاں پہلے سے کافی تعداد میں کاریں موجود تھیں کیونکہ آگے کافی بڑی مارکیٹ تھی جس کی گلیاں تنگ تھیں اس لئے اس مارکیٹ میں شاپنگ کرنے والے اپنی کاریں اس پارکنگ میں ہی کھڑی کر دیتے تھے۔ ٹائیگر نے کار روکی تو عمران دروازہ کھول کر نیچے اترا۔ ٹائیگر نے سائیڈ سیٹ اٹھائی اور نیچے باکس میں موجود ایک سائیلنسر لگا مشین پسٹل نکال کر اس نے

اپنی جیب میں ڈالا اور پھر دوسرا سائیلنسر لگا مشین پسٹل اٹھا کر اس نے دوسری جیب میں ڈالا اور سیٹ بند کر کے اس نے کار کے دروازے لاک کئے اور پھر ڈرائیونگ سیٹ کا دروازہ کھول کر وہ باہر آ گیا۔ اس نے یہ دروازہ بھی لاک کیا اور پھر عمران کے قریب آ کر اس نے ایک سائیلنسر لگا مشین پسٹل نکال کر عمران کی طرف بڑھا دیا۔ عمران نے اسے جیب میں ڈالا اور پھر وہ پارکنگ سے نکل کر تیز تیز قدم اٹھاتے سڑک کراس کر کے آگے اس سرخ عمارت کی طرف بڑھتے چلے گئے جس کا پھاٹک بند تھا۔ ستون پر کسی ڈاکٹر وکٹر کے نام کی پلیٹ موجود تھی جس کے نیچے ڈگریوں کی ایک لمبی سی قطار موجود تھی۔ عمران نے ہاتھ اٹھا کر کال بیل کا بٹن پریس کر دیا۔

چند لمحوں بعد پھاٹک کی چھوٹی کھڑکی کھلی اور اس میں سے ایک لمبے قد اور بھاری جسم کے غنڈہ نما آدمی نے باہر آنے کے لئے سر جھکایا ہی تھا کہ عمران نے اس کے سر پر ہاتھ مارا اور وہ آدمی چیختا ہوا اچھل کر پشت کے بل پیچھے جا گرا۔ عمران بجلی کی سی تیزی سے اندر داخل ہوا اور پھر اس سے پہلے کہ نیچے گرا ہوا آدمی پوری طرح اٹھتا عمران کی لات حرکت میں آئی اور ایک بار پھر وہ بھاری جسم کا آدمی چیختا ہوا واپس نیچے جا گرا۔ اس کے ساتھ ہی عمران کا ہاتھ حرکت میں آیا اور سٹک کی آواز کے ساتھ ہی گولی اس آدمی کے عین دل پر لگی اور وہ صرف ہلکی سی حرکت کر کے ساکت ہو گیا تو عمران تیزی سے آگے بڑھتا چلا گیا جبکہ اس کے پیچھے ٹائیگر بھی تھا۔ ٹائیگر نے

پھاٹک کی کنڈی اندر سے لگا دی اور اس آدمی کی لاش گھسیٹ کر ایک طرف کر دی۔ پھر وہ دبے قدموں دوڑتا ہوا عمران کے قریب پہنچ گیا جو اب برآمدے کے قریب پہنچ چکا تھا۔

"کون آیا تھا راگو"...... ایک کمرے کے کھلے دروازے سے ایک بھاری سی آواز سنائی دی تو عمران اس دروازے کی طرف مڑ گیا جبکہ ٹائیگر تیزی سے سائیڈ پر موجود ایک اور دروازے کی طرف بڑھ گیا جو کھلا ہوا نظر آ رہا تھا۔ عمران اس کمرے میں داخل ہوا تو وہاں دو آدمی بیٹھے ہوئے تھے۔ درمیانی میز پر تاش کے پتے پڑے ہوئے تھے اور ساتھ ہی شراب کی بوتلیں بھی موجود تھیں۔

"کون ہو۔ کون ہو تم"...... عمران کے اندر داخل ہوتے ہی ان دونوں نے بے اختیار چیخ کر کہا لیکن دوسرے ہی لمحے سٹک کی آواز کے ساتھ ہی سامنے میز کی دوسری طرف بیٹھا ہوا آدمی چیختا ہوا کرسی سمیت پیچھے جا گرا جبکہ دوسرا آدمی جو افراتفری کے عالم میں اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا عمران کے دوسرے ہاتھ کی بھرپور ضرب کنپٹی پر کھا کر چیختا ہوا نیچے جا گرا۔ پھر اس سے پہلے کہ وہ اٹھتا عمران کی لات حرکت میں آئی اور دوسری ضرب پڑتے ہی اس آدمی نے ہاتھ پیر چھوڑ دیئے تو عمران مڑا ہی تھا کہ ٹائیگر کے قدموں کی آواز سنائی دی۔

"کیا ہوا ٹائیگر، چوتھے آدمی کا"...... عمران نے کمرے کے اندر سے ہی پوچھا۔

''باس۔ وہ بیڈ پر سو رہا تھا۔ میں نے اسے بے ہوش کر دیا ہے''...... ٹائیگر نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔

''اچھا۔ میں نے سوچا کہ کہیں اسے ہلاک نہ کرنا پڑے اس لئے یہاں میں نے ایک کو بے ہوش کر دیا ہے۔ جاؤ اسے ہلاک کر دو''۔ عمران نے کہا تو ٹائیگر سر ہلاتا ہوا کمرے سے باہر چلا گیا تو عمران نے مشین پسٹل جیب میں ڈالا اور پھر جھک کر اس نے فرش پر پڑے ہوئے بے ہوش آدمی کی ناک اور منہ دونوں ہاتھوں سے بند کر دیا۔ چند لمحوں بعد جب اس کے جسم میں حرکت کے تاثرات نمودار ہونے شروع ہو گئے تو عمران سیدھا ہوا اور پھر اس نے اپنا پیر اس آدمی کی گردن پر رکھ دیا۔ چند لمحوں بعد اس آدمی نے آنکھیں کھولیں اور اس کے ساتھ ہی اس کا جسم اٹھنے کے لئے سمٹنے لگا تھا کہ عمران نے پیر کو اوپر کی طرف موڑ دیا اور اس آدمی کے جسم نے یکلخت جھٹکے کھانے شروع کر دیئے۔

''کیا نام ہے تمہارا''...... عمران نے پیر کو واپس موڑتے ہوئے کہا۔

''مم۔ مم۔ ماسٹر۔ ماسٹر''...... اس آدمی نے رک رک کر کہا۔ تکلیف کی شدت سے اس کا چہرہ مسخ ہو رہا تھا۔

''اب بتاؤ کہ روبن کے آفس تک راستہ کہاں سے جاتا ہے اور یہاں سے جانے کے لئے اسے کیسے کھولا جاتا ہے''...... عمران نے پیر کو ایک جھٹکا دیتے ہوئے کہا۔

''مم۔ مم۔ مت مارو۔ یہ عذاب ہٹا لو۔ میں بتاتا ہوں''۔ ماسٹر نے رک رک کر کہا۔

''جلدی اور تفصیل سے بتاؤ''...... عمران نے کہا۔

''چیف اندر سے راستہ کھولتا ہے۔ ادھر سے نہیں کھل سکتا۔ اگر ایمرجنسی ہو تو ہم اسے انٹرکام پر بتاتے ہیں۔ اگر وہ چاہے تو راستہ کھول دیتا ہے ورنہ نہیں''...... ماسٹر نے جواب دیا۔

''کیا ایمرجنسی ہوتی ہے جس سے وہ راستہ کھولتا ہے''...... عمران نے پوچھا۔

''جب اس کا مہمان آ جاتا ہے تو چیف باس ہمیں پہلے بتا دیتا ہے۔ پھر ہم فون کرتے ہیں اور وہ راستہ کھول دیتا ہے''...... ماسٹر نے جواب دیا۔

''کون مہمان۔ جلدی بتاؤ''...... عمران نے پیر کو دباتے ہوئے کہا۔

''مم۔ مم۔ مارشا۔ لیڈی مارشا۔ وہ چیف کی خاص عورت ہے۔ اس کے لئے چیف لازماً راستہ کھول دیتا ہے''...... ماسٹر نے جواب دیا اور پھر عمران نے اس سے راستے کی تفصیل معلوم کی۔ فون نمبر معلوم کیا اور پھر پیر کو جھٹکے سے آگے کر کے دبا دیا تو ماسٹر کے جسم نے ایک زور دار جھٹکا کھایا اور اس کی آنکھیں بے نور ہوتی چلی گئیں تو عمران نے پیر ہٹا لیا۔ ٹائیگر دروازے کے باہر آ کر کھڑا ہو چکا تھا۔

''آؤ''...... عمران نے دروازے سے باہر آ کر کہا اور پھر وہ ایک تہہ خانے میں پہنچ گئے۔ ماسٹر نے جو کچھ بتایا تھا اس کے مطابق اس تہہ خانے کی ایک دیوار درمیان سے سائیڈ پر کھسک جاتی تھی تو دوسری طرف راہداری تھی جو روبن کے آفس تک پہنچتی تھی۔ عمران اس دیوار کے قریب جا کر اکڑوں بیٹھ گیا۔ اس کی تیز نظریں دیوار کی جڑ پر جمی ہوئی تھیں۔ تھوڑی دیر بعد اس نے جیب سے سائیلنسر لگا مشین پسٹل نکالا اور پھر اس کی نال اس نے ایک جگہ رکھ کر ٹریگر دبا دیا۔ سٹک سٹک کی آوازوں کے ساتھ ہی گولیاں دیوار کی جڑ میں ایک جگہ پڑنے لگیں اور اس کے ساتھ ہی سرر کی آواز کے ساتھ ہی دیوار درمیان سے کھل کر سائیڈ پر چلی گئی۔ اب دوسری طرف ایک راہداری نظر آ رہی تھی۔ عمران اٹھ کر سیدھا ہو گیا۔

''آؤ''...... عمران نے مڑ کر اپنے پیچھے کھڑے ٹائیگر کی طرف دیکھا اور قدم آگے بڑھا دیئے۔ وہ بڑے محتاط انداز میں چلتے ہوئے آگے بڑھے چلے جا رہے تھے۔ راہداری آگے جا کر مڑی اور پھر اس کا اختتام ایک بند دروازے پر ہوا۔

''ہم نے اسے بے ہوش کرنا ہے اور پھر اس سے پوچھ گچھ کرنی ہے''...... عمران نے جیب سے ایک چھوٹا سا کیپسول نکالتے ہوئے کہا تو ٹائیگر نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ عمران نے دروازے پر دباؤ ڈالا تو دروازہ کھلتا چلا گیا۔ ظاہر ہے اسے اندر سے لاک کرنے کی

روبن کو ضرورت ہی محسوس نہ ہوئی تھی۔ عمران اندر داخل ہوا تو یہ آفس کے انداز میں سجا ہوا ایک خاصا بڑا کمرہ تھا لیکن کمرہ خالی تھا۔ اسی لمحے عمران کی تیز نظریں سائیڈ پر موجود ایک دروازے پر پڑیں' جو اپنی ساخت کے لحاظ سے واش روم کا دروازہ لگتا تھا۔ اندر سے روشنی نظر آ رہی تھی۔ عمران نے ٹائیگر کو سر ہلا کر مخصوص اشارہ کیا اور تیزی سے آگے بڑھ کر اس دروازے کی سائیڈ پر رک گیا۔ اس نے کیپسول واپس جیب میں ڈال لیا تھا۔ ٹائیگر بھی دروازے کی دوسری سائیڈ پر کھڑا ہو گیا تھا۔ چند لمحوں بعد دروازہ کھلا اور ایک آدمی جو لمبے قد اور بھاری جسم کا مالک تھا، باہر آیا ہی تھا کہ عمران اس پر جھپٹ پڑا۔ دوسرے لمحے وہ آدمی بھاری جسم کا مالک ہونے کے باوجود چیختا ہوا، ہوا میں قلابازی کھا کر ایک جھٹکے سے فرش پر بچھے قالین پر جا گرا۔ عمران تیزی سے آگے بڑھا اور اس نے جھک کر ایک ہاتھ اس کے سر پر اور دوسرا اس کے کاندھے پر رکھ کر دونوں ہاتھوں کو مخصوص انداز میں جھٹکا دے کر گردن میں آ جانے والا بل نکال دیا تو اس آدمی کا تیزی سے مسخ ہوتا ہوا چہرہ دوبارہ نارمل ہونا شروع ہو گیا لیکن وہ اسی طرح بے ہوش پڑا تھا۔

''پردہ اتار کر اس کی رسی بناؤ''...... عمران نے کہا تو ٹائیگر حرکت میں آ گیا جبکہ عمران نے اس آدمی کو اٹھا کر صوفے کی ایک کرسی پر ڈالا اور اس کے ساتھ ہی اس نے اس کا کوٹ اس کی پشت سے کافی نیچے کر دیا۔ اس دوران ٹائیگر پردہ اتار کر اسے رسی کے انداز

میں لپیٹ چکا تھا۔ اس نے اس آدمی کے جسم کو صوفے کے ساتھ رسی سے اچھی طرح باندھ دیا تو عمران نے دونوں ہاتھوں سے اس کی ناک اور منہ بند کر دیا۔ چند لمحوں بعد اس آدمی کے جسم میں حرکت کے تاثرات نمودار ہونے شروع ہو گئے تو عمران نے ہاتھ ہٹائے اور سیدھا کھڑا ہو گیا اور ساتھ ہی اس نے کوٹ کی خصوصی جیب سے خنجر نکال کر ہاتھ میں پکڑ لیا۔ چند لمحوں بعد روبن نے کراہتے ہوئے آنکھیں کھولیں اور اس کے ساتھ ہی اس نے بے اختیار اٹھنے کی کوشش کی لیکن ظاہر ہے وہ اٹھ نہ سکتا تھا۔

''تم۔ تم کون ہو۔ تم یہاں کیسے پہنچ گئے''...... روبن نے انتہائی حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''میرا نام علی عمران ہے اور یہ میرا شاگرد ہے ٹائیگر۔ ہم میک اپ میں ہیں''...... عمران نے بڑے سادہ سے لہجے میں کہا۔

''اوہ۔ اوہ تم۔ تم یہاں کیسے پہنچ گئے۔ یہاں تو کوئی نہیں پہنچ سکتا۔ کوئی نہیں پہنچ سکتا۔ وہ۔ وہ۔ میرے گارڈز۔ یہ۔ یہ کیا مطلب''...... روبن نے یقین نہ آنے والے لہجے میں کہا۔

''تمہارے چاروں گارڈز ہلاک ہو چکے ہیں اور میں نے تمہارا خفیہ راستے والا میکنزم فائرنگ کر کے ختم کر دیا اور اس طرح راستہ کھل گیا اور ہم یہاں پہنچ گئے''...... عمران نے اطمینان بھرے لہجے میں کہا۔

''اوہ۔ اوہ۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ ایسا تو ممکن ہی نہیں۔ آج تک

کوئی میری اجازت کے بغیر یہاں نہیں آ سکا''...... روبن نے کہا۔ اس کی حالت واقعی خراب ہو رہی تھی۔

''ٹائیگر۔ تم واپس جاؤ اور اس سرخ عمارت میں ٹھہرو۔ کوئی اچانک آ بھی سکتا ہے''...... عمران نے مڑ کر ٹائیگر سے کہا تو ٹائیگر سر ہلاتا ہوا واپس مڑا اور کمرے سے باہر چلا گیا۔

''سنو روبن۔ تم نے ہماری ہلاکت کا مشن لے کر اپنے پیروں پر خود کلہاڑی ماری ہے۔ اب تک کرائس گروپ کا انچارج انتھونی اور تمہارے گروپ کے تمام آدمی ہلاک ہو چکے ہوں گے''...... عمران نے کہا۔

''نہیں۔ نہیں۔ ایسا نہیں ہو سکتا۔ ایسا ممکن ہی نہیں ہے''۔ روبن نے چیخ کر کہا۔

''جس طرح ہم ناممکن کو ممکن بنا کر یہاں پہنچ گئے ہیں اسی طرح وہ بھی ممکن ہو سکتا ہے۔ بہرحال تم اب یہ بتاؤ کہ یہ مشن تمہیں کس نے دیا تھا''...... عمران نے کہا۔

''کون سا مشن۔ تم کس مشن کی بات کر رہے ہو''...... روبن نے منہ بناتے ہوئے کہا تو عمران کا خنجر والا ہاتھ گھوما اور کمرہ روبن کے حلق سے نکلنے والی چیخ سے گونج اٹھا۔ اس کا ایک نتھنا آدھے سے زیادہ کٹ چکا تھا اور ابھی تک اس کی چیخ کی بازگشت کمرے میں گونج رہی تھی کہ عمران نے اس کی ناک کا دوسرا نتھنا بھی کاٹ دیا۔

''اب تم خود ہی سب کچھ بتا دو گے''...... عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے اس کی پیشانی پر ابھر آنے والی رگ پر خنجر کے دستے کی ضرب لگائی تو روبن کا پورا جسم کانپنے لگ گیا۔ اس کا چہرہ پسینے سے شرابور ہو چکا تھا اور آنکھیں پھٹ سی گئی تھیں۔

''بولو۔ کس نے دیا تھا مشن۔ بولو''...... عمران نے ایک اور ضرب لگاتے ہوئے کہا۔

''ج۔ ج۔ جانسن نے۔ جانسن کلب کے مالک جانسن نے''۔ روبن نے رک رک کر کہا۔ وہ اب لاشعوری انداز میں بول رہا تھا۔

''کیا کہا تھا اس نے''...... عمران نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا کیونکہ جانسن کا نام عمران کے لئے غیر متوقع تھا۔ وہ تو ٹائیگر کا دوست تھا اور ٹائیگر کے اغوا ہونے پر جانسن نے خود شرافت خان گروپ کے بارے میں عمران کو فون کر کے بتایا تھا۔

''بولو۔ کیا کہا تھا جانسن نے۔ پوری بات دوہراؤ''...... عمران نے کہا تو روبن نے پوری بات دوہرا دی تو عمران سمجھ گیا کہ روبن درست کہہ رہا ہے۔ اسی لمحے میز پر پڑے ہوئے فون کی گھنٹی بج اٹھی تو عمران نے بجلی کی سی تیزی سے ہاتھ میں پکڑے ہوئے خنجر کو روبن کی شہ رگ میں اتار دیا اور فون کی تیسری گھنٹی بجنے سے پہلے روبن ہلاک ہو چکا تھا۔ عمران نے مڑ کر جلدی سے رسیور اٹھا لیا۔

''یس''...... عمران نے روبن کی آواز اور لہجے میں کہا۔

''کیا بات ہے روبن۔ آج تمہارے لہجے میں وہ پہلے والی گھن

گرج نہیں ہے۔ جانسن بول رہا ہوں''...... دوسری طرف سے بے تکلفانہ لہجے میں کہا گیا۔

''تمہارا دیا ہوا مشن ٹریس ہی نہیں ہو رہا۔ میں سخت بے چین ہو رہا ہوں۔ وہ ٹائیگر اور علی عمران دونوں غائب ہیں''...... عمران نے جواب دیا۔

''انہیں علم تو نہیں ہو گیا۔ وہ انتہائی خطرناک لوگ ہیں''۔ جانسن نے تشویش بھرے لہجے میں کہا۔

''نہیں۔ انہیں کیسے علم ہو سکتا ہے۔ میرا خیال ہے کہ وہ دارالحکومت میں موجود ہی نہیں ہیں۔ بہرحال جس لمحے بھی وہ ٹریس ہوئے ان کا خاتمہ کر دیا جائے گا۔ تم بیس لاکھ ڈالر تیار رکھنا''۔ عمران نے روبن سے ملنے والی معلومات کے پیش نظر کہا۔

''بے فکر رہو۔ وہ تمہاری امانت ہیں''...... جانسن نے جواب دیا۔

''او کے''...... عمران نے کہا تو دوسری طرف سے رابطہ ختم ہو گیا تو عمران نے رسیور رکھا اور پھر اس نے مڑ کر روبن کی گردن سے خنجر باہر نکالا اور پھر اسے اس کے لباس سے صاف کر کے اس نے اپنے کوٹ کی مخصوص جیب میں رکھ لیا اور پھر مڑ کر دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ اس سرخ عمارت میں پہنچ گیا جہاں ٹائیگر موجود تھا۔

''کیا معلوم ہوا ہے باس''...... ٹائیگر نے بڑے اشتیاق آمیز لہجے میں پوچھا۔

''اس نے بتایا ہے کہ جانسن کلب کے جانسن نے اسے یہ مشن دیا ہے اور پھر جانسن کا فون بھی آ گیا جسے میں نے روبن کی آواز میں اٹنڈ کیا اور اس طرح روبن کی بات کی تصدیق ہوگئی''۔ عمران نے سرد لہجے میں کہا۔

''جانسن نے۔ ویری بیڈ۔ اس کا مطلب ہے کہ جانسن کا بھی تعلق سیٹھ اکمل سے ہے اور وہ بھی اس سنگین ترین جرم میں ملوث ہے۔ اسے اس کا پورا پورا خمیازہ بھگتنا پڑے گا''...... ٹائیگر نے کہا تو عمران بے اختیار مسکرا دیا۔

''گڈ شو ٹائیگر۔ تم نے یہ بات کر کے مجھے خوش کر دیا ہے ورنہ میرا خیال تھا کہ تم جانسن کی حمایت کرو گے کیونکہ وہ تمہارا دوست ہے''...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''وہ دوست تھا لیکن اب نہیں ہے باس''...... ٹائیگر نے کہا تو عمران نے اثبات میں سر ہلا دیا اور پھر وہ پھاٹک کھول کر باہر نکلے اور جلد ہی پارکنگ میں موجود اپنی کار تک پہنچ گئے۔

''باس۔ اس جانسن سے پوچھ گچھ آپ مجھ پر چھوڑ دیں''۔ ٹائیگر نے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ تم مجھے فور سٹارز کے ہیڈ کوارٹر تک چھوڑ دو اور جا کر اس جانسن سے معلوم کرو کہ سیٹھ اکمل کہاں چھپا ہوا ہے۔ میں اس دوران فورسٹارز سے بھی رپورٹ لے لوں''...... عمران نے کہا تو ٹائیگر نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

عمران دانش منزل کے آپریشن روم میں داخل ہوا تو بلیک زیرو احتراماً اٹھ کھڑا ہوا۔

''بیٹھو''...... رسمی سلام دعا کے بعد عمران نے کہا اور اپنی مخصوص کرسی پر بیٹھ گیا۔

''سرسلطان کا ابھی فون آیا تھا۔ وہ آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں''...... بلیک زیرو نے کہا تو عمران نے اثبات میں سر ہلا دیا اور رسیور اٹھا کر تیزی سے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

''پی اے ٹو سیکرٹری خارجہ''...... رابطہ قائم ہوتے ہی دوسری طرف سے سرسلطان کے پی اے کی مخصوص آواز سنائی دی۔

''خارجہ سے کیا مطلب ہوا جناب پی اے صاحب''...... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''اوہ۔ عمران صاحب آپ۔ خارجہ کا مطلب فارن جناب''۔ پی

اے نے ہنستے ہوئے کہا۔

''مطلب ہے پاکیشیا سے خارجہ۔ دوسرے لفظوں میں پاکیشیا سے فارن''...... عمران نے کہا تو دوسری طرف سے پی اے بے اختیار ہنس پڑا۔

''آپ سے تو بحث بھی نہیں ہوسکتی۔ میں بات کراتا ہوں''۔ پی اے نے ہنستے ہوئے کہا تو عمران بے اختیار مسکرا دیا۔

''سلطان بول رہا ہوں''...... چند لمحوں بعد سرسلطان کی آواز سنائی دی۔

''علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) بزبان خود بول رہا ہوں جناب۔ ابھی طاہر نے مجھے بتایا ہے کہ آپ مجھ سے بات کرنے کے لئے بے چین ہو رہے ہیں۔ یقین کریں یہ سن کر مجھے اپنی قسمت پر رشک آنے لگ گیا ہے کہ آپ جیسے ملک کے اعلیٰ ترین آفیسر مجھ جیسے ناچیز سے بات کرنے کے لئے بے چین ہیں تو یہ مجھ پر اللہ تعالیٰ کا خصوصی کرم ہے''...... عمران کی زبان رواں ہوگئی۔

''یہ تمہاری مہربانی ہے لیکن عمران بیٹے تم نے معصوم بچوں کی آنکھیں نکالنے اور انہیں ہلاک کرنے کے جس انتہائی خوفناک اور سنگین جرم میں ملوث بڑے ملزم سیٹھ اکمل کو انٹیلی جنس کے حوالے کیا ہے اور اس سلسلے میں جو ثبوت دیئے ہیں اور جن کی وجہ سے پورے پاکیشیا بلکہ غیر ممالک کے اخبارات اور ٹی وی چینلز نے اس

بھیانک ترین جرم کے سلسلے میں خصوصی خبریں جاری کی ہیں اور اس سیٹھ اکمل کو عبرتناک سزا دینے کے لئے پورے پاکیشیا میں جلوس نکالے جا رہے ہیں۔ اس سلسلے میں تمہارے ڈیڈی بے حد پریشان ہیں۔ انہیں اب تک بنائی ہوئی اپنی عزت داؤ پر لگتی دکھائی دے رہی ہے''...... سرسلطان نے انتہائی پریشان سے لہجے میں کہا۔

''کیوں۔ کیا ہوا ہے۔ سیٹھ اکمل نے نہ صرف کھلے عام اعتراف کیا ہے بلکہ تمام پریس کے سامنے اس نے ان تمام ثبوتوں کو درست بھی تسلیم کیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ لوگ جو اس گینگ میں کام کرتے تھے ان کی گرفتاری اور اعتراف جرم بھی پریس کے سامنے آ گیا ہے۔ پھر کیا ہوا ہے''...... عمران نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''وہ ہر بات سے صاف مکر گیا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ یہ سب کچھ اس سے جبراً کرایا گیا ہے۔ وہ بے گناہ ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ وہ تو ایک سیدھا سادا اور عام سا کاروباری آدمی ہے۔ اس نے کبھی کوئی جرم نہیں کیا اور یہ سب کچھ اس کے کاروباری دشمنوں نے اس کے خلاف انٹیلی جنس سے مل کر کارروائی کرائی ہے اور سب سے بڑی بات یہ کہ اس نے کہا ہے کہ وہ تو مکمل طور پر ان پڑھ ہے اور یہ بات سب جانتے ہیں اس لئے اس کے خلاف تم نے اس کی ذاتی ڈائریوں کے بارے جو ثبوت پیش کئے ہیں وہ سب خودساختہ قرار دیئے جا رہے ہیں کیونکہ ایک ان پڑھ آدمی جب لکھ

پڑھ ہی نہیں سکتا تو وہ ایسی ڈائریاں کیسے لکھ سکتا ہے اور اس بات کی شہادت کے لئے کئی لوگوں نے انٹیلی جنس سے رابطہ کیا ہے کہ واقعی سیٹھ اکمل ان پڑھ ہے۔ اس طرح تمام ثبوت بے کار ہو جاتے ہیں''...... سر سلطان نے کہا۔

''او۔ ویری بیڈ۔ لیکن یہ بیان اس نے دیا کب ہے اور کس کے سامنے دیا ہے''...... عمران نے کہا۔

''غیر ملکی ایجنسیوں کے نمائندوں اور غیر ملکی ٹی وی چینلز کے نمائندوں نے حکومت سے رابطہ کیا اور سیٹھ اکمل کا تفصیلی انٹرویو ریکارڈ کرنے کی اجازت کی درخواست کی تو حکومت نے اس شرط پر اجازت دے دی کہ جب تک سیٹھ اکمل کو یہاں کی عدالت کے سامنے پیش کر کے اس کا بیان ریکارڈ نہیں کر لیا جاتا اس وقت تک اس کا انٹرویو قانوناً نہیں لیا جا سکتا۔ چنانچہ حکومت کے کہنے پر قانونی شرائط پوری کرنے کے لئے سیٹھ اکمل کو عدالت کے سامنے پیش کیا گیا تاکہ عدالت اس کا بیان ریکارڈ کر لے اور عدالت میں سیٹھ اکمل نے اپنے بیان میں ہر بات سے انکار کر دیا اور اس نے وہی کچھ کہا جو میں نے پہلے تمہیں بتایا ہے جس پر عدالت نے اسے مزید تفتیش کے لئے انٹیلی جنس کے حوالے کرنے کی بجائے جوڈیشنل حوالات میں بھجوا دیا ہے۔ اب جیل میں اس کو انتہائی حفاظتی سیل میں رکھا گیا ہے اور عدالت نے انٹیلی جنس سے کہا ہے کہ وہ سیٹھ اکمل کے خلاف تمام ثبوت عدالت میں پیش کرے اور انہیں سرسری طور پر

ثابت بھی کرے ورنہ سیٹھ اکمل کو رہا بھی کیا جا سکتا ہے اس لئے تمہارے ڈیڈی سخت پریشان ہیں۔ انہوں نے مجھے فون کر کے کہا ہے کہ اگر تمام ثبوت عدالت میں سرسری طور پر ثابت نہ کئے جا سکے اور سیٹھ اکمل کو رہا کر دیا گیا تو ان کی اب تک کی بنی ہوئی تمام عزت نہ صرف خاک میں مل جائے گی بلکہ انہیں شاید کسی بے گناہ کو اتنا بڑا مجرم قرار دینے پر مقدمے کا سامنا بھی کرنا پڑے اور تم سمجھ سکتے ہو کہ اگر ایسا ہوا تو پھر کیا ہوگا''...... سر سلطان نے کہا۔

''عدالت سے کتنے دنوں کی مہلت ملی ہے''...... عمران نے ہونٹ چباتے ہوئے پوچھا۔

''صرف ایک ہفتے کی''...... سر سلطان نے جواب دیا۔

''آپ ڈیڈی سے کہہ دیں کہ وہ فکر مت کریں۔ ایک ہفتہ تو بہت دور کی بات ہے چند گھنٹوں میں انہیں ایسے ناقابل تردید ثبوت پیش کر دیئے جائیں گے جسے وہ آئندہ پیشی سے پہلے عدالت میں پیش کر کے سیٹھ اکمل کے بارے میں عدالت کو اپنی رائے بدلنے پر مجبور کر دیں گے''...... عمران نے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ میں کہہ دیتا ہوں''...... سر سلطان نے اطمینان بھرے لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا تو عمران نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے رسیور رکھ دیا۔ بلیک زیرو خاموش بیٹھا ہوا تھا لیکن اس کے چہرے پر بھی تشویش کے تاثرات نمایاں تھے کیونکہ جو کچھ سر سلطان نے بتایا تھا اس سے واقعی سر عبدالرحمٰن کی

پوزیشن اور عزت شدید خطرے میں تھی۔

''اب کیا ہو گا عمران صاحب۔ آپ مزید ثبوت کیسے اور کہاں سے حاصل کریں گے''...... بلیک زیرو نے تشویش بھرے لہجے میں کہا۔

''ٹائیگر اور فور سٹارز کا متفقہ فیصلہ تھا کہ اسے عبرتناک سزا دیتے ہوئے ہلاک کر دیا جائے اور ٹائیگر نے اپنے بہترین دوست جانسن کو بھی اس جرم میں ملوث ہونے کی وجہ سے ہلاک کر دیا ہے۔ سیٹھ اکمل کے بارے میں بھی جانسن سے معلوم ہوا کہ وہ کہاں موجود ہے لیکن میں چاہتا تھا کہ ایسے لوگ جن کے اصل چہرے اس قدر مکروہ ہوتے ہیں جبکہ بظاہر وہ معاشرے میں نیک نام ہوتے ہیں عوام کے سامنے ان کی اصلیت آنی چاہئے تاکہ عوام کو معلوم ہو سکے کہ اصل میں یہ لوگ کون ہیں لیکن مسئلہ یہ ہے کہ قانون کے اپنے تقاضے ہوتے ہیں۔ بہرحال اب کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی پڑے گا''۔ عمران نے کہا۔

''اس سیٹھ اکمل کو جیل میں کیوں نہ ہلاک کرا دیا جائے۔ یہ کام بے حد آسانی سے ہو سکتا ہے''...... بلیک زیرو نے کہا۔

''پھر تو ڈیڈی کو لازماً خودکشی کرنا پڑے گی۔ پھر تو یہ ثابت ہو جائے گا کہ سیٹھ اکمل بے گناہ تھا۔ نہیں۔ اب ایسا ممکن نہیں ہے''...... عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ٹرانسمیٹر اٹھایا اور اس پر فریکونسی ایڈجسٹ کر کے اس نے بٹن آن کر دیا۔

''ہیلو۔ ہیلو۔ علی عمران کالنگ۔ اوور''...... عمران نے بار بار کال دیتے ہوئے کہا۔

''یس باس۔ ٹائیگر اٹنڈنگ یو۔ اوور''...... چند لمحوں بعد ہی ٹرانسمیٹر سے ٹائیگر کی آواز سنائی دی۔

''ٹائیگر۔ تم نے سیٹھ اکمل کی ذاتی ڈائریاں کہاں سے حاصل کی تھیں۔ اوور''...... عمران نے پوچھا۔

''اس پوائنٹ تھری میں اس کا ذاتی بیگ تھا۔ اس میں ڈائری موجود تھیں۔ کیوں باس۔ کیا ہوا۔ اوور''...... ٹائیگر نے کہا۔

''سیٹھ اکمل کا کہنا ہے کہ وہ مکمل طور پر ان پڑھ ہے اس لئے یہ ڈائریاں وہ لکھ ہی نہیں سکتا۔ یہ ڈائریاں فرضی ہیں اور اس کے خلاف سازش کی گئی ہے۔ اوور''...... عمران نے کہا۔

''وہ جھوٹ بول رہا ہے باس۔ وہ ان پڑھ نہیں ہے۔ خاصا پڑھا لکھا ہے۔ مجھے جانسن نے بتایا تھا کہ وہ اس کے ساتھ پڑھتا رہا ہے اور اس کا کلاس فیلو رہا ہے۔ اوور''...... ٹائیگر نے کہا۔

''عدالت ثبوت مانگتی ہے۔ اوور''...... عمران نے کہا۔

''ثبوت بھی مل سکتے ہیں باس۔ اوور''...... ٹائیگر نے کہا۔

''کیسے۔ کھل کر بات کرو۔ اوور''...... عمران نے کہا۔

''باس۔ سیٹھ اکمل کے شناختی کارڈ کا ریکارڈ نکلوایا جا سکتا ہے۔ اسے بنے ہوئے یقیناً کئی سال ہو گئے ہوں گے۔ اس میں اس نے لازماً اپنی تعلیم کے بارے میں خود درج کر کے دستخط کئے ہوں گے۔

اس کے پاسپورٹ کا ریکارڈ نکلوایا جا سکتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اس کے کاروباری معاہدہ جات کا ریکارڈ بھی نکلوایا جا سکتا ہے جس میں اس نے دستخط کئے ہوں گے۔ اوور''...... ٹائیگر نے کہا تو عمران کی آنکھیں چمک اٹھیں۔

''وہ دستخط تو تسلیم کر لے گا کیونکہ ان پڑھ بھی دستخط کرنے کی مشق کر لیتے ہیں لیکن شناختی کارڈ اور پاسپورٹ کا ریکارڈ البتہ مل جائے تو یہ ناقابل تردید ثبوت ہوگا۔ کیا تم فوری طور پر معلوم کر سکتے ہو کہ ریکارڈ میں کیا ہے۔ اوور''...... عمران نے کہا۔

''یس باس۔ میں ابھی شناختی کارڈ کے آفس میں جا کر چیکنگ کرتا ہوں۔ وہاں میرا ایک بہت اچھا دوست اعلیٰ عہدے پر فائز ہے اور اس کے ریفرنس سے میں پاسپورٹ آفس کا ریکارڈ بھی چیک کر سکتا ہوں لیکن باس۔ ان کی مصدقہ نقولات حاصل کرنے کے لئے دو چار روز لگ جائیں گے کیونکہ اس میں کچھ قانونی ضابطوں کی تکمیل کرنا پڑتی ہے۔ اوور''...... ٹائیگر نے کہا۔

''مصدقہ نقولات حاصل کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ صرف ریکارڈ چیک کر کے مجھے ٹرانسمیٹر پر کال کرو کہ ریکارڈ میں کیا اس کی تعلیم موجود ہے یا نہیں۔ باقی کام چیف خود کر لے گا۔ اوور''۔ عمران نے کہا۔

''یس باس۔ میں آپ کو واپسی کال کرتا ہوں۔ اوور''...... ٹائیگر نے کہا تو عمران نے اوور اینڈ آل کہہ کر ٹرانسمیٹر آف کیا اور پھر

ن پر اپنی فریکونسی ایڈجسٹ کر کے اسے میز پر رکھ دیا۔

''ٹائیگر نے واقعی ذہانت کا مظاہرہ کیا ہے ورنہ ان دونوں ریکارڈز کے بارے میں تو مجھے سرے سے آئیڈیا تک نہ تھا''۔ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''ہاں۔ میرے ذہن میں بھی یہ بات نہ آئی تھی۔ اگر واقعی اس میں تعلیم درج ہے تو یہ ناقابل تردید ثبوت ہوگا''...... بلیک زیرو نے کہا تو عمران نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے رسیور اٹھایا اور نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

''صدیقی بول رہا ہوں''...... رابطہ قائم ہوتے ہی صدیقی کی آواز سنائی دی۔

''علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) جناب چیف آف فورسٹارز کی خدمت میں سلام پیش کرتا ہے''...... عمران نے اپنے مخصوص شگفتہ لہجے میں کہا۔ جب سے ٹائیگر سے اس کی بات ہوئی تھی اس کے چہرے پر ابھرنے والی پریشانی دور ہو گئی تھی۔

''سوری عمران صاحب۔ میں بھی جواب میں صرف وعلیکم السلام ی کہہ سکتا ہوں۔ چیک نہیں دے سکتا''...... دوسری طرف سے صدیقی نے جواب دیا تو سامنے بیٹھا ہوا بلیک زیرو بے اختیار مسکرا دیا۔

''کیا ہونے والے یتیم کو بھی صرف وعلیکم السلام پر ہی ٹرخا دو گے۔ آخر یتیموں کے بھی تو حقوق ہوتے ہیں''...... عمران نے منہ

بناتے ہوئے کہا۔

''کیا مطلب۔ یہ یتیم کہاں سے درمیان میں ٹپک پڑا عمران صاحب''...... صدیقی نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

''یتیم نہیں بلکہ ہونے والا یتیم۔ میرا مطلب ہے من کہ مسمی علی عمران''...... عمران نے کہا۔

''یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں عمران صاحب۔ یہ کیسا مذاق ہے''۔ صدیقی نے قدرے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔

''تمہارے سیٹھ اکمل والے کیس کا یہی نتیجہ نکلتا نظر آ رہا ہے''۔ عمران نے کہا۔

''کیا مطلب۔ کیا ہوا ہے۔ آپ کھل کر بات کریں''...... صدیقی نے چونک کر کہا تو عمران نے سر سلطان سے ہونے والی تمام بات چیت دوہرا دی۔

''اب تم خود سوچو کہ اگر ٹھوس ثبوت نہ مل سکے تو لازماً ڈیڈی کو خودکشی کرنا پڑے گی اور پھر نتیجہ ظاہر ہے یہی نکلے گا کہ میں یتیم ہو چکا ہوں''...... عمران نے کہا۔

''اسی لئے تو میں آپ کو کہہ رہا تھا کہ اسے قانون کے حوالے نہ کریں۔ بہرحال اس میں پریشان ہونے والی کوئی بات نہیں۔ اس سیٹھ اکمل کے خلاف مزید ثبوت مہیا کئے جا سکتے ہیں''...... صدیقی نے کہا تو عمران کے ساتھ ساتھ بلیک زیرو بھی چونک پڑا۔

''وہ کیا''...... عمران نے پوچھا۔

''عمران صاحب۔ جب میں نے سٹارز کے ساتھ اس کی رہائش ہ پر چھاپہ مارا تھا تو اس کے ذاتی آفس میں جو فون موجود تھا وہ ٹلائٹ فون تھا جس کے ذریعے پوری دنیا میں کال کی جا سکتی ہے ر یہ کال ریکارڈ بھی نہیں کی جا سکتی لیکن مجھے معلوم ہے کہ سیٹلائٹ ن کمپنیاں بین الاقوامی قانون کے تحت چھ ماہ تک تمام کالز کا قاعدہ ریکارڈ رکھتی ہیں اور یہ ریکارڈ اس کمپنی سے سرکاری طور پر صل کیا جا سکتا ہے اور فون پر لازماً سیٹھ اکمل نے اس جرم کے سلے میں بات چیت کی ہو گی۔ یہ اس کی اپنی آواز ہو گی اور یہ ب ناقابل تردید ثبوت ہو گا''...... صدیقی نے کہا۔

''ویری گڈ صدیقی۔ تم واقعی فور سٹارز کے چیف بننے کے حقدار ۔ کون سی کمپنی کا فون تھا اور اس کا نمبر کیا ہے''...... عمران نے رت بھرے لہجے میں کہا۔

''کمپنی کا نام فوناکس تھا''...... صدیقی نے کہا اور ساتھ ہی نمبر ں بتا دیا۔

''شکریہ۔ اب تمہارا وعلیکم السلام ہی کافی ہے''...... عمران نے کہا ر رسیور رکھ دیا۔

''مجھے تو لگتا ہے کہ سارے ہی مجھ سے زیادہ ذہین ہیں۔ پہلے نگر نے نئی بات کی اور اب صدیقی نے اور اگر یہ ثبوت مل جائیں یہ واقعی ناقابل تردید ثبوت ہوں گے''...... بلیک زیرو نے کہا۔

''ہم دونوں دانش منزل کے باسی ہیں اس لئے دانش سے بے

تعلق ہو چکے ہیں''...... عمران نے کہا تو بلیک زیرو بے اختیار کھلکھلا کر ہنس پڑا۔ عمران نے رسیور اٹھایا اور انکوائری کے نمبر پریس کر دیئے۔

''انکوائری پلیز''...... رابطہ قائم ہوتے ہی ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

''یہاں دارالحکومت میں فوناکس کمپنی کا آفس ہے۔ اس کا نمبر دیں''...... عمران نے کہا تو دوسری طرف سے نمبر بتا دیا گیا تو عمران نے کریڈل دبایا اور پھر ٹون آنے پر اس نے انکوائری آپریٹر کے بتائے ہوئے نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

''فوناکس سیٹلائٹ فون کمپنی''...... رابطہ قائم ہوتے ہی ایک نسوانی آواز سنائی دی۔

''میں ڈپٹی ڈائریکٹر سنٹرل انٹیلی جنس بول رہا ہوں۔ جنرل مینجر سے بات کرائیں''...... عمران نے کہا۔

''یس سر۔ ہولڈ کریں''...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

''یس۔ جنرل مینجر ایلن ٹاڈ بول رہا ہوں''...... چند لمحوں بعد ایک بھاری سی آواز سنائی دی۔

''ڈپٹی ڈائریکٹر سنٹرل انٹیلی جنس بول رہا ہوں''...... عمران نے کہا۔

''جی فرمایئے۔ کیا حکم ہے''...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

''آپ کی کمپنی کا ایک فون نمبر میں بتا رہا ہوں۔ آپ نے بتا

ہے کہ یہ نمبر کس کے نام پر نصب ہے اور اس فون نمبر سے ہونے والی کالوں کا کتنے عرصے کا ریکارڈ آپ کے پاس محفوظ ہے''۔ عمران نے کہا۔

''جی بتایئے''...... دوسری طرف سے کہا گیا تو عمران نے صدیقی کا بتایا ہوا فون نمبر دوہرا دیا۔

''ہولڈ کیجئے۔ میں متعلقہ سیکشن سے معلوم کرتا ہوں''...... دوسری طرف سے کہا گیا اور پھر لائن پر خاموشی طاری ہو گئی۔

''ہیلو سر۔ کیا آپ لائن پر ہیں''...... چند لمحوں بعد جنرل مینجر کی آواز سنائی دی۔

''یس سر۔ فرمایئے''...... عمران نے کہا۔

''سر۔ یہ نمبر سیٹھ اکمل کے نام پر ہے اور ان کی رہائش گاہ پر نصب ہے اور اس کی گزشتہ چھ ماہ کی کالز کا ریکارڈ ہمارے پاس موجود ہے''...... دوسری طرف سے کہا گیا۔

''کیا یہ کالوں کا مکمل ریکارڈ ہوتا ہے''...... عمران نے پوچھا۔

''جی ہاں۔ اس نمبر سے جتنی بھی کالز گزشتہ چھ ماہ کے دوران کی گئی ہیں اور جتنی کالز بھی اس نمبر پر آئی ہیں ان سب کا ریکارڈ باقاعدہ ٹائم اور ڈیٹ کے ساتھ موجود ہے لیکن یہ ریکارڈ آپ کے محکمے کی تحریری درخواست پر ہی مہیا کیا جا سکتا ہے''...... جنرل مینجر نے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ آپ اس ریکارڈ کو محفوظ رکھیں۔ یہ انتہائی ضروری

ہے۔ اسے ضائع نہیں ہونا چاہئے۔ ہم محکمانہ طور پر باقاعدہ آپ سے رابطہ کریں گے''...... عمران نے کہا۔

''یس سر۔ میں ہر تعاون کے لئے حاضر ہوں''...... جنرل مینجر نے کہا تو عمران نے اس کا شکریہ ادا کر کے رسیور رکھ دیا اور پھر تقریباً ایک گھنٹے بعد ٹرانسمیٹر سے کال آنا شروع ہوگئی تو عمران نے ٹرانسمیٹر کا بٹن آن کر دیا۔

''ٹائیگر کالنگ۔ اوور''...... ٹرانسمیٹر سے ٹائیگر کی آواز سنائی دی۔

''یس۔ علی عمران اٹنڈنگ یو۔ کیا رپورٹ ہے۔ اوور''...... عمران نے کہا۔

''باس۔ شناختی کارڈ آفس میں باقاعدہ ریکارڈ موجود ہے۔ آج سے تقریباً بیس سال پہلے اسے شناختی کارڈ جاری کیا گیا تھا اور اس نے خود اپنے ہاتھ سے بھرے ہوئے فارم میں اپنی تعلیم گریجویٹ لکھی ہوئی ہے اور اس کے ساتھ ہی یونیورسٹی کی طرف سے اس کے نام جاری کردہ گریجوایشن کی سند کی مصدقہ نقل بھی موجود ہے۔ یونیورسٹی سے بھی اس کے رول نمبر اور سال کے ذریعے ریکارڈ مل سکتا ہے اور باس۔ پاسپورٹ آفس میں جو ریکارڈ موجود ہے اس میں بھی اس نے اپنی تعلیم گریجویٹ لکھی ہوئی ہے اور ساتھ ہی یونیورسٹی اور سال کا حوالہ بھی دیا گیا ہے۔ یہ حوالہ وہی ہے جو شناختی کارڈ میں موجود ہے۔ اوور''...... ٹائیگر نے کہا۔

''گڈ شو ٹائیگر۔ تم نے واقعی کام کر دکھایا ہے۔ اس کا شناختی کارڈ نمبر اور اس کا پاسپورٹ نمبر بھی نوٹ کیا ہے تم نے یا نہیں۔ اوور''...... عمران نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

''یس باس۔ اوور''...... ٹائیگر نے مختصراً کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے باری باری دونوں نمبر بتا دیئے۔

''اوکے۔ اب تم اپنا کام کر سکتے ہو۔ ویل ڈن۔ اوور اینڈ آل''...... عمران نے کہا اور ٹرانسمیٹر آف کر کے اس نے فون کا رسیور اٹھایا اور نمبر پریس کرنے شروع کر دیئے۔

''پی اے ٹو سیکرٹری خارجہ''...... رابطہ قائم ہوتے ہی سر سلطان کے پی اے کی آواز سنائی دی۔

''علی عمران بول رہا ہوں۔ سر سلطان سے بات کراؤ''...... عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

''یس سر''...... دوسری طرف سے مؤدبانہ لہجے میں کہا گیا۔

''ہیلو۔ سلطان بول رہا ہوں''...... چند لمحوں بعد سر سلطان کی آواز سنائی دی۔

''علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) بول رہا ہوں''۔ عمران نے اپنے مخصوص شگفتہ لہجے میں کہا۔

''کچھ ملے ثبوت۔ تمہارے ڈیڈی تو بار بار فون کر رہے ہیں۔ صدر صاحب نے بھی اس معاملے پر گہری تشویش کا اظہار کیا ہے''۔ سر سلطان نے انتہائی پریشان لہجے میں کہا۔

"جی ہاں"...... عمران نے بڑے اطمینان بھرے لہجے میں کہا۔

"کیا ہیں۔ جلدی بتاؤ"...... سر سلطان نے تیز لہجے میں کہا۔

"سیٹھ اکمل نے آج سے بیس سال پہلے شناختی کارڈ بنوایا تھا۔ اس کے فارم پر اس نے نہ صرف اپنی تعلیم گریجویٹ لکھی تھی بلکہ اس کے ساتھ ہی یونیورسٹی کی طرف سے دی گئی سند کی مصدقہ نقل بھی لگائی گئی تھی جس میں رول نمبر اور امتحان پاس کرنے کا سال درج ہے۔ یہ کاپی اس وقت بھی شناختی کارڈ کے آفس میں محفوظ ہے۔ یہ ریکارڈ بھی شناختی کارڈ آفس سے ڈیڈی حاصل کر سکتے ہیں اور پھر اس سند کے تحت یونیورسٹی سے بھی ریکارڈ منگوایا جا سکتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ سیٹھ اکمل نے پاسپورٹ بنوایا ہوا ہے۔ اس کے فارم پر بھی اس نے اپنی تعلیم گریجویٹ لکھی ہے اور ساتھ ہی یونیورسٹی، رول نمبر اور سال کا حوالہ بھی دیا ہے۔ پاسپورٹ آفس سے بھی ریکارڈ ڈیڈی منگوا سکتے ہیں۔ اس طرح یہ بات ثابت ہو جائے گی کہ سیٹھ اکمل ان پڑھ نہیں ہے بلکہ گریجویٹ ہے۔ دوسری بات یہ کہ اس نے اپنی رہائش گاہ پر ایک سیٹلائٹ فون کمپنی فوناکس کا سیٹلائٹ فون نصب کرایا ہوا ہے۔ یہ کمپنیاں بین الاقوامی قانون کے تحت ان نمبروں پر ہونے والی تمام کالز اور آنے والی تمام کالز کا باقاعدہ ٹائم اور تاریخ سمیت ریکارڈ محفوظ رکھتی ہیں اور میں نے چیک کر لیا ہے کہ گزشتہ چھ ماہ کا ریکارڈ موجود ہے۔ اسے چیک کرایا جائے تو لامحالہ سیٹھ اکمل اس سنگین جرم کے سلسلے میں فارن یا مقامی

طور پر کالز کی ہوں گی۔ اس کا خیال ہو گا کہ یہ سیٹلائٹ فون ہے اس لئے مقامی طور پر اسے چیک نہیں کیا جا سکتا اس لئے لامحالہ اس نے کھل کر باتیں کی ہوں گی جس کا باقاعدہ ریکارڈ موجود ہے۔ سیٹھ اکمل کی اپنی زبان سے ہونے والی گفتگو ایک ناقابل تردید ثبوت ہو گا"...... عمران نے تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا۔

"اوہ۔ اوہ۔ تم نے واقعی ناقابل تردید ثبوت مہیا کر دیئے ہیں۔ حیرت ہے۔ میرے اور تمہارے ڈیڈی کے ذہن میں ان کا خیال تک نہیں آیا۔ ویری گڈ"...... سر سلطان نے انتہائی مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

"یہ میری ذہانت نہیں ہے۔ فور سٹارز کے چیف کی ذہانت ہے۔ یہ کیس چونکہ ان کا ہے اس لئے آپ سے ہونے والی بات چیت کے بعد میں نے فور سٹارز کے چیف کو فون کیا اور انہیں کہا کہ وہ میرا نام کسی ایسے یتیم خانے میں پیشگی لکھوا دیں جہاں یتیموں کو بھاری رقومات ملتی ہوں کیونکہ لامحالہ ثبوت نہ ملنے پر عدالت نے سیٹھ اکمل کو رہا کر دینا ہے اور ڈیڈی کو لازماً خودکشی کرنا پڑے گی اور میں یتیم ہو جاؤں گا لیکن آپ کو تو معلوم ہے کہ چاہے پاکیشیا سیکرٹ سروس کا چیف ہو چاہے فور سٹارز کا ہو یہ انتہائی کنجوس واقع ہوئے ہیں۔ کسی کو فائدہ نہیں پہنچا سکتے اس لئے فور سٹارز کے چیف نے ہی فوراً ان ثبوتوں پر کارروائی کی اور چیکنگ کرنے کے بعد اس نے مجھے فون کر کے تفصیل بتا دی۔ ان کا کہنا ہے کہ وہ یہ ریکارڈ

حاصل کر کے ڈیڈی کو بھجوا دیتے ہیں لیکن میں نے انہیں منع کر دیا کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ ڈیڈی نے یہی سمجھنا ہے کہ یہ ریکارڈ ہنگامی طور پر تیار کرا کر ہم نے انہیں بھجوایا ہے۔ اب ڈیڈی خود جب ان محکموں سے یہ ریکارڈ حاصل کریں گے تو ان کا اطمینان ہو جائے گا''...... عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''تمہاری بات درست ہے۔ ویسے میری طرف سے بھی فور سٹارز کے چیف کا شکریہ ادا کر دینا۔ وہ واقعی ذہین آدمی ہے۔ میں صدر صاحب سے بھی اس کی تعریف کروں گا۔ اللہ حافظ''۔ دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔

''ہماری تعریف کوئی نہیں کرتا''...... عمران نے رسیور رکھ کر منہ بناتے ہوئے کہا۔

''سر سلطان تو کر رہے تھے لیکن آپ نے خود ہی ساری بات صدیقی پر ڈال دی''...... بلیک زیرو نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''ویسے واقعی اس بارے میں ٹائیگر اور صدیقی دونوں نے تعریف کے قابل ہی کام کیا ہے''...... عمران نے کہا اور تو بلیک زیرو نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

ختم شد

عمران سیریز میں ایک دلچسپ اور یادگار ایڈونچر

مکمل ناول

ہاک آئی

مصنف مظہر کلیم ایم اے

لارڈ مائلو 00 ایک گروپ جو قیمتی سائنسی دھاتوں کی چوری میں بین الاقوامی شہرت رکھتا تھا اور پھر اس گروپ نے پاکیشیا اور بہادرستان کے سرحدی علاقے سے نایاب اور قیمتی دھات پلونم چوری کر لی۔ پھر ——؟

لارڈ مائلو 00 جو پوری دنیا میں خفیہ رہتا تھا اور جس کا صرف نام ہی سنا جاتا تھا مگر ٹائیگر نے اسے ٹریس کرنے کا بیڑا اٹھایا اور پھر ٹائیگر، لارڈ مائلو تک پہنچ گیا۔ کیسے ——؟

یورپی ملک کیرون 00 جس نے لارڈ مائلو گروپ سے پلونم دھات خرید لی، کی سرکاری ایجنسی ہاک آئی نے اس دھات کی حفاظت کی ذمہ داری قبول کر لی۔ پھر ——؟

جب پاکیشیا سیکرٹ سروس نے سنجیدگی سے عمران کی سربراہی میں مشن مکمل کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ کیوں ——؟

وہ لمحہ 00 جب عمران مجبوراً صرف عام ممبر کے طور پر ٹیم کے ساتھ گیا اور

اس نے کام سے ہاتھ کھینچ لیا۔ پھر کیا ہوا ——؟

وہ لمحہ 00 جب باوجود سرتوڑ کوششوں کے پاکیشیا سیکرٹ سروس اپنے مشن میں یکسر ناکام رہی اور مجبوراً انہیں دوبارہ عمران کی سربراہی تسلیم کرنا پڑی۔ دلچسپ سچویشن۔

وہ لمحہ 00 جب عمران نے سربراہی سنبھالی تو پاکیشیا سیکرٹ سروس کی ناکامی زبردست کامیابی میں تبدیل ہوتی چلی گئی۔ کیسے ——؟

وہ لمحہ 00 جب پلونم دھات کی واپسی کے لئے ہر طرف لاشیں بکھیر دی گئیں۔ کن کی لاشیں اور کیسے ——؟

وہ لمحہ 00 جب صالحہ نے انتہائی جان توڑ جدوجہد اور اپنی جان کو یقینی خطرے میں ڈال کر عمران اور پاکیشیا سیکرٹ سروس کی جانیں بچائیں اور عمران، صالحہ کو خراج تحسین پیش کرنے پر مجبور ہو گیا۔

انتہائی دلچسپ واقعات، سسپنس اور ایکشن سے بھرپور ایک یادگار ایڈونچر

ناشران

خان برادرز گارڈن ٹاؤن ملتان

کتب منگوانے کا پتہ
ارسلان پبلی کیشنز اوقاف بلڈنگ پاک گیٹ ملتان
Ph 061-4018666
Mob 0333-6106573